عظیم محدث کی تابندہ زندگی

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ

۱۰۷ھ - ۱۹۸ھ / 725ء - 813ء

احوال و واقعات، اقوال و ارشادات، تعلیم و تعلم اور تدریسِ حدیث کے رہنما نقوش

صلاح الدین علی عبد الموجود

ترجمہ: پروفیسر حافظ عبد الرحمٰن ناصر

بسلسلہ سیر و سوانح اسلاف
امام سُفیان بن عیینہ
المتوفی ۱۹۸ھ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

• الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01
• مندوب الریاض: موبائل: 0505196736-0503459695 • قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
• مکہ مکرمہ: موبائل: 0506640175-0502839948 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
• جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
• ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 • خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ • ہوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

• 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569
• غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0322-4439150
• Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس۔ لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321
کراچی مین طارق روڈ۔ (D.C.HS / 110,111-Z) ڈائمن ہال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
عبدالموجود، صلاح الدين علي
سيرة الامام سفيان بن عيينة - صلاح الدين علي عبدالموجود - الرياض، ١٤٢٩ هـ
ص: ٣٧٥ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٣-٠٢٥-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨
(الكتاب باللغة الاردية)
١.سفيان بن عيينة بن ميمون، ت ١٩٨ هـ أ. العنوان
ديوي ٢٣٤،٦ ١٤٢٩/٣٨٥٢
رقم الإيداع: ١٤٢٩/٣٨٥٢
ردمك: ٣-٠٢٥-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

تعلیم و تعلم، احوال و واقعات، اقوال و ارشادات اور محدثین کرام کی سنہری تاریخ کے رہنما نقوش

صلاح الدین علی عبدالموجود

ترجمہ: پروفیسر حافظ عبدالرحمن ناصر

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

مضامین

■ عرض ناشر 10
■ عرض مؤلف 17
■ مقدمہ 22
■ کتاب وسنت کی معرفت کا اسلوب 24
■ صحابۂ کرام 29
■ تابعین کرام 33
■ تبع تابعین 35
■ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا ذکرِ جمیل 36
○ نام ونسب 36
○ لقب وکنیت 36
○ سفیان کے نام سے موسوم لوگ 37
○ ولادت اور پرورش 38
○ والد گرامی 39
○ سفیان کے والد کی نصیحت 40
○ والدہ محترمہ 41
○ شادی 42
○ اولاد کے احوال 43
○ بھائیوں کا تذکرہ 44

- محدث بھائیوں کا تذکرہ 47
- ■ سفیان بن عیینہ کی سیرت وصورت کے خدوخال 49
- سینگی لگوانا 49
- دورِ پرورش 51
- خلافت بنوامیہ 52
- خلافت بنوعباس 54
- ■ تحصیلِ علم 58
- ■ اساتذۂ کرام 73
- ■ شاگردانِ رشید 81
- ہونہار اور نامور شاگردوں کا تذکرہ 82
- ■ طلبہ کی سرپرستی 85
- ■ قوت حافظہ اور علمی وسعت 98
- ■ حصول علم کے لیے سفر 102
- ■ ابن عیینہ کے چند عجیب مشاہدات 107
- تقدیر الٰہی پر راضی ہونا 107
- ادعائے علم پر تنبیہ 108
- نبی اکرم ﷺ پر درود کی بدولت مغفرت 108
- نیک اعمال 109
- بدو کی گفتگو 110
- سانپ کا قصہ 111
- بدو کا حصول علم 114
- ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے 115

- ■ علم اور اہل علم سے محبت 117
- ■ فروغِ علم کے لیے عظیم الشان خدمات 129
- ■ اہل علم کی نظر میں آپ کا مرتبہ 134
- ■ شیوخ سے جواہر علم اکٹھے کرنا 137
- ■ تصانیف کا تعارف 142
- ■ حدیث سے محبت 144
- ■ ابن عیینہ رحمہ اللہ کے نزدیک مقام حدیث 154
- ■ حدیث میں امام صاحب کا مقام ومرتبہ 159
- ■ رفقاء، ساتھیوں اور بھائیوں سے محبت 164
  - ○ ہم نشینوں سے محبت کے چند نئے گوشے 168
- ■ علم جرح وتعدیل کی معرفت 172
- ■ سفیان بن عیینہ نقد ونظر کی کسوٹی پر 180
  - ○ ہر اچھے گھوڑے کو ٹھوکر لگتی ہے 180
  - ○ مبتلائے وہم ہونا 180
  - ○ مرفوع حدیث کو مرسل بنانا 182
  - ○ صاحب وضو عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہم 182
  - ○ بعض مخصوص افراد کو علیحدگی میں احادیث سنائیں 182
- ■ تدلیس حدیث 187
  - ○ تدلیس کی تعریف 187
  - ○ کیا مدلس کی حدیث قبول ہوگی؟ 191
  - ○ تدلیس کی وجہ سے ابن عیینہ رحمہ اللہ کا مؤاخذہ 192
  - ○ مدلسین کے مراتب 193

○ محدث کے اوصاف 195

■ علم حدیث میں ابن عیینہ کا امتیازی مقام 197

○ اہل زمانہ میں آپ کی انفرادیت 201

■ تمام علوم کی جامع شخصیت 202

■ بحیثیت مفسر قرآن 208

○ حدیث سحر 209

○ تفسیری اقوال 211

■ بطور شارح حدیث 227

■ فقہ میں امام صاحب کا درجہ 236

■ چند مسائل کے بارے میں نقطۂ نظر 238

○ دعائے ختم القرآن 238

○ خطبۂ جمعہ کے دوران میں تحیۃ المسجد پڑھنا 238

○ عرفہ کے دن تکبیرات پڑھنا 238

○ نماز جنازہ میں سلام پھیرنا 239

○ بچے اور مجنون کے مال سے زکاۃ ادا کرنا 239

○ حالت احرام میں اپنے اوپر سایہ کرنا 240

■ فتویٰ میں آپ کا مقام و مرتبہ 241

■ سفیان رحمہ اللہ کے چند فتوے 245

■ انساب پر عبور 249

■ نمایاں عادات و خصائل 252

■ تواضع و انکسار 261

■ دنیا سے بے نیازی کی چند جھلکیاں 264

- ورع وتقویٰ 270
- رقت قلبی اور خوف الٰہی 277
- عبادت وریاضت میں ابن عیینہ کا انہماک 283
- حکیمانہ اقوال 289
- عقیدہ ومنہج 293
- ایمان کے بارے میں ابن عیینہ کا زاویۂ نظر 298
  - محبت کا مفہوم 299
  - ایمان کا قول وعمل پر مشتمل ہونا 301
- صفات الٰہی کے بارے میں سفیان رحمہ اللہ کا نظریہ 306
- قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر دلائل وبراہین 310
- اہلِ بدعت اور نفس پرستوں کے بارے میں آپ کا موقف 314
- طالبان علم اور امت کی خیر خواہی 322
- معاصرین سے تعلقات 329
- ائمہ اور حکمرانوں کے متعلق ابن عیینہ کی رائے 337
- چند جواہر ریزے 347
- شعر وادب کا بلند پایہ ذوق 356
- سفیان بن عیینہ کی منظوم مدح 366
- ابن عیینہ کی وفات 368
- خوابوں میں دیکھا جانا 369
- سفیان رحمہ اللہ کی وفات پر مرثیہ گوئی کا بیان 370
- حرف آخر 373

عرض ناشر

اسلامی شریعت میں قرآن مجید کے بعد حدیث کی اہمیت اظہر من الشّمس ہے۔ قرآن مجید کے بعد حدیثِ نبوی کا شرعی مقام و مرتبہ مسلّمہ ہے۔ اصطلاح میں نبی ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔

اس مفہوم میں ان روایاتَ کا پورا مجموعہ حدیث کہلاتا جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے اور اس کے علم کو علم حدیث کہتے ہیں۔ اثر، خبر اور سنت کے الفاظ بھی حدیث کے معنی میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے حدیث کو یاد رکھ کر آگے پہنچانے والے شخص کے لیے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

«نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي ، فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا حَتَّى يُبَلِّغَهَا غَيْرَهُ»

''اللہ اس شخص کو شادابی عطا کرے جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی، پھر وہ بات دوسروں تک پہنچا دی۔''

نبیٔ کریم ﷺ کے ارشادات اور اعمال مبارکہ کے متعلق معلومات کے لیے آپ کے صحابۂ کرام ہی بہترین ذریعہ ہیں۔ صحابۂ کرام آپ کے اعمال مبارکہ کو دیکھ کر اور ارشادات سن کر یاد رکھتے اور پھر دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ بعض اوقات ایک صحابی سے حدیث سن کر دوسرا صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس حدیث کی تصدیق کراتا۔

صحابۂ کرام کے بعد مسلمانوں نے تابعین کی روایات پر انحصار کیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد پہلی نسل کے لوگ تھے اور جنھیں صحابۂ کرام کی صحبت کا عظیم شرف حاصل ہوا تھا۔ ان کے بعد تبع تابعین ہیں جنھوں نے تابعین سے احادیث روایت کیں۔ یہ تبع تابعین صحابۂ کرام کے بعد دوسری نسل کے لوگ تھے جنھوں نے روایت حدیث کا سلسلہ آگے بڑھایا۔ یوں علم حدیث روایت کرنے والوں کے ذریعے سے آگے منتقل ہوتا رہا۔ اس کے لیے سماعِ حدیث ضروری تھا۔ طلبۂ حدیث دور دراز کے سفر اس غرض سے کیا کرتے تھے کہ ان لوگوں کے درس میں شرکت کر سکیں جنھیں حَمَلَۃُ الْحَدِیث، یعنی حاملینِ علمِ حدیث کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اقوال میں تحصیل علم کی غرض سے سفر کرنے کی فضیلت آئی ہے کہ یہ کام اور مشغلہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

صحابہ اور تابعین کے دور میں روایت کے دوران میں استاد حدیثوں کو عموماً زبانی بیان کرتا تھا۔ بعد میں یہ بھی طریقہ رائج ہو گیا کہ اس کا ایک شاگرد کسی روایت کی نقل پڑھ کر سناتا اور دوسرے شاگرد سنتے رہتے اور جو کچھ پڑھا جاتا، اس میں استاد بقدرِ ضرورت اصلاح کرتا جاتا اور تشریحی حواشی، جن میں دوسرے راویوں کے الفاظ اور اضافے وغیرہ ہوتے، لکھوا دیتا۔ اس طرح جو حدیثیں حاصل کی جاتیں، ان کے متعلق یہ کہنے کا دستور تھا کہ حَدَّثَنِي فُلَانٌ ''فلاں شخص، یعنی استاد نے مجھے حدیث سنائی'' یا أَخْبَرَنِي قِرَاءَۃً عَلَیْهِ ''اس نے مجھے اس طرح خبر دی کہ حدیث اس (استاد) کے سامنے پڑھی گئی۔'' ایسا شخص جس نے اس طرح کسی استاد کی نگرانی میں احادیث سنی ہوں خود دوسروں کے سامنے انھیں روایت کر سکتا تھا۔ اس کام کے لیے اسے اپنے استاد سے اجازت بھی مل جاتی تھی۔ احادیث کی زبانی روایت کے بجائے یہ دستور رائج ہو گیا کہ اس کے بعد حدیثوں کو استاد کے صحیفے سے نقل کر لیا جاتا تھا اور اس بات کی اجازت حاصل کر لی جاتی تھی کہ انھیں

مروجہ الفاظ حَدَّثَنِی فُلَانٌ وَفُلَانٌ (فلاں فلاں نے مجھے بتایا) کے ساتھ روایت کیا جاسکے۔ یہ بات اس کے مترادف تھی کہ حدیث کو براہِ راست استاد سے حاصل کیا گیا ہے۔ یوں حدیث کی کتابت کا اہتمام ہونے لگا اور راویان حدیث کے واسطے سے احادیث کے کئی مجموعے منظر عام پر آ گئے۔

اس مرحلے کے رُواۃِ حدیث میں امام زہری، امام مالک بن انس، حماد، عمرو بن دینار، سفیان ثوری، عاصم، عبداللہ بن دینار، شعبہ، ابن جریج، اسحٰق، اوزاعی، محمد بن منکدر، عطاء، سفیان بن عیینہ، اعمش، شافعی، ابن حنبل، رامہرمزی، علی بن مدینی، مسعر، حُمیدی، عبداللہ بن مبارک اور دیگر سیکڑوں اتباع تابعین اور ان کے شاگردوں کے نام آتے ہیں۔ یہ سب ائمۂ حدیث اور حفاظ حدیث تھے۔ ان میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ انتہائی اہم شخصیت ہیں جنھوں نے علم حدیث کی شاندار خدمت سرانجام دی۔ انھوں نے جن ہستیوں سے حدیث کا سماع کیا ان کی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ حافظ حدیث اور نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں 23 سال درسِ حدیث دیا۔ آپ سے روایت کرنے والے علمائے حدیث پچاس سے زیادہ ہیں۔ ان سے بالواسطہ حدیث روایت کرنے والوں میں امام بخاری، امام مسلم جیسے عظیم محدثین بھی شامل ہیں۔ آپ سے اعمش، ابن جریج اور شعبہ نے بھی احادیث روایت کی ہیں جبکہ یہ تینوں آپ کے شیوخ بھی ہیں۔

امام صاحب ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے بھی شاگرد تھے اور محدث اور امامِ زہد و ورع عمرو بن دینار رحمہ اللہ کے بھی شاگرد تھے۔ وہ علم و فضل میں یکتا، عابد و زاہد، صائب الرائے اور علم حدیث کے ماہر نقاد تھے۔ آپ کے والد عیینہ بن ابی عمران کوفی، بنو ہلال کے مولیٰ تھے۔ آپ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں کوفہ میں 107ھ میں پیدا ہوئے،

تاہم آپ کی بیشتر زندگی بنو عباس کے دور میں گزری۔ آپ نے 90 سال سے زیادہ عمر پائی اور 198ھ میں فوت ہوئے۔ یہ وہی سال تھا جب خلیفہ امین الرشید قتل ہوا اور اس کا سوتیلا بھائی مامون الرشید منصب خلافت پر فائز ہوا۔

تعلیم حدیث کے سلسلے میں امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا موقف یہ تھا کہ استاد کو اپنے شاگردوں سے اسی طرح محبت کرنی چاہیے جس طرح باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے۔ وہ اپنے شاگردوں کو حصولِ علم پر ابھارتے اور انہیں علم کے فضائل اور شرف و منزلت سے آگاہ کرتے تھے۔ اگر طلبہ حاصل کردہ علم کے مطابق عمل نہ کرتے تو آپ انھیں ڈانٹتے بھی تھے۔ آپ ہمیشہ طالبانِ علم حدیث کو وعظ و نصیحت کرتے اور ان کے تزکیے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ایک بار انھوں نے علم کی اہمیت یہ کہہ کر اجاگر کی: ''علم کی مثال دارالکفر اور دارالاسلام کی سی ہے۔ جس طرح یہ صحیح ہے کہ اگر اہلِ اسلام جہاد ترک کر دیں تو اہل کفر آ کر مسلمانوں سے اسلام چھین لیں گے اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ اگر لوگ علم ترک کر دیں تو انھیں جاہلیت آن دبوچے گی۔''

امام ابن عیینہ رحمہ اللہ بلا کا حافظہ اور وسعت علم رکھتے تھے۔ لوگ اکنافِ عالَم سے علم کے حصول کے لیے ان کے پاس آتے تھے۔ اکثر علم حدیث کے شائقین کی آپ کے ہاں بھیڑ لگ جاتی حتی کہ بعض اوقات آپ گھبرا جاتے۔ اور ایک بار تو آپ کی مجلس میں زیادہ بھیڑ کی وجہ سے آپ کے شاگردِ رشید امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بے ہوش ہو گئے اور چہرے پر پانی کے چھینٹے ڈالنے سے ہوش میں آئے۔ بلاشبہ ابن عیینہ رحمہ اللہ اپنے ساتھیوں، رفقاء اور معاصرین میں سب سے زیادہ احادیث جمع کرنے والے اور اسی سلسلے میں سب سے کم خطا کرنے والے تھے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر امام مالک اور ابن عیینہ رحمہما اللہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم روئے زمین سے ختم ہو جاتا۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے لڑکپن میں مکہ مکرمہ میں امام محمد بن مسلم (ابن شہاب) زہری رحمہ اللہ اور عمرو بن دینار رحمہ اللہ کے پاس زانوئے تلمذ تہ کیے تھے۔ اس کے بعد آپ نے حصول علم کے لیے دیگر شہروں کے سفر کیے جن میں عبادان اور بصرہ قابل ذکر ہیں۔
اس دوران میں جہاں آپ کا علمی افق وسیع ہوا، وہیں بعض عجیب وغریب اور حیرت انگیز واقعات بھی آپ کے مشاہدے میں آئے۔ وہ اپنے ایک ''محدث بھائی'' کی وفات کے بعد اسے اپنے خواب میں دیکھنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان سے پوچھا کہ ''اللہ نے تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟'' تو انھوں نے بتایا کہ میں حدیث لکھتے وقت نبی ﷺ کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتا تھا، اس لیے اللہ نے مجھے بخش دیا۔
امام احمد بن عبداللہ عجلی رحمہ اللہ کے بقول سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ حدیث میں پختہ اور ثقہ تھے۔ آپ کی بیان کردہ احادیث سات ہزار کے لگ بھگ ہیں لیکن آپ نے انھیں کسی باقاعدہ تالیف میں جمع نہ کیا تھا، البتہ ان کی تصنیف ''جامع سفیان بن عیینہ'' قرآن کریم کے بعض حروف کی تفسیر اور متفرق احادیث کی تشریح کے بارے میں ایک جامع کتاب ہے۔ سفیان رحمہ اللہ ایک طرف مفسرِ قرآن اور فقیہ تھے تو دوسری طرف راویانِ حدیث کی جرح وتعدیل میں بھی آپ کو بہت درک حاصل تھا، نیز فتویٰ میں بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ بعض مسائل میں آپ کے اقوال اور فتاویٰ دینی تعلیمات کا اہم ذریعہ ہیں۔ انھی اوصاف کی بنا پر آپ کو دنیائے علم کبار محدثین میں شمار کرتی ہے۔
اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ کو علم حدیث کے فروغ میں صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی خدمات سے بھی واقفیت حاصل ہوگی اور بیسیوں ایسے راویانِ حدیث کے احوال، روشن واقعات اور اقوال بھی پڑھنے کو ملیں گے جو یا تو ابن عیینہ رحمہ اللہ کے شیوخ تھے یا ان کے شاگرد اور ہم عصر تھے یا ان کے خوشہ چین تھے۔ اس میں ابن

عیینہ رحمہ اللہ کی علمی مجلسوں کے دلچسپ احوال اوران سے پوچھے گئے سوالات اوران کے حکیمانہ جوابات بھی ہیں جو علم دین کی جستجو کرنے والوں کے دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے جن خلفاء کا زمانہ پایا، ان کا مختصر تذکرہ بھی شامل کتاب ہے۔ امام سفیان رحمہ اللہ کی حدیث اور اہل حدیث کے ساتھ محبت کا بیان بھی ہے اور علمِ حدیث میں آپ کے مقام و مرتبہ کا تعین ائمۂ حدیث کی زبانی کیا گیا ہے۔ علم اور اہل علم سے آپ کی دلچسپی، آپ کے چند علمی مواخذات، تدلیس کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر اور حکمرانوں کے متعلق آپ کی آراء بھی پیش کی گئی ہیں جبکہ آخر میں ابن عیینہ رحمہ اللہ کے تفسیری اقوال، شروح احادیث اور دیگر فرمودات ہیں جو آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ علاوہ ازیں آپ جو منتخب عربی اشعار پڑھا کرتے تھے یا آپ کی مدح و رثاء میں جو اشعار کہے گئے وہ با ترجمہ دیے گئے ہیں اور بہت لطف دیتے ہیں۔ اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کے بارے میں آپ کے تأثرات، آپ کے عادات و خصائل، علم الانساب میں آپ کا درک اور آپ کے بعض فتاویٰ بھی قارئین کے پڑھنے میں آئیں گے۔

صلاح الدین علی عبدالموجود ایک نامور عرب مصنف ہیں جنھوں نے مسلمانوں کی نئی نسل کے سامنے صحابہ، محدثین اور اجل علماء کی سیرتیں نئے اسلوب سے پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ وہ ان کے اوصاف کو اپنے کردار و عمل میں اجاگر کر سکیں۔

سیرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اس سلسلے کی ایک اہم کتاب ہے۔ دارالسلام نے اردو خواں طبقہ کے استفادے کے لیے اس گرانقدر کتاب کے ترجمے کی ذمہ داری پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن ناصر کو سونپی اور اُسے جناب قربان انجم نے ایڈٹ کیا۔ جناب محسن فارانی نے اس پر نظر ثانی کا فریضہ انجام دیا اور ضروری حواشی درج کیے جبکہ مولانا محمد عمران اقبال اور حافظ اقبال صدیق المدنی نے پروف کی تصحیح کی اور مراجع کی تحقیق کی۔ کمپوزنگ اور

ڈیزائننگ سیکشن کے زاہد سلیم چودھری، حفیظ الرؤف ہاشمی اور محمد رمضان شاد نے اسے چار چاند لگائے۔

تعلیم وارشاد اور معنوی اور صوری خوبیوں کی حامل سیرتِ ابن عیینہ اس لائق ہے کہ یہ ہر پڑھے لکھے انسان کے مطالعے میں آئے اور ہر کتب خانے اور لائبریری کی زینت بنے کیونکہ زندگی کا حسن اور دنیا و آخرت کی کامیابی اسی میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب اور نیک بندوں کی سیرت سے بھی آگاہی حاصل کی جائے جن کی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کا نمونہ ہیں، خصوصا وہ لوگ جنھوں نے اپنی زندگیاں علوم دین کے فروغ میں کھپا دیں۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ان میں ہیرے کی طرح تابدار نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کے لیے دارالسلام کے کارکنان اور معاونین، بالخصوص حافظ عبدالعظیم اسد حفظہ اللہ مدیر دارالسلام لاہور کو اجرِ جزیل عطا فرمائے اور اس کتاب کو عامۃ المسلمین کی رہنمائی اور اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العلمین!

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام۔ الریاض، لاہور

ربیع الثانی 1429ھ / مئی 2008ء

عرض مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

''بلاشبہ تمام تعریفات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اس سے مدد طلب کرتے ہیں، اس سے اپنے گناہوں کا استغفار کرتے ہیں، اپنے نفس کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔جس آدمی کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے سرفراز فرمادے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہی میں مبتلا رکھے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں ہے، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ۝﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں حالت اسلام ہی میں موت آنی چاہیے۔''[1]

[1] آل عمرٰن 102:3.

عرض مؤلف

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○﴾

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیے، اور اللہ سے ڈرو۔ جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتے توڑنے سے ڈرو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔''[1]

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔ وہ تمھارے عمل درست کر دے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، بلاشبہ اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔''[2]

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

''بے شک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین رہنمائی سیدنا محمد ﷺ کی رہنمائی ہے۔ سب سے برے امور نئے کام ہیں اور ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

[1] النسآء 4:1۔ [2] الأحزاب 33:70، 71۔

عرضِ مؤلف

یہ کتاب اس امت کے بعض علماء اور محدثین کے سوانح حیات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے بزرگی اور عالی شان مرتبے سے نوازا ہے۔ سوانح حیات کے اس سلسلے میں ہم نے محدثین کے ایسے اوصاف عالیہ، اخلاق، آداب، علم، ایمان و یقین اور عبادت میں شغف کے عمومی گوشوں پر توجہ مرکوز کی ہے جو موجودہ دور میں ہماری نہایت اہم ضرورت ہیں۔ یہ امت عز و شرف کے جس مقام پر فائز تھی اسے دوبارہ صرف اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے کہ ہم سلف صالحین کے اوصاف اپنا لیں اور ان اوصاف (علم، ایمان اور اخلاق وغیرہ) میں سے جو چیز آج ناپید ہو چکی ہے اس کا احیا کریں۔

جب صورتحال یہ ہو کہ ان علماء اور محدثین کی سی سیرتیں اکثر مسلمانوں کے ہاں بھی ناپید ہوں تو پھر ان لوگوں کو ان کی سیرت کا علم کیسے ہو سکتا ہے جو عرصۂ دراز سے دین اسلام سے روگردانی کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ پریشان حال لوگوں کی رہنمائی کرنے والی شمع بجھ چکی ہے اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ کوئی اس شمع کو روشن کرے تاکہ راستہ جگمگا اٹھے۔ بلاشبہ لوگ باتیں سن سن کر اکتا چکے ہیں اور سارے کے سارے لوگ اب یہ چاہتے ہیں کہ وہ اس دین کو اسی طرح قائم دیکھیں جس طرح وہ سابقہ علماء اور ان کا اتباع کرنے والے مسلمانوں کے ہاں حقیقی طور پر موجود تھا۔ یہ دین ان کے ہاں یوں قائم تھا کہ وہ ان کے دلوں اور عقلوں میں رچ بس گیا تھا اور ان کے رگ و ریشے میں اس کی کامل آمیزش ہو چکی تھی۔ یقیناً ان کی زندگی کا ایک ایک سانس اور ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے وقف تھا۔ ان کی گفتگو اور سکوت محض اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوتا تھا۔

انھوں نے اپنے ایمان، علم و عمل اور عبادات کے ذریعے سے دنیا کو روشن اور تابناک بنا دیا۔ اگر آپ ان کے کردار اور اخلاق کو دیکھیں تو یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ

کردار، آداب اور اخلاق تو انبیائے کرام والے ہیں۔ اگر آپ ان کے خرید و فروخت کے معاملے اور لوگوں سے ان کے برتاؤ کے بارے میں کتب کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان کے یہ تمام امور کتاب اللہ کی حقیقی ترجمانی اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا حقیقی پرتو ہیں، چنانچہ ان لوگوں کا تذکرہ دلوں کو نرم کرنے کا باعث بنتا ہے اور جامد اعضاء کو اللہ کی راہ میں حرکت پر ابھارتا ہے۔ ہوسکتا ہے آپ ان کے تذکرے کے مطالعے کی وجہ سے ان مقربین کے قافلے میں شامل ہو جائیں۔

مَخلد بن حسین رحمہ اللہ [1] سے نیکوکار لوگوں کے اخلاق کا تذکرہ کیا جاتا تو وہ فرماتے:

لَا تَعْرِضَنَّ بِذِكْرِنَا فِي ذِكْرِهِمْ

لَيْسَ الصَّحِيحُ إِذَا مَشَى كَالْمُقْعِدِ

''ان لوگوں کے تذکرے کے ساتھ ہمارا تذکرہ ہرگز نہ کیا کرو کیونکہ چلتا ہوا تندرست آدمی بیکار بیٹھے شخص جیسا نہیں ہوتا۔'' [2]

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ''دارالسلام، الریاض'' نے ان علماء کے سوانح حیات کی اشاعت، عالم اسلام میں ان کی تشہیر اور مسلمانوں کو ان علماء کے احوال سے آگاہ کرنے کا عزم کیا ہے تاکہ مسلم نوجوان انھیں اپنا اسوہ اور آئیڈیل بنائیں اور اس امت کا حال اس کے ماضی سے مربوط ہو جائے۔ اس ادارے کے رفقاء اور منتظمین نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں مسلمانوں کو ان کے علماء سے روشناس کروانے کے لیے کچھ کتابچے تحریر کروں، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور ان کتابچوں کے لکھنے کا پختہ عزم کر لیا۔

میں چاہتا تھا کہ یہ کتاب ایک مرجع کی حیثیت کی حامل ہو اور اس میں مذکور علماء کی سیرت روایت اور حدیث کے حوالے سے ان کے تمام امور کا احاطہ کرتی ہو۔ مزید برآں اس

[1] دیکھیے التقریب: 6530. مخلد بن حسین رحمہ اللہ [2] أبو نعيم "الحلية": 266/8.

میں ان مراجع و مصادر کا بھی تذکرہ ہو جن سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس اشاعتی ادارے کے منتظمین کا ارادہ یہ تھا کہ یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لیے بالعموم اور نوجوانوں کے لیے بالخصوص انتہائی سہل اور آسان ہو، چنانچہ میں نے اختصار کی کوشش کی ہے۔

میں اس بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے ان سوانح حیات میں زیادہ باریک بینی کے ساتھ جرح و تعدیل کے قواعد کا التزام نہیں کیا بلکہ سنن اور سوانح حیات کی کتابوں کے مندرجات میں ان علماء کے بارے میں جو مشہور باتیں پائی گئی ہیں صرف انھی کا تذکرہ کیا ہے، اور اگر ان میں کوئی انجانی اور نئی بات پائی گئی تو اسے میں نے ترک کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں میں نے حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ جیسے متقدمین اہل نظر حفاظ کا اتباع کیا ہے جو سوانح حیات اور سیرت نگاری میں مشغول رہے ہیں۔ میں نے مراجع و مصادر کے تذکرے میں بھی وسعت اختیار نہیں کی کہ کہیں کتاب کے حواشی طویل نہ ہو جائیں بلکہ میں نے ہر موقع پر صرف ایک مصدر کے تذکرے ہی پر اکتفا کیا ہے۔ واللہ المستعان.

یہ کتاب علم حدیث کے امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی سیرت ہے جن کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے اور انھوں نے تابعین کرام اور اتباع تبع تابعین کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دیا۔ بلاشبہ آپ یگانہ روزگار، نابغہ عصر، اپنے دور کی بے مثال و منفرد شخصیت اور سنت نبوی کی ایک شمع اور امت کے لیے ایک حجت اور برہان تھے رحمہ اللہ.

راقم

صلاح الدین علی عبدالموجود

salahmera@salahmera.com

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر ذات باری تعالیٰ کی جو نعمتیں ہیں، ان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تمام ایسی حمد و ثنا کے لائق ہے جو اس کی نعمتوں کے برابر ہو اور اس کی مزید نعمتوں کے لیے کافی ہو اور اُس کے نبیِ مکرم، نبیِ رحمت، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابۂ کرام پر درود ہو۔ امابعد!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کی وضاحت کرنے والی ہے اور آپ کو اس کی تفسیر اور وضاحت کا مرجع و منبع قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾

''اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا۔''[1]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ﴾

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تا کہ آپ ان پر وہ چیز واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔''[2]

[1] النحل 16:44۔ [2] النحل 16:64۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل کی جانب سے اس کے احکامات کی وضاحت کرنے والے اور اس کی کتاب (قرآن) کے متن کے معانی و مفاہیم کی تشریح کرنے والے تھے جنھیں لوگوں تک پہنچانا مقصود تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے دین، شریعت، احکام، فرائض، واجبات، آداب، مباحات اور ایسی سنن اور آثار جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پھیلایا تھا اور ان سب امور میں جو کچھ مشروع کیا تھا، اس کو بیان کرنے والے تھے۔ آپ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں 23 سال لوگوں کو دین کے آثار پر قائم ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ نبیٔ کریم ﷺ فرائض مقرر کرتے، سنن رائج کرتے، احکام کا نفاذ کرتے، حرام کو حرام اور حلال کو حلال قرار دیتے تھے۔ آپ لوگوں کو قول و فعل میں دین حق اور صحیح منہج پر ثابت قدم رکھتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک اسی منہج اور عمل پر قائم رہے۔ آپ پر اور آپ کی آل پر سب سے افضل، سب سے کامل، سب سے پاکیزہ اور سب سے مقدس درود و سلام ہو۔

کتاب اللہ اپنی محکم اور متشابہ آیات، خاص و عام، ناسخ و منسوخ اور انذار و تبشیر کے ذریعے سے جس بات پر دلالت کرتی ہے اس کی وضاحت اور عملی طور پر اس کی انجام دہی کے ذریعے سے نبیٔ مکرم ﷺ نے اللہ عزوجل کی حجت ثابت فرما دی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ﴾

”خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول (بھیجے) تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کو الزام دینے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔“[1]

[1] النسآء 4:165.

کتاب وسنت کی معرفت کا اسلوب

اگر یہ کہا جائے کہ کتاب اللہ کے مفاہیم اور دین کے جن آثار کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی معرفت کے حصول کا ذریعہ اور طریقہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مفاہیم اور دین کی معرفت کا ذریعہ وہ صحیح احادیث و آثار ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے یا آپ کے بالغ نظر صحابۂ کرامؓ سے مروی ہیں جنھوں نے بذات خود قرآن کریم کے نزول کا مشاہدہ کیا اور اس کی تفسیر کا علم حاصل کیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ صحیح[1] اور ضعیف[2] احادیث و آثار کی پہچان کیسے کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث و آثار کی صحت وضعف کی پہچان ایسے ماہرین اور نقاد علماء کی تنقید و تحقیق کے ذریعے سے حاصل کی جائے گی جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں خصوصی فضیلت بخشی ہے اور انھیں ہر دور اور ہر عہد میں علم کی معرفت سے نوازا ہے۔

① صحیح: صحیح وہ حدیث ہوتی ہے جس کی ① سند متصل ہو، یعنی ہر راوی نے اسے اپنے استاذ سے اخذ کیا ہو۔ ② اس کا ہر راوی عادل ہو، یعنی کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، شائستہ طبیعت کا مالک ہو اور با اخلاق ہو۔ ③ وہ کامل الضبط ہو، یعنی حدیث کو تحریر یا حافظے کے ذریعے سے کما حقہ محفوظ کرے اور آگے پہنچائے۔ ④ وہ حدیث شاذ نہ ہو۔ (شاذ وہ حدیث ہے جس کا راوی ثقہ ہو اور بیانِ حدیث میں اپنے سے زیادہ ثقہ یا اپنے جیسے بہت سے ثقہ راویوں کی مخالفت کرے۔) ⑤ اس میں کوئی (ظاہری یا باطنی) علت نہ ہو۔

② ضعیف: ضعیف وہ حدیث ہے جس میں صحیح اور حسن کی تمام صفات جمع نہ ہوں۔

کتاب اللہ کے مفاہیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنن جاننے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ نقل وروایت کا طریقہ ہے، لہٰذا یہ واجب ہے کہ ہم عادل، ثقہ اور مضبوط حافظے اور قوی ضبط کے مالک راویوں اور غفلت، وہم اور کمزور حافظے کا شکار ہونے والے اور جھوٹے اور من گھڑت احادیث وضع کرنے والے راویوں کے مابین تمیز کریں۔ جب دین اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہمارے پاس صرف راویوں کے ایک دوسرے سے نقل کرنے سے آیا ہے تو ہم پر ان کی معرفت اور پہچان لازم ہے، نیز ہماری یہ ذمہ داری اور فریضہ ہے کہ ہم آیات و احادیث نقل کرنے والے راویوں کے بارے میں تحقیق کریں، ان کے احوال کی جانچ پڑتال کریں اور پھر روایتِ حدیث کے معاملے میں عدالت وثقاہت اور ضبط کی ان شرائط کے مطابق ان راویوں کی توثیق کریں جنھیں پرکھ لیا گیا ہے۔

نقلِ حدیث اور روایت میں کسی پر عدالت وثقاہت کا حکم لگانے کا تقاضا یہ ہے کہ توثیق شدہ راوی بذات خود امانت دار ہوں، اپنے دین کے جاننے والے ہوں اور متقی، پرہیز گار، حدیث کے حافظ،[1] باوثوق اور ماہر ہوں۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کی استعداد رکھتے ہوں۔ بکثرت غفلتوں کی وجہ سے کسی غلط بیانی کا شکار نہ ہوتے ہوں۔ جن باتوں کو انھوں نے حفظ اور ذہن نشین کیا ہو، ان کے معاملے میں ان پر اوہام غالب نہ آتے ہوں۔ اغلاط کی بنا پر شکوک وشبہات میں مبتلا نہ ہوتے ہوں۔

[1] محدثین کے نزدیک حافظ وہ ہے جس نے متون احادیث اور ان کے اصول حاصل کیے، متعدد کتب کا سماع کیا اور علل واسانید اور اسماء الرجال کی معرفت حاصل کرنے کے ساتھ احادیث کی کثیر تعداد کو حفظ کیا ہو اور رجال کو طبقہ بہ طبقہ اس طرح محفوظ کیا ہو کہ ان کے احوال، سوانح اور ان کے شہروں کی پوری معرفت حاصل کی ہو۔ بعض متاخرین علماء نے کہا ہے کہ جس نے ایک لاکھ احادیث باسند یاد کی ہوں، وہ حافظ ہے۔ (اصول الحدیث از ڈاکٹر خالد علوی: 52,51,50/1)

مزید برآں ہماری یہ ذمہ داری بھی ہے کہ ثقہ راویوں سے ان راویوں کو الگ کر دیا جائے جن پر جرح وتعدیل کے ماہرین نے جرح کی ہو اور ہمارے لیے ان کے جھوٹ جیسے پوشیدہ معاملات سے پردہ اٹھایا ہو۔ اسی طرح غفلت، سوءِ حفظ اور کثرت خطا، سہو اور شکوک وشبہات جیسے عیوب کے شکار راویوں کو آشکارا کیا ہو تا کہ اس دین (اسلام) کے دلائل، اس کے نقوش اور اللہ کی زمین پر اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو امانت داری سے دوسروں تک پہنچانے والوں کو پہچانا جا سکے۔ جو راوی اس میزان پر پورے اتریں وہی عادل اور ثقہ ہیں، لہٰذا جس بات کو وہ روایت کریں اسے مضبوطی سے تھام لیا جائے، اس پر اعتماد کیا جائے، اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور اسی کے مطابق دین کے امور چلائے جائیں۔

اس بحث وتحقیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کی پہچان ہو جو ایسے جھوٹے ہیں کہ جان بوجھ کر احادیث گھڑتے ہیں یا پھر وہ جھوٹ تو بولتے ہیں لیکن ان کا جھوٹ عمداً نہیں ہوتا بلکہ وہم کی وجہ سے ہوتا ہے، نیز غفلت، نسیان، اغلاط اور کمزور حافظے کے مالک افراد کی پہچان حاصل ہو، ان کے احوال لوگوں پر منکشف ہوں اور ان اسباب کی خبر ہو جن پر ان کی روایت کا دارومدار ہے اور پھر ان احادیث کا مقام متعین کیا جا سکے۔ اگر روایت کرنے والا جھوٹا ہے تو اس کی روایت جھوٹی ہوگی۔ اگر وہ وہمی ہے تو اس کی روایت ایک وہم اور اگر وہ اغلاط کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی روایت ایک غلطی سمجھی جائے گی۔ یہی مجروح راوی ہیں، لہٰذا ان میں سے جس راوی کی حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دینا واجب ہے اس کی حدیث کو ساقط قرار دیا جاتا ہے اور اس کا کوئی اعتبار کیا جاتا ہے نہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

جس راوی کی حدیث پرکھنے کے لیے لکھنی واجب ہو اسے اسی اعتبار سے لکھا جاتا

ہے، پھر ان میں سے بعض راویوں کی حدیث عمدہ آداب و اخلاق، اچھے پند و نصائح، ترغیب و ترہیب اور نرمی اور انکسار والے امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ پھر اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ راویوں کے طبقات اور ان کے احوال کی درجہ بندی کو واضح کیا جائے اور ان کے درجات کا اختلاف بیان کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کون راویوں کے بارے میں نکتہ چینی، تنقید اور چھان پھٹک، تحقیق، بحث اور ان کی پہچان کی اہلیت رکھتا ہے، جو لوگ اس مقام و مرتبہ کے حامل ہیں وہی دوسروں کی جرح و تعدیل اور تزکیے کی اہلیت رکھتے ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہو سکے کہ کون بذات خود عادل ہے اور حدیث کو وثوق اور صحیح ضبط کے ساتھ حفظ کرنے والا ہے، چنانچہ اسی مقام کے حاملین عادل اور ثقہ راوی ہیں۔

ان میں سے بعض راوی اپنی روایت کے معاملے میں صدوق اور دین کے معاملے میں متقی ہیں لیکن وہ ایسے حافظے کے مالک ہیں جس سے بسا اوقات وہم صادر ہو جاتا ہے۔ ایسے راویوں کو نقاد اور ماہر اہل فن نے قبول کیا ہے کہ ان کی حدیث کو حجت سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ''صدوق'' راوی بھی ہیں جو دین کے معاملے میں متقی ہیں جبکہ حدیث کے معاملے میں ایسی غفلت کے شکار ہیں کہ ان کے قول میں وہم، خطا اور اغلاط کی بھرمار ہے، چنانچہ ترغیب و ترہیب، زہد اور آداب واخلاقیات وغیرہ کے متعلق ان کی احادیث کو لکھا جاتا ہے اور حلت و حرمت کے متعلق ان کی احادیث کو قابل حجت قرار نہیں دیا جاتا۔

بعض راوی ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو ثقہ اور صدوق مرتبے کے راویوں سے ملانے کی کوشش کی اور راویوں کے مابین تدلیس [1] کی تو فن رجال کے ماہرین اور

[1] تدلیس کرنے والے راوی کو مُدَلِّس کہتے ہیں اور مُدَلَّس وہ حدیث ہے جس کا راوی کسی وجہ سے ◄◄

نقاد پر ان کا جھوٹ ظاہر ہو گیا، چنانچہ ان کی حدیث کو ترک کر دیا گیا، ان کی روایت کو چھوڑ دیا گیا اور ساقط الاعتبار قرار دے دیا گیا، لہٰذا ان کی احادیث کے ساتھ علم و عمل میں مشغول نہیں ہوا جاتا۔

◂◂ اپنے استاد یا استاد کے استاد کا نام (یا تعارف) چھپائے لیکن سننے والے کو یہ تاثر دے کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور سند متصل ہی ہے، حالانکہ اس سند میں راویوں کی ملاقات اور سماع تو ثابت ہوتا ہے مگر متعلقہ روایت کا سماع نہیں ہوتا۔

صحابۂ کرام

جہاں تک صحابۂ کرام کا معاملہ ہے تو یہ وہ شخصیات ہیں جنھوں نے وحی اور قرآن کے نزول کا مشاہدہ کیا اور انھوں نے تفسیر اور تاویل کی معرفت حاصل کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت، اس کی نصرت، اپنے دین کے قیام اور حق کے اظہار کے لیے چن لیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ صحابیت کے لیے ان سے راضی ہو گیا اور انھیں ہمارے لیے مقتدا، پیشوا اور رہبر مقرر فرما دیا۔ انھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کے ہر اس فرمان کو ذہن نشین کر لیا جسے آپ نے اللہ عزوجل کی طرف سے ان تک پہنچایا۔ جس سنت کو آپ نے رائج کیا اور جس بات کو آپ نے مشروع کیا، جس کا آپ نے حکم اور فیصلہ دیا، جس چیز کو جائز قرار دیا اور اس کا حکم دیا، جس سے منع کیا، ڈرایا یا تادیب کی، صحابہ نے اس کی تعمیل کی۔ انھوں نے نبیٔ کریم ﷺ سے ہر قسم کی مفید بات غور سے سنی، اسے ذہن نشین کیا اور اسے محفوظ کر لیا، لہٰذا وہ دین کے فقیہ بن گئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے امر، نہی اور اس کی مراد کو جان لیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے، آپ کی ذات بابرکات سے کتاب اللہ کی تفسیر و تاویل کا مشاہدہ کرنے، آپ کے ساتھ رہنے اور آپ سے مسائل کا استنباط کرنے کی وجہ سے اللہ عزوجل نے انھیں عزت و اکرام اور قیادت کا رتبہ عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں شک، جھوٹ اور شبہات، اغلاط اور عیوب و نقائص

کی نفی فرما دی ہے اور ان کا نام عَدُولُ الْأُمَّة ''امت کے سب سے عادل لوگ'' رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔''[1]

نبیٔ اکرم ﷺ نے اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿ وَّسَطًا ﴾ کی تفسیر ''عدل'' کے ساتھ فرمائی ہے۔[2] پس صحابۂ کرام امت کی عادل ترین شخصیات، ائمۂ ہدایت، دین کے معاملے میں حجت اور کتاب وسنت کے ناقلین تھے۔ اللہ عزوجل نے ان کے طریقے کو مضبوطی سے تھامنے، ان کے منہج پر چلنے، ان کے طرزِ عمل کو اپنانے اور ان کی اقتدا کرنے پر ہمیں مامور فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ ﴾

''اور جس شخص کے سامنے واضح شکل میں ہدایت آ جائے اور اس کے بعد وہ رسول کی مخالفت کرے، اور وہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ جانا چاہے اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''[3]

نبیٔ اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے فرامین کی تبلیغ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ انھی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے

① البقرة 143:2.

② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله عزوجل : ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ ﴾، حديث :3339، ومسند أحمد :9/3 واللفظ له.

③ النسآء 115:4.

دعا کرتے ہوئے فرمایا:

«نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي ، فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا حَتّٰى يُبَلِّغَهَا غَيْرَهُ»

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہمیشہ تروتازہ رکھے جس نے میرا فرمان سنا، اسے یاد کیا اور اچھی طرح ذہن نشین کیا، پھر دوسروں تک پہنچایا۔''[1]

آپ نے اپنے آخری خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا:

«فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ»

''جو لوگ موجود ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک (میرے فرامین) پہنچا دیں۔''[2]

اور فرمایا:

«بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً»

''اگر تمھیں ایک آیت کا بھی علم ہو، اسے بھی میری جانب سے دوسروں تک پہنچا دو۔''[3]

نیز فرمایا:

«وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ»

''اور میری احادیث بیان کرو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔''[4]

چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عرب و عجم کے مختلف گوشوں، شہروں اور سرحدوں میں پھیل

① سنن أبي داود، العلم، باب فضل نشر العلم، حديث : 3660، و جامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث : 2658، و سنن ابن ماجه، المقدمة، باب من بلغ علما، حديث : 236، باختلاف يسير.

② صحيح البخاري، الحج، باب الخطبة أيام منى، حديث : 1739، 1741، و صحيح مسلم، القسامة و المحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء......، حديث : 1679.

③ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث : 3461.

④ صحيح مسلم، الزهد، باب التثبت في الحديث......، حديث : 3004.

گئے اور دیگر ممالک کی فتوحات، مغازی، حکومت، عہدۂ قضاء اور فیصلوں میں مشغول ہو گئے۔ ان میں سے ہر صحابی جس خطے، شہر یا ملک میں تھا اس نے وہاں رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہوئی احادیث کو پھیلا دیا۔ انھوں نے اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق فیصلے کیے، اپنے معاملات کو رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ طریقے کے مطابق سرانجام دیا۔ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو جواب میں وہی فتویٰ صادر کرتے جو رسول اللہ ﷺ کے جوابات میں سے ان کے ذہن میں آتا یا پھر اس مسئلے سے مماثلت رکھنے والے دیگر مسائل سے استنباط کر کے فتویٰ دیتے۔

حسن نیت اور تقرب الی اللہ میں دوسرے لوگوں سے فائق ہونے کے باوجود انھوں نے عوام الناس کو فرائض، مسائل وراثت، احکام، سنن اور حلال وحرام کی تعلیم دینے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو قبض کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی مغفرت اور رحمت فرمائے اور ان سے راضی ہو جائے۔
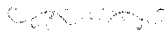
تابعین کرام

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کا زمانہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے دین کے قیام کے لیے چن لیا اور انھیں اپنے فرائض و حدود، اوامر ونواہی، احکام اور اپنے رسول کی سنن اور آثار کی حفاظت کے لیے مخصوص کر لیا، چنانچہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کردہ جو احکام، سنن و آثار اور دیگر امور آگے پہنچائے، وہ تابعین نے اپنے اذہان میں راسخ کر لیے، ان کی تعلیم پائی اور ان میں تفقہ حاصل کر لیا جن سے ہم نے صحابۂ کرام کو متصف قرار دیا ہے۔ وہ اسلام، دین اور اللہ عزوجل کے اوامر ونواہی کی پاسداری میں اس مقام و مرتبہ پر فائز ہو گئے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾

”اور وہ لوگ جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان (مہاجرین و انصار) کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔“[1]

پس تابعین کرام اپنی بیدار مغزی، امورِ دین میں احتیاط پسندی اور دین سے گہری وابستگی، نیز نیک اور متقی ہونے کی وجہ سے اللہ عزوجل کی خوشنودی اور بارگاہِ الٰہی سے ان کی جو عمدہ توصیف کی گئی، اس کے ساتھ اس مقام پر فائز ہو گئے جس کے ذریعے سے

[1] التوبة 9:100.

اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر عیب اور بدنامی کا داغ لگنے سے منزہ اور پاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے دین کو مدلل ثابت کرنے اور اپنی سنت کے قیام اور اپنے طریقے کے فروغ پر مامور فرمایا۔ آپ ان میں سے ہر شخص کو دیکھیں گے کہ وہ سربرآوردہ امام، علم و فضل میں دوسروں سے فائق، سنن کا محافظ اور انھیں پایۂ ثبوت تک پہنچانے والا، عقیدے پر کاربند اور اسے حرزِ جان بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمت اور مغفرت فرمائے۔

تابعین کی اکثریت اسی مقام و مرتبہ پر فائز ہے، ماسوا چند لوگوں کے جنھوں نے اگرچہ تدلیس اور دھوکا دہی کا سہارا لیتے ہوئے اپنے آپ کو ان کے زمرے میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن درحقیقت وہ ان میں شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ کسی بھی اعتبار سے ان کے احوال و آثار سے مطابقت نہیں رکھتے، نہ فقہ میں، نہ علم میں اور نہ قرآن و سنت کے حفظ واتقان میں۔

تبع تابعین

تابعین کے بعد تبع تابعین کا دور آیا۔ وہ بہترین لوگوں کے خلفاء اور اللہ عزوجل کے دین اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی نقل و روایت اور انھیں حفظ اور ذہن نشین کرنے میں مختلف ممالک اور شہروں کی نمایاں شخصیات تھے۔ وہ حلال وحرام کے جاننے والے اور اللہ تعالیٰ کے احکام وفرائض کے فقہاء تھے۔ ان میں سے ''سفیان بن عیینہ'' مکہ مکرمہ میں اور سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج اور حماد بن زید عراق میں اور اوزاعی شام میں تھے۔ اسی طرح علمائے کرام پے در پے کتاب وسنت کے ایک ہی سرچشمے سے فیض یاب ہوتے رہے اور اپنی اپنی پیاس بجھاتے رہے اور انھوں نے ان دونوں میں کسی قسم کی آلودگی نہیں پائی۔

یہاں ہم انھی علماء میں سے ایک بزرگ عالم و امام اور علم وفضل اور دین وشریعت کے بڑے ماہر کی سوانح عمری لکھ رہے ہیں جس نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔ وہ امین، پختہ عقل کے مالک، باوقار، صائب الرائے، معانی کا استنباط کرنے والے، بیان کو صحیح طور پر مربوط کرنے والے امام ''ابومحمد سفیان بن عیینہ ہلالی'' ہیں۔ وہ عالم، ناقد، زاہد اور عابد تھے۔ ان کا علم چہار دانگ عالم میں مشہور ہے اور ان کا زہد کامل ہے۔

ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام زہری کے نہایت قابل شاگرد تین ہیں: ''امام مالک، سفیان بن عیینہ اور معمر رحمہم اللہ۔''[1]

[1] الجرح و التعدیل: 16/1.

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا ذکرِ جمیل

نام ونسب

آپ کا نام اور شجرۂ نسب یوں ہے: سفیان بن عیینہ بن ابو عمران میمون۔ آپ ضحاک بن مزاحم کے بھائی محمد بن مزاحم کے مولیٰ تھے۔ آپ بہت بڑے امام، حافظ العصر، شیخ الاسلام ابو محمد ہلالی اور کوفی و مکی ہیں۔①

لقب وکنیت

آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب ابن عیینہ ہے۔ آپ کو ابو محمد ہلالی بھی کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: برہان حلبی نے سفیان بن عیینہ کے حالات زندگی دو مرتبہ ذکر کیے ہیں: ایک مرتبہ سفیان بن عیینہ بن ابو عمران کے نام سے اور دوسری مرتبہ سفیان بن عیینہ ہلالی مولیٰ مِسْعَر بن کِدام کے نام سے۔ اور دوسرے کے متعلق کہا ہے: لَيْسَ بِشَيْءٍ ''وہ کچھ بھی نہیں ہے۔'' اور وہ تدلیس کیا کرتے تھے۔

برہان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دوسرا سفیان پہلے سفیان کے علاوہ کوئی اور ہے جبکہ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسے انھوں نے سمجھا ہے کیونکہ ابن عیینہ بنو ہلال کے مولیٰ تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنے سفر کے فوائد میں لکھا ہے کہ جب وہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ سے ملے تو آپ نے ابن دقیق العید سے سوال کیا کہ ابو محمد ہلالی کون ہیں؟ انھوں نے

① سیر أعلام النبلاء :454/8.

جواب دیا: ''سفیان بن عیینہ'' تو امام ذہبی کو ان کی اس حاضر جوابی پر بڑا تعجب ہوا۔ آپ کو مسعر کی طرف اس لیے منسوب کیا جاتا ہے کہ مسعر بنو ہلال کا خالص النسب فرد تھا۔''[1]

سفیان کے نام سے موسوم لوگ

سفیان نام کے اصحاب کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عظیم، افضل، مشہور اور حدیث کے امیر المومنین سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں۔

سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ کے متعدد اساتذہ مشترک ہیں۔ ان دونوں نے اعمش اور اس کے علاوہ کئی دوسرے شیوخ سے مشترکہ روایات لی ہیں۔ اسی طرح ان دونوں سے ولید بن مسلم اور دیگر کئی راویانِ حدیث نے روایت کی ہے۔

رَامَہُرمُزِی رحمہ اللہ [2] فرماتے ہیں کہ میں قاسم مُطَرِّز رحمہ اللہ [3] کے پاس موجود تھا۔ انھوں نے اپنی سند کے ساتھ سفیان سے ایک حدیث بیان فرمائی تو ابو طالب بن نصر [4] نے ان سے پوچھا کہ یہ سفیان کون سا ہے؟ مُطَرِّز رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''یہ ثوری ہیں۔'' ابو طالب

[1] طبقات المدلسین: 32.

[2] رامہرمزی: ان کا نام ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الفارسی الرامہرمزی القاضی ہے۔ آپ نے علوم حدیث کے موضوع پر کتاب المحدث الفاصل بین الراوي والواعي تصنیف کی۔ اور یہ اپنے موضوع پر بہت اچھی کتاب ہے۔ (سیر أعلام النبلاء: 73/16) رامہرمز ایران کے شہر اہواز سے پچپن میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 134/10)

[3] قاسم مطرِّز: ان کا نام ابوبکر قاسم بن زکریا بن یحییٰ ہے جو المطرز کے نام سے معروف ہیں۔ انھوں نے بہت زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ مصنف، قاری اور دانا آدمی تھے۔ آپ کوفہ میں 350ھ میں فوت ہوئے۔ (تاریخ بغداد: 441/12)

[4] ابو طالب بن نصر: ان کا نام ابو الفضل حافظ امام احمد بن نصر بن طالب البغدادی ہے۔ آپ رمضان 323ھ میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ: 36/3)

نے کہا: ”نہیں بلکہ یہ ابن عیینہ ہیں۔“ مُطرز نے پوچھا: ”تم کس بنا پر یہ بات کہتے ہو؟“ اس پر ابو طالب نے جواب دیا: ”میں نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ اس سند میں سفیان کا شاگرد ولید ہے اور ولید نے سفیان ثوری سے چند گنی چنی اور مشہور و معروف روایات ہی نقل کی ہیں جبکہ اس کے ہاں ابن عیینہ سے روایات کی بھرمار ہے، نیز سفیان ثوری ابن عیینہ سے بڑے اور متقدم ہیں مگر ابن عیینہ ثوری کی نسبت زیادہ اسناد والے ہیں۔

سفیان بن عیینہ کے دور میں ان کے علاوہ سفیان بن حبیب، سفیان بن عقبہ، سفیان بن عامر وغیرہ بھی تھے، البتہ احادیث کی اسناد میں ان کا تذکرہ ان کے نام کی نسبت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔[1]

ولادت اور پرورش

راجح قول کے مطابق سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کوفے میں 107ھ میں پیدا ہوئے۔[2]

عبدالرحمٰن بن بشر فرماتے ہیں کہ میں نے 196ھ کے نصف شعبان میں ہفتے کے روز شام کے وقت سفیان بن عیینہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”آج میں 89 سال کا ہو گیا ہوں۔ میں 107ھ کے نصف شعبان میں پیدا ہوا تھا۔“ میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ آپ 91 سال تک زندہ رہے۔[3] پھر آپ نے مکہ مکرمہ کی جانب سفر کیا اور وہیں پرورش پائی۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد خالد بن عبداللہ قسری کے کارندوں میں سے تھے۔ جب خالد کو عراق سے معزول کر دیا گیا اور یوسف بن عمر ثقفی کو وہاں کا گورنر بنایا گیا تو اس نے خالد کے کارندوں کو طلب

① المحدث الفاصل، ص:286.

② تهذيب التهذيب:2/357، و سير أعلام النبلاء:8/454.

③ سير أعلام النبلاء:8/474.

کیا۔ اس کے ڈر سے تمام کارندے بھاگ گئے۔ عیینہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔''[1]

والد گرامی

آپ کے والد عیینہ بن ابو عمران کوفی ہیں جو بنو ہلال کے مولیٰ تھے۔ آپ نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کی اور آپ سے آپ کے بیٹے سفیان نے روایت کی۔
امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ کے والد کوفہ[2] میں ناظم الامور

① صفة الصفوة: 2/231.

② کوفہ: عربی لفظ کے عام معنی ہیں: ''ریت کا گول ٹیلہ۔'' لہٰذا اس نام سے پتا چلتا ہے کہ شہر کا قدیم ترین حصہ اسی نوع کی بلندی پر بسایا گیا ہوگا۔ اس کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے 17ھ/638ء میں رکھی۔ (ان کی بنا کردہ مسجد کو جامع الکوفہ کہا جاتا ہے۔ ''عروس البلاد بغداد میں'' ص:104) جنگ قادسیہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے عربوں نے یہاں ایک مضبوط چھاؤنی تعمیر کی۔ کوفہ اور بصرہ دونوں کو فوجی اسباب کی بنا پر دریائے فرات کے مغربی کنارے پر بسایا گیا تاکہ دارالخلافہ مدینہ اور ان فوجی مرکزوں کے درمیان نقل وحمل پر طبعی رکاوٹیں اثر انداز نہ ہوسکیں۔ رفتہ رفتہ کوفہ کی آبادی بڑھتی چلی گئی۔ عرب سپاہیوں کے علاوہ سوداگروں، کاریگروں اور دوسرے مزدوروں کے خاندان جو بیشتر ایرانی النسل تھے، یہاں بڑی تعداد میں آباد ہو گئے۔ جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے تھے اور اپنی شہادت تک وہیں مقیم رہے تھے۔ کوفہ والوں نے علوم اسلامی کے فروغ میں بہت زیادہ خدمات سرانجام دیں، خصوصاً 63ھ/683ء میں جب جنگ حرہ ہوئی تھی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی بزرگ صحابی کوفہ آبسے تھے۔ ان میں ایک مشہور ومعروف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جو السابقون الاولون میں سے ہیں جنھیں اہل کوفہ کا رہبر ومعلم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ کوفہ کی ایک ممتاز شخصیت شراحیل الشعبی (متوفی تقریباً 104ھ/722ء) بھی تھے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 454-458)۔ ان دنوں کوفہ کی آبادی تیس ہزار سے زائد ہے اور یہ ضلع نجف کا دارالحکومت ہے۔ (المنجد في الأعلام، ص: 475)

تھے اور یوسف بن عمر ثقفی[1] کے ڈر سے فرار ہو گئے۔ میں نے نہیں سنا کہ ان کے بیٹے سفیان کے علاوہ کسی اور نے ان سے حدیث بیان کی ہو۔''[2]

سفیان کے والد کی نصیحت

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب میں اپنی عمر کے پندرھویں سال میں پہنچا تو میرے باپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: ''اے سفیان! بلاشبہ کم سنی کے ضابطے اور قوانین تجھ سے منقطع ہو گئے ہیں، لہٰذا بھلائی کے امور محفوظ کر لے تو اہل خیر میں شمار ہونے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں جو تجھے دھوکے میں مبتلا کرنا چاہے، اس سے دھوکہ مت کھانا کہ وہ تیری مدح وستائش اس بات کے خلاف کرے جو تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیونکہ جب کوئی آدمی کسی سے خوش ہو کر اس کے لیے کلمۂ خیر کہتا ہے تو وہی آدمی جب ناراض ہوتا ہے تو اس کے بارے میں اسی طرح کلمۂ شر کہتا ہے۔ برے ہم جلیسوں کے بجائے اکیلا رہنے کا عادی ہو جا۔ تیرے بارے میں میرا جو حسن ظن ہے اسے بدظنی میں تبدیل نہ کرنا۔ علماء میں وہی شخص خوش نصیب اور بامراد ہو سکتا ہے جو ان کی پیروی کرتا ہے۔''

سفیان فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے والد کی اس وصیت کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے، میں اسی کی طرف میلان رکھتا ہوں اور اس سے بے رخی نہیں برتتا۔''[3]

[1] یوسف بن عمر ثقفی پہلے یمن کا امیر تھا، پھر خلیفہ ہشام نے اسے عراق کا امیر مقرر کر دیا۔ یہ بڑا جابر، متکبر اور پر ہیبت شخص تھا۔ اس کا عراق میں بہت بڑا دستر خوان لگتا تھا۔ مدائنی کے بقول: روزانہ قرب و جوار میں پانچ سو ذیلی دستر خوان لگتے تھے جن پر عمدہ عمدہ کھانے چنے جاتے تھے۔ خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک کے قتل کے بعد اس کو عراق سے معزول کر دیا گیا اور 127 ھ میں اسے قتل کر دیا گیا۔

[2] الجرح و التعدیل: 31/7.

[3] صفة الصفوة: 231/2.

والدہ محترمہ

آپ کی والدہ محترمہ کے بارے میں ہم زیادہ نہیں جانتے مگر آپ کے والد کو علم وفضل اور دین میں جو مقام ومنزلت حاصل ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ بھی بڑی فاضلہ خاتون تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے ماموں یعقوب بن أبي مُتّئِد اور ماموں زاد بھائی نعیم بن یعقوب بن أبي متئد ہیں، چنانچہ ابو عبداللہ سعید بن محمد بن سعید حزمی کوفی کے حالات زندگی میں اس بات کا بھی تذکرہ ملتا ہے کہ انھوں نے شریک، عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن ابجر، حاتم بن اسماعیل، عمرو بن ابو مِقدام، عمرو بن عطیہ عوفی، قاضی ابو یوسف اور سفیان بن عیینہ کے ماموں یعقوب بن أبی متئد سے احادیث روایت کی ہیں۔[1]

امام طبرانی رحمہ اللہ ابن عیینہ کے ماموں ابن أبي متئد کے حوالے سے ایک روایت لائے ہیں جس میں ابن أبي متئد اپنے والد سے، وہ عطاء سے اور عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا إِلٰی مَیْسَرَتِهِ أَنْظَرَهُ اللّٰهُ بِذَنْبِهِ إِلٰی تَوْبَتِهِ»

''جس نے کسی تنگ دست کو اس کی فراخی تک مہلت دی، اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہ سے توبہ تک مہلت دے گا۔''[2]

ابی متئد نعیم بن یعقوب بن ابی متئد کے بارے میں امام ابو حاتم نے ''منکر الحدیث''

---

[1] الوافي في الوفيات: 2080.

[2] تفسير ابن كثير: 441/1، والمعجم الكبير: 151/11. اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے ضعيف الجامع الصغير، ص: 751، حديث: 5490، وسلسلة الأحاديث الضعيفة: 299/11، حديث: 5185.

کا حکم لگایا ہے اور فرمایا کہ انھوں نے یحییٰ البکاء کے واسطے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تین یا چار منکر [1] احادیث روایت کی ہیں اور امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی کتب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں: (تَجَشَّأَ رَجُلٌ...... الحديث) [2]

شادی

آپ کی بیوی کے بارے میں بھی ہم زیادہ نہیں جانتے کیونکہ تذکرہ نگار علماء سے تعلق رکھنے والے صرف انھی حضرات کے تذکرے کی جستجو کرتے ہیں جو بذات خود علم میں مشغول ہوتے ہیں۔

محمد بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بصرہ [3] کا بھی سفر کیا تھا۔

[1] منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی ضعیف ہو اور بیانِ حدیث میں ایک یا زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے۔

[2] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث : أكثرهم شبعًا في الدنيا......، حديث :2478، و سنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الاقتصاد في الأكل و كراهة الشبع، حديث :3350. یہ حدیث حسن ہے۔

[3] بصرہ: صحابیٔ رسول عتبہ بن غزوان قدیم ایرانی چوکی کے کھنڈروں پر خیمہ زن ہوئے جسے عربوں نے الخریبہ کا نام دے رکھا تھا، پھر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس مقام کو فوجی چھاؤنی کی غرض سے منتخب کر لیا۔ یہی چھاؤنی قصبۂ بصرہ کی بنیاد بنی۔ کہا جاتا ہے کہ بصرہ کے لفظی معنی ہیں: ''سیاہ سنگریزے۔'' یہ مقام شرط العرب سے تخمیناً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ابتدا ہی سے بصرہ فاتح عرب فوجوں کے لیے بھرتی کا مرکز تھا۔ اہل بصرہ نے جنگ نہاوند (21ھ/642ء) نیز اصطخر، فارس، خراسان اور بجستان کی فتح (29ھ/650ء) میں حصہ لیا تھا۔ اور اسی قصبے کے پاس جنگ جمل لڑی گئی (36ھ/656ء)۔ اگلے سال (37ھ/657ء) اہل بصرہ نے صفین کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ◄◄

وہاں آپ نے ایک طویل عرصے تک قیام کیا اور وہیں عبداللہ بن بکر سہمی کی بیٹی کے ساتھ شادی کی۔ ①

عبداللہ بن بکر بن حبیب سہمی رحمہ اللہ باہلہ ② کے رہنے والے تھے اور آپ کی کنیت ابو وہب تھی۔ آپ ثقہ اور صدوق درجے کے راوی تھے۔ آپ بغداد میں محرم 208ھ میں فوت ہوئے۔ ③

اولاد کے احوال

سفیان بن عیینہ کے بیٹوں کے بارے میں بھی ہم زیادہ نہیں جانتے سوائے اس بات کے کہ آپ بیٹوں کی ضروریات کا شکوہ کرتے تھے۔

آپ کے بیٹوں کے بارے میں ایک انوکھی بات روایت کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کا ایک شیر خوار بیٹا تھا جس کے بارے میں آپ چاہتے تھے کہ وہ بھی علم حاصل

◄◄ کی حمایت کی۔ یاد رہے بصرہ ہی وہ مقام ہے جہاں عربی صرف ونحو نے جنم لیا اور سیبویہ اور خلیل بن احمد نے اسے چار چاند لگا دیے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں ابو عمرو بن العلاء، ابوعبیدہ الاصمعی اور ابوالحسن المدائنی جیسے فضلاء پیدا ہوئے جنھوں نے اشعار اور تاریخی روایتیں جمع کر کے آنے والے مصنفوں کے لیے مواد فراہم کیا۔ واصل بن عطاء، عمرو بن عبید، ابوالہذیل النظام اور دوسرے معتزلہ یہیں اپنے افکار پھیلاتے رہے۔ (ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 4/578-581)

① طبقات المحدثين بأصبهان: 2/213.

② باہلہ: باہلہ سے مراد بنو مالک بن اعصر بن سعد بن قیس عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔ ارض باہلہ الریاض سے مکہ کو براہ راست جانے والی شاہراہ کے دونوں طرف واقع تھی۔ اہم ترین ماہر لسانیات الاصمعی اور سپہ سالار قتیبہ بن مسلم بھی باہلہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 3/1019-1021)

③ الطبقات الكبرٰى: 7/295.

کرے۔ لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ علم کے کس مرحلے تک پہنچ سکا تھا۔

عبید اللہ بن عمر قواریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے ایک دودھ پینے والے (کم عمر) بچے کو دیکھا کہ وہ فضیل رحمہ اللہ کے پاس آیا تو انھوں نے فرمایا: کیا تیرے گھر میں جو ''شر'' ہے، وہ کافی نہیں ہے کہ تو یہاں حدیث سننے کے لیے آ گیا ہے؟ ان کا اشارہ (بہت چھوٹی عمر میں علم) حدیث (سیکھنے) کی طرف تھا گویا انھوں نے علم حدیث کے لیے ننھے بچے کی جلدی پر حیرت کا اظہار کیا کیونکہ حدیث کے طلبہ کو بڑی مشقت اور تھکاوٹ برداشت کرنی پڑتی ہے۔[1]

بھائیوں کا تذکرہ

اگرچہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا سارا خاندان علم حدیث میں مصروف رہنے والے لوگوں پر مشتمل تھا لیکن ان کے شہ سوار، مردِ میدان اور درخشاں ستارے امام سفیان ہی ہیں۔

حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عیینہ کے دس بیٹے تھے۔ وہ سارے بھائی ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ ان میں سے پانچ بھائیوں نے احادیث بیان کی ہیں۔ وہ پانچ بھائی سفیان بن عیینہ، ابراہیم بن عیینہ، محمد بن عیینہ، آدم بن عیینہ اور عمران بن عیینہ رحمہم اللہ ہیں۔ سفیان مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے اور وہیں فوت ہوئے۔''[2]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سفیان کے متعدد بھائی تھے جن میں عمران بن عیینہ، ابراہیم بن عیینہ، آدم بن عیینہ اور محمد بن عیینہ رحمہم اللہ ہیں۔ انھوں نے احادیث روایت کی ہیں۔''[3]

[1] اقتضاء العلم العمل: 82. [2] تهذيب الكمال: 177/11.

[3] سير أعلام النبلاء: 465/8.

اس تذکرے میں ان کی تعداد چار ہے۔ اس کا سبب رشتۂ ازدواج کی وجہ سے باہمی تعلق ہو سکتا ہے، یعنی ممکن ہے کہ یہ سب بھائی ماں اور باپ، دونوں جانب سے حقیقی بھائی ہوں۔

یحییٰ بن یحییٰ فرماتے ہیں: ''میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس تھا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ''اے ابو محمد! میں آپ سے فلاں عورت، یعنی اپنی بیوی کی شکایت کرتا ہوں۔ میں اس کے نزدیک سب سے ذلیل، حقیر اور گھٹیا ہوں۔'' سفیان رحمہ اللہ نے تھوڑی دیر تک اپنا سر جھکائے رکھا، پھر سر اوپر اٹھایا اور فرمایا: ''شاید تو نے اس کی طرف رغبت اس لیے کی تھی تا کہ تیری عزت میں اضافہ ہو جائے؟'' اس نے جواب دیا: ''اے ابو محمد! معاملہ اسی طرح ہے۔'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو بھی عزت حاصل کرنے جاتا ہے، اسے ذلت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور جو شخص دین کی طرف جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے عزت، مال اور دین جمع کر دیتا ہے۔'' پھر وہ آپ بیتی سنانے لگے۔ وہ فرماتے ہیں: ''ہم چار بھائی محمد، عمران، ابراہیم اور میں تھے۔ محمد سب سے بڑے، عمران سب سے چھوٹے اور میں منجھلا بھائی تھا۔ جب محمد نے شادی کا ارادہ کیا تو اس کا میلان حسب و نسب والی عورت کی طرف تھا، چنانچہ اس نے ایسی عورت سے شادی کی جو حسب و نسب میں اس سے برتر تھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت میں مبتلا کر دیا۔ عمران نے مال میں اپنا میلان ظاہر کیا، چنانچہ اس نے ایسی عورت سے شادی کی جو اس سے زیادہ مال دار تھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے فقیری اور تنگدستی میں مبتلا کر دیا۔ اس کے سسرال نے اس سے ہر وہ چیز لے لی جس کا وہ مالک تھا اور اسے کوئی چیز نہ دی۔ میں دونوں کے معاملے میں حیران و پریشان ہو کر رہ گیا۔ ہمارے پاس معمر بن راشد رحمہ اللہ تشریف لائے تو میں نے انھیں اپنے بھائیوں کا قصہ بیان کیا۔ ان سے اس کے بارے میں مشورہ لیا تو انھوں نے مجھے یحییٰ بن

جعدہ رحمہ اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث بیان کیں۔ حضرت یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ کی حدیث تو یہ ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَجَمَالِهَا ، وَلِدِينِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»

''چار وجوہات: حسب ونسب، مال، خوبصورتی اور دین کی بنا پر عورت سے شادی کی جاتی ہے۔ لیکن تو دین والی عورت کو ترجیح دے، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں!''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً»

''برکت کے اعتبار سے سب سے عظیم نکاح وہ ہے جس میں تکلف کم ہو۔''[2]

چنانچہ میں نے اپنے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرتے ہوئے دین اور کمر کی آسانی (بوجھ کی کمی) کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے دین کے ساتھ ساتھ میرے لیے عزت اور مال بھی جمع کر دیا۔''[3]

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين، حديث :5090، و صحيح مسلم، النكاح، باب استحباب نكاح ذات الدين، حديث : 1466، عن أبي هريرة، و مصنف ابن أبي شيبة: 555/3، حديث:17145,17144.

[2] شعب الإيمان للبيهقي :254/5. یہ حدیث ابن سخبرہ کی جہالت کی بنا پر ضعیف ہے۔ بعض روایات میں اس حدیث کے الفاظ: أعظم النساء...... ہیں لیکن وہ بھی اسی راوی کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ان روایات کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے إرواء الغليل: 348/6، حديث: 1928، و سلسلة الأحاديث الضعيفة :243/3، حديث : 1117 .

[3] حلية الأولياء : 289/7.

محدث بھائیوں کا تذکرہ

ابراہیم بن عیینہ: آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ آپ محدث، امام اور نہایت نفع رساں شخصیت کے مالک تھے۔ آپ 120ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابوحیان تیمی، طلحہ بن یحییٰ، صالح بن حسان اور مسعر سے حدیث کا سماع کیا۔ آپ نے احادیث محدود تعداد میں روایت کی ہیں۔ آپ بیانِ حدیث میں بھی بہتر تصور نہیں کیے جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے 199ھ میں وفات پائی۔[1]

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے بھائی سے ایک سال قبل وفات پائی اور آپ کی بیان کردہ احادیث ''صالح'' ہیں۔[2]

محمد بن عیینہ: آپ سفیان کے بھائی اور بنو ہلال کے مولیٰ تھے۔ محمد بن عیینہ بذات خود بیان کرتے ہیں کہ ہم بہت معزز تھے اور سفیان بن عیینہ سے پہلے ہمارے پاس اونٹ ہوتا تھا جس پر ہم قبیلے کے لیے پانی لایا کرتے تھے۔''[3]

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ کے بھائی بنو ہلال کے مولیٰ محمد بن عیینہ بن ابوعمران نے ابوحازم سلمہ بن دینار اور شعبہ سے روایت کی ہے اور ان سے یحییٰ بن سعید القطان، زافر بن سلیمان اور حسن بن ربیع نے روایت لی ہے۔ آپ نے مَصِیصہ میں وفات پائی۔ میں نے اپنے باپ کو یہ باتیں بیان کرتے ہوئے سنا، نیز وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے ان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''ان کی بیان کردہ حدیث سے حجت نہ لی جائے کیونکہ وہ منکر روایات لایا کرتے تھے۔''[4]

[1] سیر أعلام النبلاء :475/8. [2] میزان الاعتدال :51/1.

[3] التاریخ الکبیر:204/1. [4] الجرح و التعدیل :42/8.

آدم بن عیینہ: یہ بھی سفیان بن عیینہ کے بھائی ہیں۔ انھوں نے کمتر درجے کے راویوں سے روایات لی ہیں اور کمتر راویوں ہی نے ان سے روایت کی ہے۔ میں (ابن ابی حاتم) نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''آدم بن عیینہ کی بیان کردہ حدیث سے حجت نہ لی جائے کیونکہ وہ منکر احادیث بیان کرتا تھا۔''[1]

[1] الجرح والتعدیل:267/2.
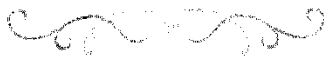
سفیان بن عیینہ کی سیرت وصورت کے خدوخال

بچپن ہی سے آپ میں علماء والا رعب اور دبدبہ پایا جاتا تھا۔ جو بھی آپ کو دیکھتا، آپ سے محبت کرنے لگتا اور آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔

حماد بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار رحمہ اللہ کے پاس سفیان بن عیینہ کو دیکھا جبکہ وہ ابھی بچے تھے۔ اس وقت آپ کی زلفیں تھیں اور آپ کے پاس تختیاں تھیں۔ [1]

آپ اپنے اساتذہ، مشائخ اور علماء کے ہاں نہایت قابل تعظیم اور محترم تھے۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن جریج نے کہا: ''ہم تمھارے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ تم تو عمرو بن دینار کے منصب پر بھی فائز قرار پا سکتے ہو، یعنی تم ان کے ہاں سب سے فائق اور مقدم ہو۔'' [2]

سینگی لگوانا

سینگی لگوانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ خود بھی سینگی لگواتے تھے اور آپ نے اپنی امت کو بھی سینگی لگوانے کی ترغیب دلائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ اُن سے سینگی لگانے والے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے بیان کیا:

«اِحْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَجَمَهُ أَبُوطَيْبَةَ، وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ

① الجرح والتعديل :4/226. ② الجرح والتعديل :1/34.

طَعَامٍ وَّكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفُوا عَنْهُ، وَقَالَ: [إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ]»

''رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی تو آپ کو پچھنے ابوطیبہ نے لگائے اور آپ نے اسے اناج کے دو صاع دیے اور اس کے مالکوں سے بات چیت کی تو انھوں نے ابوطیبہ پر نرمی کرنا شروع کر دی، نیز آپ نے فرمایا: بہترین چیز جس سے تم علاج کرتے ہو وہ سینگی لگانا ہے۔''[1]

لیکن بعض لوگ سینگی کے نتیجے میں پہنچنے والی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ اس عمل میں سینگی والی جگہ کو رسی سے باندھا جاتا ہے، استرے کے ساتھ جسم کو چیرا دیا جاتا ہے اور اس سے خون بہتا ہے، اسی وجہ سے بعض لوگ اسے برداشت نہیں کر سکتے۔

محمد بن اسماعیل اور محمد بن یوسف بن حَکَم کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عبدالرحمٰن اُسامی مدینی بخارا[2] تشریف لائے تو ان کے قیام کے دوران میں ہم ان کی خدمت میں حاضر

① صحيح البخاري، الطب، باب الحجامة من الداء، حديث: 5696، و صحيح مسلم، المساقاة، باب حل أجرة الحجامة، حديث: 1577.

② بخارا: ازبکستان کا یہ شہر دریائے زرافشاں کی زیریں گزرگاہ پر واقع ہے۔ یہ نام بوہریا وہارا (خانقاہ) کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اسلامی مآخذ میں مقامی حکمرانوں کو بخاراخداہ لکھا گیا ہے۔ 54ھ میں عربوں نے عبیداللہ بن زیاد کی قیادت میں شدید لڑائی کے بعد بخارا فتح کر لیا۔ 91ھ/710ء میں قتیبہ بن مسلم نے دشمنوں کو شکست دے کر طغشادہ (طوق سیادہ) کو شاہِ بخارا کی حیثیت سے مسند نشین کیا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ یہیں 194ھ/809ء میں پیدا ہوئے۔ 616ھ/1220ء میں چنگیز خان کے مغول (تاتاریوں) نے بخارا کی جامع مسجد اور چند محلات کو چھوڑ کر پورا شہر نذر آتش کر دیا۔ چنگیز خان کے جانشین کے عہد میں یہ پھر ایک گنجان آباد شہر بن گیا۔ بخارا کی آبادی دو اڑھائی لاکھ ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 4/110-116، و تاریخ الطبري: 4/221)

ہوتے تو وہ ہمیں احادیث سُناتے تھے۔ ایک دن انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ آپ ہفتے کے دن سینگی لگوایا کرتے تھے، پھر انھوں نے فرمایا کہ میں نے کئی مرتبہ سفیان بن عیینہ کو دیکھا کہ وہ ہفتے کے دن سینگی لگوایا کرتے تھے۔ محمد بن یوسف کہتے ہیں: پھر ہم ابوجعفر مُسندی کے پاس آئے اور انھیں یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگے: ''مجھے کھڑا کرو، مجھے کھڑا کرو، میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے سوائے ایک مرتبہ کے کبھی سینگی نہیں لگوائی۔ جب میں نے سینگی لگوائی تھی تو مجھ پر غشی طاری ہوگئی تھی۔''

محمد بن یوسف کہتے ہیں: ''اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کذاب ہے۔'' ابومعشر فرماتے ہیں: ''اسی لیے محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔''[1]

دورِ پرورش

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے متعدد خلفاء کا زمانہ پایا۔ آپ نے تابعین اور تبع تابعین کے گروہ کے مابین رابطے کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے (آپ نے تابعین کی روایات و احادیث کو تبع تابعین تک پہنچایا ہے۔) آپ نے طویل عمر پائی حتی کہ آپ کی عمر 90 سال سے تجاوز کر گئی تھی۔ وہ دور جس میں آپ نے پرورش پائی، اس دور میں مسلمانوں کے ہاں دین کی عزت وعظمت باقی تھی اور امت اسلامیہ بہت وسیع ہو چکی تھی۔ دین اسلام زمین کے تمام گوشوں اور علاقوں میں عظیم قوت تسلیم کیا جا چکا تھا۔ کافر امتیں مغلوب اور ذلیل ہو چکی تھیں۔ خلفاء، امراء اور گورنر اسلام کی حقانیت کی حفاظت کرتے تھے اور امت مسلمہ کی فتوحات بڑھانے کی کوششیں کر رہے تھے۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی ولادت اور پرورش خلافت کے دو ادوار (بنوامیہ، بنوعباس) میں ہوئی۔

② تاریخ بغداد :9/482.

خلافت بنوامیہ

① امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں پیدا ہوئے۔ ہشام بن عبدالملک بڑا زیرک، دور اندیش، عقل مند اور متقی شخص تھا۔ وہ اپنے بیت المال میں اس وقت تک کوئی مال داخل نہ کرتا جب تک 40 آدمی حلفاً اس بات کی گواہی نہ دیتے کہ اسے حق کے ساتھ ہی لیا گیا ہے۔ وہ انتہائی دلیر، بہادر اور شجاع تھا۔ اس نے اسی سال روم کا قیصریہ[1] شہر فتح کیا جس سال ابن عیینہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ وہ بہت بردبار تھا اور اس کا غصہ بہت جلد ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔

اس دور کے واقعات میں سے ایک واقعہ ابراہیم بن ابوعبلہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہشام بن عبدالملک کی طرف سے یہ پیغام بھیجا گیا: ''اے ابراہیم! بلاشبہ ہم تجھے اس وقت سے جانتے ہیں جب تو ابھی چھوٹا تھا، پھر تو بڑا ہوا تو ہم نے تیرا امتحان لیا اور تیرا سیرت و کردار ہمیں پسند آیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے اپنے ساتھ ملا لوں، اپنا مقرب بنا لوں اور اپنے امور میں تجھے شریک کرلوں۔ میں نے تجھے مصر کے خراج کا حاکم مقرر کیا ہے۔'' میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ نے میرے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو ثواب جمیل اور جزائے خیر عطا کرے اور وہی جزا دینے اور ثواب عطا کرنے میں کافی ہے۔ رہی دوسری بات تو جو میرا علم ہے اس کے مطابق وصولیٔ خراج کا مجھے کوئی تجربہ ہے نہ علم اور نہ اسے حاصل کرنے کی میرے اندر قوت ہی ہے۔'' یہ سن کر اسے غصہ آ گیا اور اس کے چہرے پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کی دونوں آنکھوں میں بھینگا پن تھا، چنانچہ اس نے مجھے اجنبی نگاہ سے دیکھا اور کہا: ''تو چاہے

① قیصریہ: یہ ترکی کا شہر ہے جو اناطولیہ میں واقع ہے۔ سلجوقیوں نے اسے 1082ء میں فتح کیا تھا۔ (المنجد في الأعلام، ص:444)

یا نہ چاہے یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔" میں خاموش رہا حتی کہ جب میں نے دیکھا کہ اس کے غصے کا زور ٹوٹ گیا ہے اور اس کا جوش ٹھنڈا پڑ چکا ہے تو میں نے کہا: "اے امیر المومنین! کیا میں کوئی بات کروں؟" انھوں نے کہا: "ہاں! کرو۔" میں نے کہا: "اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا﴾

"بلاشبہ ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا۔"[1]

اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر غضب ناک ہوا تھا نہ اس نے انھیں اس وقت مجبور کیا تھا جب انھوں نے اسے اٹھانے کو ناپسند کیا تھا۔ میں اس بات کا ہرگز حق دار نہیں ہوں کہ اگر میں انکار کروں تو آپ میرے اوپر غضب ناک ہوں اور جب میں اسے ناپسند کروں تو آپ مجھے مجبور کریں۔ یہ سن کر وہ ہنسنے لگا حتی کہ اس کی ڈاڑھیں جھلکنے لگیں۔ پھر اس نے کہا: "اے ابراہیم! تو نے اپنی زود فہمی کے ساتھ انکار کیا ہے۔ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تجھ سے درگزر کرتے ہیں۔"[2]

② ہشام کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک خلیفہ بنا۔ اس نے بعض سیاہ کاریوں اور فسق و فجور کا مظاہرہ کیا، چنانچہ اس کا محاصرہ کیا گیا، پھر سولی چڑھا کر اسے ہلاک کر دیا گیا۔

③ ولید کے بعد یزید بن ولید بن عبدالملک خلیفہ بنا۔ اس کا لقب "ناقص" تھا۔ وہ چھ ماہ سے کم مدت تک حکمران رہا، پھر فوت ہو گیا۔

④ اس کے بعد ابراہیم بن ولید بن عبدالملک برسر اقتدار آیا، وہ ستر (70) راتیں حکمران

① الأحزاب 72:33. ② تاریخ ابن عساکر: 437/6.

رہا، پھر اسے معزول کر دیا گیا۔

⑤ اس کے بعد مروان بن محمد بن مروان بن حکم [1] آیا اور وہ بنوامیہ کا آخری خلیفہ تھا۔ [2]

خلافت بنوعباس

بنوامیہ کی خلافت کے بعد خلافت بنوعباس کا آغاز ہوا۔

⑥ خلافت بنوعباس کی ابتدا ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس [3] سے ہوئی۔ وہ عظیم سخی اور بہت زیادہ مال خرچ کرنے والا تھا اور بلادِ مغرب (شمالی افریقہ کے وہ ممالک جو مصر کے مغرب میں واقع ہیں، مثلاً لیبیا اور تونس وغیرہ) تک کے ممالک پر اس کی پائیدار اور مضبوط حکومت قائم ہوگئی۔

⑦ اس کے بعد ابوجعفر المنصور آیا جس کا نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس [4] تھا۔ اسی نے بغداد شہر بسایا اور اس کے دور میں علمائے اسلام اپنے عروج کو پہنچ گئے۔ تصانیف کی شکل میں تدوین کا عمل شروع ہوا، چنانچہ حدیث، فقہ اور تفسیر کو مدون کیا جانے لگا۔ اس دور میں علم کی تدوین اور باب بندی بکثرت ہوئی۔ اس دور سے پہلے ائمہ کرام اپنے حافظے یا غیر مرتب صحیفوں کے ذریعے سے گفتگو کرتے اور تعلیم دیتے تھے۔

① مروان ثانی: اس کا دور (744ء تا 750ء) حمص اور فلسطین کی بغاوتوں، خوارج کی سرکشی اور ابومسلم خراسانی کی یلغار سے عبارت تھا۔ آخر میں مروان جنگ زاب میں عباسیوں سے شکست کھا کر فرار ہوتے ہوئے مارا گیا۔ (ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم: 16,15/1)

② البدایة والنهایة: 46/10,173/9.

③ ابوالعباس عبداللہ السفاح: یہ عباسی خاندان کا پہلا خلیفہ (750ء تا 754ء) تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم: 24/1)

④ ابوجعفر عبداللہ المنصور: یہی دوسرا خلیفہ عباسی خلافت کا اصل بانی (754ء تا 775ء) سمجھا جاتا ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم: 25/1)

⑧ اس کے بعد خلیفہ مہدی آیا۔ اس کا نام ابو عبداللہ محمد بن منصور تھا۔ وہ نہایت سخی، اپنی رعایا سے محبت کرنے والا اور صحیح عقیدے کا مالک تھا۔ اس نے زنادقہ فرقے کو نیست و نابود کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ہادی خلیفہ بنا۔ اس کے باپ مہدی نے اسے زنادقہ کا تعاقب کرنے اور انھیں قتل کرنے کی وصیت کی تھی، چنانچہ اس نے ان کے معاملے میں بہت سختی کی اور بڑی تعداد میں زندیقوں کو قتل کر دیا۔ وہ اپنی رعایا سے محبت کرنے والا اور صحیح عقیدے کا مالک تھا۔ وہ نہایت معزز، سخی اور جواد تھا۔[1]

⑨ مہدی کے بعد ہادی آیا۔ اس کا نام موسیٰ بن مہدی بن منصور تھا۔ اس پر شراب نوشی اور کھیل کود کا الزام تھا، نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خلافت کا وقار ملحوظ خاطر نہیں رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑا قادر الکلام، فصیح و بلیغ ادیب اور ہیبت و دبدبے والا تھا، نیز وہ بڑا باوقار، جواں مرد اور خوددار تھا۔

⑩ 170 ھ میں ہارون الرشید بن مہدی بن منصور خلیفہ بنا۔ اس کی ماں ام ہادی تھی۔ وہ سفید رو، حسین اور خوش گفتار تھا۔ علم و ادب پر اس کی گہری نظر تھی۔ وہ اپنے تمام دور خلافت میں اپنی وفات تک روزانہ سو رکعت نفل پڑھا کرتا تھا اور سوائے مجبوری اور بیماری کے کبھی انھیں ترک نہیں کرتا تھا اور ہر روز اپنے ذاتی مال سے ہزار درہم صدقہ کرتا تھا۔ وہ علم اور علماء سے محبت کرنے والا اور اسلام کے محرمات کا احترام کرنے والا تھا۔ وہ دین کے معاملے میں جھگڑے، کٹ حجتی اور کتاب و سنت کی مخالفت کو سخت ناپسند کرتا تھا۔

⑪ الامین محمد ابو عبداللہ بن الرشید اپنے باپ ہارون کا ولی عہد تھا۔ باپ کی وفات کے بعد وہ خلافت کا والی بنا۔ وہ خوبصورتی اور حسن و جمال میں سب نوجوانوں سے بڑھ کر تھا۔ وہ جوان رعنا تھا۔ سفید رو، بلند قامت، حسین و جمیل، انتہائی قوی، سخت گیر اور دلیر

[1] البداية والنهاية :10/137,46.

تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے ہاتھوں سے شیر کو ہلاک کر دیا تھا۔ وہ شستہ گفتگو کرنے والا اور خوش گفتار تھا اور ادب سے گہری دلچسپی رکھتا تھا لیکن ان خصائل کے باوجود وہ بد تدبیر، انتہائی فضول خرچ، کمزور رائے کا مالک، ناسمجھ اور کم ظرف تھا۔ وہ حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے اپنے بھائی قاسم کو اس عہدے سے معزول کر دیا جس پر ہارون الرشید نے اسے مقرر کیا تھا۔ امین اور اس کے بھائی مامون کے مابین نفرت اور بیزاری پیدا ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ وزیر فضل بن ربیع کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اگر خلافت مامون کے پاس چلی گئی تو اس کا عروج باقی نہیں رہے گا، چنانچہ اس نے امین کو مامون کے خلاف اکسایا اور اس کی ولی عہدی منسوخ کرنے پر ابھارا، نیز اسے ترغیب دلائی کہ وہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد مقرر کر دے۔ جب مامون کو یہ خبر پہنچی کہ اس کے بھائی نے اسے معزول کر دیا ہے تو ان دونوں کے درمیان نفرت دو چند ہو گئی جو انھیں بہت بڑے جھگڑے تک لے گئی یہاں تک کہ امین نے اپنے بھائی کا نام ولی عہدی سے بھی ساقط کر دیا اور ان دونوں میں جنگ چھڑ گئی جس کا خاتمہ امین کے قتل پر ہوا۔ امین کا قتل اس کے بھائی مامون پر بڑا شاق گزرا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کا بھائی اس کے سامنے زندہ رہے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

⑫ ابو العباس عبداللہ بن الرشید المامون بروز جمعہ نصف ربیع الاول 170ھ کو پیدا ہوا۔ یہ وہی رات تھی جب ہادی فوت ہوا اور اس کا باپ خلیفہ بنا۔ اس کی والدہ ام ولد تھی جو تسری کی لونڈیوں میں سے تھی۔ اس کا نام مراجل تھا۔ وہ مامون کی پیدائش کے وقت زچگی کے ایام میں وفات پا گئی۔ مامون نے کم سنی ہی میں علم حاصل کر لیا تھا۔ اس نے اپنے والد، ہُشَیم، عباد بن عوام، یوسف بن عطیہ، ابو معاویہ ضریر، اسماعیل بن عُلَیہ، حجاج اعور اور ان کے دور کے دیگر محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔ یزیدی نے اسے ادب سے روشناس

کروایا۔اس نے اسلامی سلطنت کے فقہاء کو جمع کرلیا تھا۔وہ فقہ،عربی زبان اور ایام رفتہ کی تاریخ کا ماہر تھا۔دوراندیشی،عزم،بردباری،علم،عمدہ رائے،بصیرت،رعب و دبدبہ، شجاعت اور فیاضی میں بنو عباس کے افضل ترین آدمیوں میں سے تھا۔اس کے محاسن بہت زیادہ اور سیرت بہت طویل ہوتی اگر وہ خلق قرآن کے مسئلے میں لوگوں کو ابتلا میں نہ ڈالتا۔اس نے امت کو آزمائش اور مصائب میں اس قدر مبتلا کیا کہ قریب تھا کہ امت اپنے علماء کے ساتھ مٹ جاتی۔خلافت بنو عباس میں اس سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہوا۔ وہ بڑا قادر الکلام اور خوش گفتار تھا۔وہ کہا کرتا تھا: معاویہ،عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی وجہ سے کامیاب حکمران تھے اور عبدالملک حجاج بن یوسف کی وجہ سے جبکہ میں بذات خود ہی کامیاب حکمران ہوں۔کہا جاتا ہے کہ بنو عباس کی حکومت کو ایک شخص قائم کرنے والا،ایک شخص اسے عروج پر پہنچانے والا اور ایک شخص اس کا خاتمہ کرنے والا ہے۔عباسی خلافت کا بانی سفاح،اسے عروج بخشنے والا مامون [1] اور اس کا خاتمہ کرنے والا معتضد [2] ہے۔

مامون کی خلافت کے آغاز ہی میں 198 ھ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فوت ہوئے۔

[1] مامون: مامون کا عہد (823ء تا833ء) عباسی خلافت کا سب سے شاندار دور تھا۔علوم وفنون کی فراخدلانہ سرپرستی ہوئی۔دو رصدگاہیں تعمیر ہوئیں،ایک بغداد کے قریب،دوسری دمشق کے پاس۔بغداد کی رصدگاہ کے ساتھ دارالعلوم اعلیٰ درجے کا کتب خانہ تھا۔علاوہ ازیں ادب،سائنس اور فلسفے کی کتابوں کا ترجمہ یونانی،سریانی،فارسی اور سنسکرت سے عربی میں ہوا۔(انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم:1/28,27)

[2] معتضد: معتمد علی اللہ کے بعد اس کا بھتیجا معتضد باللہ 279ھ /892ء میں خلیفہ بنا۔اس کے عہد میں مصر دوبارہ خلافت کے ماتحت آگیا۔معتضد نے قانون میراث کی اصلاح کی۔(انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم:1/ 32) معتضد خوبصورت،بہادر اور معاملہ فہم تھا۔اس نے فلسفہ اور مناظرہ کی کتابوں کی اشاعت روک دی تھی تاکہ مذہبی فتنوں کا سدباب ہو۔اس کے عہد میں قرامطہ نے خروج کیا۔اس کی وفات ربیع الثانی 289ھ میں ہوئی۔(ماخوذ از تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان نجیب آبادی:1/ 1074-1077)

تحصیلِ علم

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے ابتدائی عمر ہی میں حصول علم کا آغاز کر دیا تھا اور یہ اس امام پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان تھا۔ جب آپ عمر رسیدہ ہو گئے اور آپ کی عمر 80 سال سے متجاوز ہو گئی تو اس وقت تک آپ نے اس قدر علوم حاصل کر لیے کہ آپ کے ہم عصر اس قدر علوم حاصل نہ کر سکے، چنانچہ تمام علوم میں آپ کی سیادت مسلم ہو گئی۔ آپ نے علوم شرعیہ کے حصول کے ذریعے سے اس قدر اعلیٰ مراتب اور شرف حاصل کر لیا کہ خلفاء اور امراء بھی علماء کے مقام و مرتبہ کی تمنا کرنے لگے۔

یحییٰ بن اکثم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ ہارون الرشید نے کہا: ''سب سے معزز اور اعلیٰ مرتبہ کون سا ہے؟'' میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! جس مرتبے پر آپ فائز ہیں وہی سب سے عالی شان ہے۔'' خلیفہ نے کہا: ''کیا آپ میرے مرتبے سے زیادہ معزز اور شان و شوکت والے مرتبے کو نہیں جانتے؟'' میں نے کہا: ''نہیں!'' ہارون نے کہا: ''لیکن میں جانتا ہوں۔ وہ آدمی زیادہ معزز ہے جو حلقۂ درس میں بیٹھ کر کہتا ہے: ''مجھ سے فلاں آدمی نے بیان کیا کہ اس نے فلاں سے روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔'' میں نے کہا: ''کیا مسلمانوں کے حکمران کا مرتبہ زیادہ نہیں ہے؟'' خلیفہ نے کہا: ''تجھ پر افسوس! یہ ایک مقام تو ہے لیکن یہ (محدث شخص) مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جڑا ہوا ہے جو کبھی فنا نہیں ہو گا۔ ہم فوت ہو کر فنا ہو

جائیں گے جبکہ علماء اس وقت تک باقی رہیں گے جب تک زمانے کے لیل و نہار گردش میں رہیں گے۔"[1]

مسلمان پر علم اور علماء کی فضیلت کیسے مخفی رہ سکتی ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کرتا ہے:

﴿هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط﴾

"کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟"[2]

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنتا ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

"اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں فرشتوں اور اہل علم نے بھی (گواہی دی ہے) جبکہ وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے، اس کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں، وہ غالب ہے، خوب حکمت والا۔"[3]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور فرشتوں کی گواہی کو اپنی گواہی کے ساتھ ملایا ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان کو حصول علم کی فضیلت کا پتہ نہ چلے جبکہ وہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو سنتا ہے:

«مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَّلْتَمِسُ فِيهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ»

"جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں

① أدب الإملاء، ص: 20. ② الزمر 9:39.

③ آل عمرٰن 18:3.

اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے۔''[1]

اور وہ آپ کا یہ فرمان بھی سنتا ہے:

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ»

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''[2]

ایک مسلمان اپنی زندگی میں جس شرعی علم کا محتاج ہے، اس کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں کیسے شک کر سکتا ہے، حالانکہ اس نے ایسے دین کو اختیار کیا ہے جو توحید، عبادات اور معاملات و آداب، احکامِ نکاح اور احکام قصاص پر قائم ہے۔ ان تمام معاملات پر مکمل طور پر بخوبی عمل کرنا علم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پہلا اور دوسرا بنیادی امر جو کہ توحید اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق اس کی عبادت ہے، ان دونوں کی حقیقت جاننا نہایت ضروری ہے۔ کلمۂ توحید أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ کی حقیقت یہ دونوں امور ہی ہیں۔

پس کلمۂ توحید کی حقیقت جاننے کے لیے مسلمان کو اس قدر شرعی علم کی اشد ضرورت ہے جو کلمۂ توحید کے اسرار و غوامض تک پہنچا دے۔ اسی طرح مسلمان دوسرے بنیادی کام، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی حقیقت کو اس کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق ادائیگی کا علم حاصل کیے بغیر کیسے جان سکتا ہے؟ لہٰذا قول و عمل دونوں پر علم مقدم ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ

[1] صحيح مسلم، الذكر و الدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن......، حديث :2699.

[2] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث :224. اس حدیث کے متعدد طرق ہیں جو اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب و الترهيب:140/1، حديث:72.

نے صحیح بخاری کی کتاب العلم میں اسی نام سے ایک باب قائم کیا ہے: بَابُ: الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ ''اس بات کا بیان کہ علم قول وعمل دونوں پر مقدم ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

''جان لو! بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں ہے۔''[1]

پس اللہ نے علم کے ساتھ اپنے کلام کی ابتدا کی ہے:

«وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَوَرَّثُوا الْعِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ»

''اور بلاشبہ علماء ہی علم کے وارث ہیں۔ انبیائے کرام نے علم کا ترکہ چھوڑا ہے۔ جس نے علم حاصل کرلیا، اس نے وراثت کا بہت زیادہ حصہ لے لیا۔''[2]

«مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَّطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ»

''جو شخص حصول علم کے لیے کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان بنا دیتا ہے۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾

''بلاشبہ اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔''[4]

---

① محمد 19:47.

② سنن أبي داود، العلم، باب في فضل العلم، حديث:3641.

③ صحيح مسلم، الذكر و الدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، حديث:2699.

④ فاطر 28:35.

اور فرمایا:

﴿وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝﴾

”ان (مثالوں) کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔“[1]

نیز فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝﴾

”(جہنمی کہیں گے:) اگر ہم انبیاء کی بات سنتے یا عقل رکھتے تو آج اہل جہنم میں سے نہ ہوتے۔“[2]

نیز فرمایا:

﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط﴾

”کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟“[3]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُّـفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»

”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرما لیتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔“[4]

اور فرمایا:

«وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ»

---

① العنکبوت 43:29. ② الملك 10:67.

③ الزمر 9:39.

④ صحيح البخاري، العلم، باب من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين، حديث: 71، و صحيح مسلم، الزكاة، باب النهي عن المسألة، حديث: 1037.

''بلاشبہ علم سیکھنے ہی سے آتا ہے۔''[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

«لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهِ، وَأَشَارَ إِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا»

''اگر تم اس (اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) پر تلوار رکھ دو، پھر بھی مجھے یہ یقین ہو کہ میری گردن ماری جانے سے پہلے میں نبیٔ اکرم ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث بیان کر سکتا ہوں تو میں ضرور بیان کروں گا۔''[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿كُونُوا رَبَّٰنِيِّينَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ربانی یعنی نہایت بردبار، سمجھ دار اور فقیہ بنو۔ کہا جاتا ہے کہ ''ربانی'' اسے کہتے ہیں جو بڑی بڑی علمی باتوں کے بجائے چھوٹی چھوٹی علمی باتوں کے ذریعے سے لوگوں کی تربیت کرے۔''[3]

یہ ساری گفتگو امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی باب کے ضمن میں بیان کی ہے۔[4]

ایک طرف علم کا یہ مقام و مرتبہ ہے، اس کے باوجود علم کے مخالفین اور لٹیروں نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ انھوں نے طالبین علم کے راستے میں

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة: 284/5، والمعجم الكبير للطبراني: 395/19، والمعجم الأوسط: 118/3. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے سلسلة الأحاديث الصحيحة: 670/1، حدیث: 342.

[2] سنن الدارمي، المقدمة، باب البلاغ عن رسول الله ﷺ......، حدیث: 549، وحلية الأولياء: 160/1. اس اثر میں مرثد بن عبداللہ الزمانی مقبول درجے کا راوی ہے، لہٰذا یہ اثر ضعیف ہے۔

[3] تفسير الطبري: 443/3، حدیث: 5779,5778. علامہ عینی نے عمدة القاری (422/1) میں اس اثر کی سند کو صحیح اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (161/1) میں حسن قرار دیا ہے۔

[4] دیکھیے صحيح البخاري، العلم، باب العلم قبل القول والعمل.

مختلف قسم کی رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔لیکن ان کی یہ کاوشیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں کیونکہ اہل علم ان کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اس معاملے میں ایسے آداب اور اہم امور کی جانب رہنمائی کی جوان باطل، بے حقیقت اور کھوٹی چیزوں کا پردہ فاش کرتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بچپن میں ان کے خاندان پر بڑے کٹھن اور مشکل حالات گزرے۔اس لیے انھیں اپنے اس وطن سے ہجرت پر مجبور ہونا پڑا جس میں انھوں نے پرورش پائی تھی، تاہم اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی توفیق اور راست روی سے نوازا۔

زیاد بن عبیداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میرے والد کوفہ کے ناظم الامور تھے۔ ان پر بہت زیادہ قرض چڑھ گیا تو وہ ہمیں مکہ مکرمہ لے گئے۔ظہر کے وقت جب ہم نماز پڑھنے مسجد کی طرف گئے تو جیسے ہی میں مسجد کے دروازے تک پہنچا، اچانک ایک بزرگ گدھے پر سوار آئے اور انھوں نے مجھ سے فرمایا:''اے بچے!اس گدھے کو پکڑ کر رکھنا تاکہ میں مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھ لوں۔'' میں نے کہا:''میں اس وقت تک یہ کام نہیں کروں گا جب تک کہ آپ مجھے احادیث نہ سُنائیں۔'' انھوں نے مجھے چھوٹا سمجھتے ہوئے فرمایا:''تو احادیث نبوی کا کیا کرے گا؟'' میں نے کہا:''مجھے آپ حدیث سنائیں۔'' انھوں نے مجھے حضرت جابر بن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی سند سے آٹھ احادیث سنائیں، چنانچہ میں نے ان کا گدھا تھام لیا اور جو احادیث انھوں نے مجھے سنائی تھیں، انھیں یاد کرنے لگا۔ جب انھوں نے نماز پڑھ لی اور باہر نکلے تو انھوں نے مجھ سے کہا:''تو نے مجھے روکے رکھا۔کیا تجھے میری بیان کردہ احادیث نے فائدہ دیا ہے؟'' میں نے جواب دیا:''آپ نے مجھے فلاں فلاں احادیث سنائی ہیں، پھر میں نے ان کی بیان کردہ تمام احادیث فرفر سنا دیں۔'' انھوں نے

مجھے یہ دعا دیتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تم کل مجلس حدیث میں آنا۔'' یہ شخصیت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تھے۔[1]

سفیان رحمہ اللہ نے عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے بکثرت روایات بیان کی ہیں۔ آپ سائے کے مانندان کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔

ابو مسلم مستملی رحمہ اللہ کے بقول سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جتنے سال حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں تبلیغ کرتے رہے، میں نے عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے اتنی احادیث بیان کی ہیں، یعنی 950 احادیث۔''[2]

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن جریج نے کہا: ''عمرو بن دینار کے ہاں جو تمھارا مقام ہے، اس تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن تم تو اس کے منصب پر بھی فائز ہو سکتے ہو۔''[3]

انسان اپنی تعلیم کے آغاز میں کسی ایسے شخص کا محتاج ہوتا ہے جو اس کا قبلہ درست کرے، اس کے لیے رستہ متعین کرے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے صحیح منہج اور درست رائے تک لے جائے۔ سفیان رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت کرم اور مہربانی تھی کہ آپ بہت زیادہ سوال کرنے والے، حصول علم کے شدید خواہش مند اور علم کے متلاشی تھے۔ آپ راہ حق کی جستجو کرنے والے، نہایت صاحب کمال اور ماہر شخص تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر کی جانب آپ کی رہنمائی فرمائی۔

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے میں جن لوگوں کی مجلس میں بیٹھا وہ مقاتل بن سلیمان، ابوبکر ہذلی، عمرو بن عبید اور ایک آدمی تھا جسے صدقہ کوفی کہا جاتا تھا۔ وہ سب

---

① المحدث الفاصل، ص: 197. ② سیر أعلام النبلاء :460/8.
③ الجرح و التعدیل :34/1.

مقام ابراہیم کے پیچھے اکٹھے ہوتے اور آپس میں قرآن کریم کا مذاکرہ کرتے۔ مقاتل بن سلیمان کہتے: ''ہم سے ضحاک نے بیان کیا۔'' ہذلی کہتے: ''مجھے حسن بصری نے یہ حدیث سنائی۔'' صدقہ کہتے: ''مجھے سَری نے یہ حدیث سنائی۔'' اور عمرو بن عبید کہتے: ''مجھے حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ حدیث سنائی۔'' جب میں کوفے کی جانب سفر کے ارادے سے نکلا تو مقاتل رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: ''اگر تو تفسیر کے متعلق علم کا ارادہ رکھتا ہے تو کلبی سے اس کے بارے میں پوچھنا۔'' چنانچہ میں کوفہ پہنچا تو میں نے کلبی سے سوال کیے اور اس سے کہا: ''مکہ مکرمہ میں ایک آدمی ہے جو آپ کی بہت تعریف کرتا ہے۔'' انھوں نے پوچھا: ''وہ کون ہے؟'' میں نے کہا: ''مقاتل بن سلیمان۔'' انھوں نے جواب میں مقاتل کی بابت کچھ نہیں فرمایا۔[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے حصول علم میں عجیب و غریب قسم کی محنت کی۔ انھوں نے ہر طرح کی لذتوں سے قطع تعلق کر لیا تھا، اُن کی تمام خواہشات حصول علم کے ساتھ منسلک تھیں اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول سے انھیں لذت حاصل ہوتی تھی۔

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے ابن عیینہ کو عمرو بن دینار رحمہ اللہ کے ہاں دیکھا جبکہ وہ بچے تھے۔ ان کے پاس لمبی لمبی تختیاں تھیں اور ان کے کانوں میں بالیاں تھیں۔''[2]

علی بن مدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں عبدالکریم جزری رحمہ اللہ کی مجلس میں دو سال بیٹھا۔ وہ اپنے شہر والوں سے کہا کرتے تھے: اس بچے کو دیکھو! یہ مجھ سے مسائل پوچھتا ہے جبکہ تم مجھ سے مسائل نہیں پوچھتے۔''[3]

① تاریخ بغداد: 167/13. ② سیر أعلام النبلاء: 462/8.

③ سیر أعلام النبلاء: 461/8.

حماد بن زید ؒ کہتے ہیں: ''میں نے عمرو بن دینار کے ہاں سفیان بن عیینہ کو دیکھا جبکہ وہ ابھی بچے تھے اور ان کی زلفیں تھیں اور ان کے پاس تختیاں تھیں۔''①

امام علی بن مدینی ؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ؒ نے فرمایا: ''میں ابن شہاب زہری کی مجلس میں 16 سال تین ماہ کی عمر میں حصول علم کے لیے جا کر بیٹھا تھا۔''②

ابن عیینہ فرمایا کرتے تھے: ''جب کوئی نوجوان علم حدیث سیکھنے کے لیے جاتا ہے تو اس کے گھر والے ثواب کے امیدوار بن کر صبر کرتے ہیں۔''

خطیب بغدادی اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بلاشبہ وہ نوجوان عبادت میں اس قدر محنت کرتا ہے کہ اس میں مستغرق ہو جاتا ہے حتی کہ وہ اپنے گھر والوں سے لاتعلق ہو کر رہ جاتا ہے، تب اس کے گھر والے اس موقع پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرتے ہیں۔''③

سفیان فرماتے ہیں: ''لوگوں نے بعض داناؤں سے پوچھا: ''تمھیں کیا ہے کہ تم سب لوگوں سے بڑھ کر حصول علم کے خواہش مند ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں سے بڑھ کر علم کا مقام و مرتبہ جانتے ہیں۔''④

ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''بے شک آدمی کوئی ایسی بات سن لیتا ہے جس کی وجہ سے وہ فقیہ بن جاتا ہے۔''⑤

ابن عیینہ ؒ نے کم سنی ہی میں علم کا ذائقہ چکھ لیا تھا، چنانچہ وہ ایسے بچوں کا بہت احترام اور تعظیم کیا کرتے تھے جو طلب علم کا آغاز کرنا چاہتے تھے۔

① الجرح و التعديل :4/226.
② الجرح والتعديل :1/34.
③ الجامع لأخلاق الراوي :1/142.
④ حلية الأولياء : 7/281.
⑤ الزهد لابن المبارك، ص: 28.

احمد بن نضر ہلالی کہتے ہیں: میرے والد نے مجھے بتایا کہ میں سفیان بن عیینہ کی مجلس میں بیٹھا کہ انھوں نے ایک بچہ دیکھا جسے مسجد والے اس کے کم سن ہونے کی وجہ سے حقیر سمجھ رہے تھے۔ اُس وقت سفیان رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ﴾

''تم اس سے پہلے خود بھی اس حالت میں مبتلا رہ چکے ہو، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔''[1]

پھر انھوں نے فرمایا: اے نضر! اگر تو مجھے اس وقت دیکھتا جب میری عمر دس سال اور میرا قد پانچ بالشت تھا، میرا چہرہ دینار کے مانند چمک دار تھا، میں آگ کے شعلے کے مانند تھا۔ میرے کپڑے چھوٹے، میری آستین چھوٹی اور میرا دامن پورا پورا سا ہوتا تھا اور میرا جوتا چوہے کے کان جتنا ہوتا تھا۔ میں زہری اور عمرو بن دینار رحمہما اللہ جیسے بڑے بڑے علماء کے پاس مختلف شہروں کے میں آتا جاتا تھا۔ میں ان کے سامنے کیل کے مانند (جم کر) بیٹھتا تھا اور میری دوات اخروٹ کے مانند ہوتی تھی۔ میرا قلم دان کیلے کے مانند اور میرا قلم بادام کے مانند ہوتا تھا۔ جب میں مجلس میں حاضر ہوتا تو اساتذہ کہتے: ''اس چھوٹے شیخ کے لیے کھل جاؤ'' یہ کہہ کر سفیان رحمہ اللہ ہنسنے لگے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: اس قصے کی صحت محل نظر ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ نے مذکورہ ائمہ سے اس وقت حدیث کا سماع کیا تھا جب ان کی عمر پندرہ سال یا اس سے زائد تھی۔[2]

سفیان بن عیینہ کے اساتذہ اور بھائی آپ کی وسعت حفظ، کم سنی اور حصول علم کے شدید شوق پر بہت حیران ہوتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن بشر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

[1] النسآء 4:94.   [2] سیر أعلام النبلاء :8/459.

''لوگوں کا کہنا ہے کہ امام زہری نے فرمایا تھا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے کم عمر حدیث کا طالب علم نہیں دیکھا۔''①

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: ''میں نے تم سے کم عمر کوئی طالب علم نہیں دیکھا۔'' نیز وہ فرماتے ہیں: ''میں امام زہری سے سوال کرنا بھی نہیں جانتا تھا کیونکہ میری عمر تھوڑی تھی، تاہم میں حدیث یاد کر لیا کرتا تھا۔''②

امام رامہُرمُزی فرماتے ہیں: ''امام زہری کا یہ فرمان کہ میں نے ابن عیینہ سے کم سن کوئی طالب علم نہیں دیکھا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تابعین کے دور میں طالبانِ حدیث کی عمر 20 سال کے لگ بھگ ہوا کرتی تھی۔''③

سفیان بن عیینہ نے بیس سال سے زیادہ عمر ہونے سے پہلے ہی متعدد مشائخ سے احادیث سن کر یاد کر لی تھیں۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: ''میں نے سفیان سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: ''میں نے 124ھ میں ابن عجلان سے احادیث حفظ کیں۔ ہمام رحمہ اللہ ہمارے ساتھ ان کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور ہم ان (ابن عجلان کو سنانے) کے لیے احادیث یاد کرتے تھے۔''④

ابو ذویب بن عمرو سہمی مدینی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا: ''کیا آپ نے صالح مولیٰ تَوْأَمَہ سے کوئی حدیث سنی ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''جی ہاں!'' پھر انھوں نے اپنے ہاتھوں سے احادیث کی کثرت کا اشارہ کرتے ہوئے کہا: اتنی، اتنی اور اتنی۔ میں نے ان سے اس حالت میں بھی حدیث کا سماع کیا ہے جب بڑھاپے کی وجہ سے ان کا لعاب بہ رہا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ مالک بن انس وغیرہ سمیت

① تهذيب الكمال: 188/11.
② المحدث الفاصل: 185.
③ المحدث الفاصل: 186.
④ الجرح و التعديل: 35/1.

ہمارے ساتھیوں میں سے میرے سوا کوئی ان سے نقل کردہ احادیث بیان کرتا ہو۔''[1]

محمد بن بشر حارثی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا: ''علم حدیث کا آغاز غور سے سننا ہے، پھر خاموشی اختیار کرنا، پھر اسے حفظ کرنا، پھر اس پر عمل کرنا اور پھر اسے دوسرے لوگوں تک پہنچانا ہے۔''[2]

بلاشبہ آپ علم حاصل کرنے اور مشائخ سے سیکھنے پر اصرار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

ایک دفعہ محمد بن ادریس رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا: ''آپ نے امام زہری سے کتنی احادیث سنی ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا: ''دوسرے لوگوں کی معیت میں تو میں نے اس قدر احادیث سنی ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے اور جہاں تک اکیلے حدیث سننے کا معاملہ ہے تو میں نے علیحدگی میں ان سے صرف ایک حدیث سنی ہے۔'' میں نے کہا: ''وہ کون سی ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں ایک دن باب بنی شیبہ سے مسجد الحرام میں داخل ہوا تو اچانک میں نے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے قریب انھیں بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے دل میں کہا: ''یہ ابوبکر زہری ہیں اور مجھے اس گھڑی سے زیادہ خلوت والا اور کوئی موقع نہیں ملے گا، چنانچہ میں ان کے پاس جا بیٹھا اور کہا: ''اے ابوبکر! مجھے ایک یا دو احادیث سُنا دیجیے۔'' انھوں نے فرمایا: ''جس چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔'' میں نے کہا: ''مجھے مخزومی عورت والی وہ حدیث سُنائیے جس کا ہاتھ رسول ﷺ نے کٹوا دیا تھا۔'' یہ سن کر انھوں نے میرے چہرے پر ایک کنکری ماری اور فرمایا: ''کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمھیں کھڑا نہ کرے! بندہ ہم سے ہمیشہ وہی سوال پوچھتا ہے جسے ہم ناپسند کرتے ہیں۔'' وہ کہتے ہیں کہ میں بڑا پشیمان اور نادم ہو کر وہاں سے اٹھا اور ان کے

[1] الجرح و التعديل : 35/1. [2] حلية الأولياء :274/7.

قریب ہی بیٹھ گیا۔ اسی دوران میں مسجد میں سے ایک آدمی گزرا جس سے ابن شہاب زہری کو کوئی کام تھا۔ انھوں نے اسے بلانے کے لیے سبحان اللہ کہا لیکن اس نے نہ سنا، پھر انھوں نے اسے کنکری ماری جو اس تک نہ پہنچ سکی تو وہ میری مدد حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے، چنانچہ انھوں نے فرمایا: ''کھڑے ہو جاؤ اور اسے میرے پاس بلا کر لاؤ۔'' میں اس شخص کو بلا کر لایا۔ وہ آدمی آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے اپنی ضرورت پوری کی جبکہ میں اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ جب انھوں نے مجھے دیکھا تو بلایا، چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا: ''مجھ سے سعید بن مسیّب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَّالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَّالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَّفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ»

''چوپائے (کے زخم) کا کوئی تاوان نہیں ہے، کنویں (کا زخم) رائیگاں ہے اور زمینی کان میں ہونے والا نقصان رائیگاں ہے۔ اور دفینے میں پانچواں حصہ ہے۔''[1]

(پھر فرمایا:) ''یہ حدیث تیرے لیے اس حدیث سے بہتر ہے جو تو سننا چاہتا تھا۔''[2]

نصر بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''علم حاصل کرنا اور جہاد کرنا دونوں چیزیں مسلمانوں کی ایک جماعت پر فرض ہیں اور اگر ان میں سے کچھ لوگ دونوں فریضوں میں سے ایک فریضے کو اور بعض دوسرے کو سر انجام دیں تو وہ دونوں ایک دوسرے سے کفایت کر جاتے ہیں۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

① صحيح البخاري، الزكاة، باب في الركاز الخمس، حديث: 1499، و صحيح مسلم، الحدود، باب جرح العجماء و المعدن......، حديث : 1710.

② المحدث الفاصل : 197.

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْآ إِلَيْهِمْ﴾

''پھر ہر فرقے میں سے ایک گروہ دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نکلا تاکہ جب وہ اپنے قبیلے میں واپس آئیں تو انھیں خبردار کریں۔''[1]

''المغازی'' کے مصنف احمد بن محمد بن ایوب فرماتے ہیں: ''لوگ سفیان بن عیینہ کے پاس جمع تھے تو آپ نے ان سے پوچھا: اس علم کا سب سے زیادہ حاجت مند کون ہے؟'' سبھی لوگ کچھ دیر خاموش رہے، پھر کہنے لگے: ''اے ابومحمد! آپ ہی بتلائیے۔'' انھوں نے جواب دیا: ''اس علم کے سب سے زیادہ حاجت مند علماء ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا جہالت کا شکار ہونا بہت قبیح اور برا ہے کیونکہ وہی لوگوں کی غایت ہیں، انھی پر لوگوں کی نظریں لگی ہوتی ہیں اور وہ انھی سے مسائل پوچھتے ہیں۔''[2]

[1] التوبة 122:9، جامع بيان العلم: 55.

[2] حلية الأولياء: 281/7.

اساتذۂ کرام

حصول علم میں بنیادی چیز یہ ہے کہ اسے بار بار بالمشافہ سمجھنے سمجھانے اور ذہن نشین کرنے کے ذریعے سے، اساتذہ کے ساتھ باہمی ملاقات کے ذریعے سے، شیوخ کی ہم نشینی کے ذریعے سے یا اصحاب فن سے سن کر حاصل کیا جائے، محض صحیفوں اور کتابوں کی ورق گردانی سے حاصل نہ کیا جائے۔ پہلا طریقہ ایک شریف شاگرد کا اپنے صاحبِ شرف اُستاذ سے معروف طریقے سے علم حاصل کرنا ہے۔ جہاں تک کتابوں کے ذریعے سے حصول علم والا طریقہ ہے تو یہ ایک جمود ہے اور اس میں ادب و شرافت کا تسلسل کیوں کر ممکن ہے؟

کہا جاتا ہے: جو شخص وادیٔ علم میں اکیلا داخل ہوا وہ اکیلا ہی باہر نکلتا ہے۔ [1]

یعنی جو شخص حصول علم کے لیے وادیٔ علم میں استاد کے بغیر داخل ہوتا ہے، وہ علم حاصل کیے بغیر ہی باہر نکلتا ہے کیونکہ علم ایک صنعت اور کاریگری ہے اور ہر صنعت اور کاریگری کسی کاریگر کی محتاج ہوتی ہے، لہٰذا صنعتِ علم کو سیکھنے کے لیے کسی صاحب کمال اور ماہر معلم کی شدید ضرورت ہے۔

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ چیز اہل علم کے لیے کسی مسئلے میں اجماع اور اتفاق کا ذریعہ بنتی ہے۔

[1] الجواهر والدرر، للسخاوي: 58/1.

بسا اوقات کتابوں میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو علم سے روکتی ہیں اور گمراہی کا باعث بنتی ہیں جبکہ معلم کے ہاں یہ چیزیں معدوم ہیں، مثلاً: حروف کے باہم مشابہ ہونے کی وجہ سے تصحیف (لفظ میں تبدیلی) واقع ہو جاتی ہے اور وہ ایسا لفظ بن جاتا ہے جو درحقیقت نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ اپنی نگاہ کے انحراف اور اصل عبارت سے نظر کے ہٹ جانے کی وجہ سے اغلاط ہوتی ہیں۔ اسی طرح اعراب سے عدم واقفیت اور عدم مہارت کی وجہ سے، نیز کتاب میں موجود فاسد مواد کی وجہ سے بھی آدمی غلطی کر جاتا ہے اور کبھی کتابت ایسی ہوتی ہے جسے پڑھا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح کتاب کی تصحیح، نہ لکھی جانے والی باتوں کی قراءت اور مصنفِ کتاب کے مسلک سے واقفیت وغیرہ بغیر استاد کے ناممکن ہے۔ اور ان امور میں اساتذہ کی مدد کے بغیر علم حاصل کرنے والا خطا کر جاتا ہے۔ بعض اوقات کتاب نقل کرنے والوں کی طرف سے کتاب میں کمی رہ جاتی ہے یا کسی نسخے میں کوئی نقص رہ جاتا ہے۔ بعض دفعہ قاری منفرد اور الگ الگ عبارتوں کو مدغم اور یکجا کر دیتا ہے اور تعلیم کی مبادیات کو خلط ملط کر ڈالتا ہے۔ بسا اوقات کسی خاص فن کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں یا یونانی (یا انگریزی) الفاظ سے معرب ہو کر کوئی لفظ بنا ہوتا ہے جیسے ''نوروس'' لیکن قاری اور ناقل ایسی لغوی اصطلاحات کے معانی درج کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ تمام امور حصول علم سے روکنے والے ہیں۔ جب طالب علم اپنے استاد اور معلم کو کوئی چیز پڑھ کر سناتا ہے تو وہ ایسی باتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ جب بذات خود پڑھنے کی صورت حال اور نتیجہ یہ ہے تو علماء سے کسب فیض کرنا اور انھیں کوئی بات پڑھ کر سنانا بذات خود کسی چیز کو پڑھنے سے بہت بہتر اور افضل ہے۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے سلف کے ہاں شیوخ سے علم حاصل کرنا ہی اصل علم ہے اور کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس سے یہ نہ پوچھا جائے کہ

تیرا استاد کون ہے؟

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اس وقت علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا جب وہ عنفوان شباب میں قدم رکھ رہے تھے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ابھی بچے ہی تھے۔ وہ بڑے بڑے علماء سے ملے، ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور ان سے بہت زیادہ علم اپنے ذہن میں بھر لیا۔ انھوں نے اس علم کو اپنے قلب و ذہن میں راسخ اور مستحکم بنایا، نیز اسے پرکھ کر عمدہ بنا لیا۔ انھوں نے اپنے حاصل کردہ علم کو یکجا کیا اور تصنیف کی شکل میں مرتب کیا۔ آپ نے ایک طویل عمر پائی تھی، چنانچہ آپ کے پاس حصول علم کے لیے لوگوں کا ایک ہجوم لگ گیا۔ لوگ عالی سند کے حصول کے لیے آپ سے رجوع کرتے تھے۔ مختلف ممالک اور شہروں سے لوگ آپ کے پاس حصول علم کے لیے آئے اور آپ کی شاگردی میں پوتے اپنے دادوں کے ساتھ شامل ہوگئے، یعنی تین نسلیں آپ کی شاگرد رہیں۔

آپ نے 119 ھ یا 120 ھ سے حدیث کا سماع شروع کیا جو کافی عرصہ بعد تک چلتا رہا۔ آپ نے عمرو بن دینار سے احادیث سنیں اور بکثرت ان کی سند سے احادیث بیان کیں، نیز آپ نے زیاد بن علاقہ، اسود بن قیس، عبیداللہ بن ابو یزید، ابن شہاب زہری، عاصم بن ابوالنجود، ابواسحاق سبیعی، عبداللہ بن دینار، زید بن اسلم، عبدالملک بن عمیر، محمد بن منکدر، ابوزبیر، حصین بن عبدالرحمٰن، سالم ابونضر، شبیب بن غرقدہ، عبدہ بن ابولبابہ، علی بن زید بن جدعان، عبدالکریم جزری، عطاء بن سائب، ایوب سختیانی، علاء بن عبدالرحمٰن، قاسم رجّال، منصور بن معتمر، منصور بن صفیہ حَجَبِی، یزید بن ابوزیاد، ہشام بن عروہ، حمید طویل، یحییٰ بن سعید انصاری، ابو یعفور عبدی، ابن عجلان، ابن ابولیلیٰ، سلیمان اعمش، موسیٰ بن عقبہ، سہیل بن ابوصالح، عبداللہ بن ابونجیح، عبدالرحمٰن بن قاسم، امیہ بن صفوان جُمَحِی، جامع بن ابوراشد، حکیم بن جُبَیر، قاضیِ مدینہ سعد بن ابراہیم،

صالح مولیٰ تؤ اَمَہ (ان کے بارے مین سفیان کہتے ہیں کہ میں نے ان سے اس وقت حدیث سنی کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کا لعاب بہ رہا تھا۔)، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابو حسین، ابوزناد عبداللہ بن ذکوان، عبدالعزیز بن رفیع، اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ، اسماعیل بن محمد بن سعد، ایوب بن موسیٰ، برد بن سنان، بکر بن وائل، بیان بن بشر، سالم بن ابوحفصہ، ابوحازم اعرج، سُمَیّ مولیٰ ابوصالح، صدقہ بن یاسر، صفوان بن سُلَیم، عاصم بن کُلَیب جرمی، عبداللہ بن ابوبکر بن حزم، عبداللہ بن طاؤس، عبداللہ بن عثمان بن خُثَیم، محمد بن جُحَادہ، محمد بن سائب بن برکہ، یزید بن یزید بن جابر دمشقی، یونس بن عبید، سفیان (ثوری)، شعبہ، زیاد بن سعد، زائدہ بن قُدامہ اور علماء کی بڑی تعداد سے آپ نے حدیث مبارک کا سماع کیا، نیز کبار علماء کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جس سے صرف آپ ہی نے روایت لی ہے۔"[1]

آپ کے ممتاز اور فائق ہونے میں آپ کے شیوخ اور اساتذہ کا بڑا دخل ہے۔ امام علی بن مدینی فرماتے ہیں: "سفیان بن عیینہ 107ھ میں پیدا ہوئے اور 142ھ میں اَعمش کی وفات سے پانچ سال قبل آپ سے نقل کردہ احادیث لکھی گئیں جبکہ آپ کی عمر اس وقت 35 سال تھی۔"

غیاث بن جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: "جس شخص نے (پڑھانے کے لیے) سب سے پہلے میری مسند ستون کے ساتھ لگائی وہ مسعر بن کدام ہیں۔" میں (سفیان) نے ان سے کہا: "بلاشبہ ابھی میں نوعمر ہوں؟" تو انھوں نے کہا: "بلاشبہ آپ کے پاس زہری اور عمرو بن دینار (کا علم) ہے۔"[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ تابعین کے ہم عصر تھے اور آپ نے ان سے روایات لی ہیں اور بعض

[1] سير أعلام النبلاء: 456,455/8. [2] تهذيب الكمال: 188/11.

تابعین سے آپ نے ان کے مختلط (یادداشت متاثر) ہونے کے بعد احادیث نقل کی ہیں جیسے صالح مولٰی توْأمه.

ذؤیب بن عمامہ سہمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا۔ وہ اپنے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ صالح مولیٰ توأمہ رحمہ اللہ سے سنی ہوئی احادیث کی کثرت بیان کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: ''میں نے ان سے اتنی اتنی احادیث سنی ہیں۔ میں نے جب ان سے احادیث سنیں تو ان کا لعاب بہ رہا تھا۔'' عبدالرحمٰن بن حاتم فرماتے ہیں: ''ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے صالح رحمہ اللہ سے کوئی روایت بیان کی ہو کیونکہ آپ تو راویوں کے ناقد اور ان پر جرح کرنے والے تھے۔''①

ابن عیینہ رحمہ اللہ عمرو بن دینار رحمہ اللہ کے ساتھ طویل عرصے تک وابستہ رہے اور ان سے احادیث روایت کیں۔ آپ عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے حدیث لینے کے معاملے میں سب سے مضبوط اور ثقہ ہیں۔ اور عمرو بن دینار رحمہ اللہ کے شیوخ اور اساتذہ کی ایک جماعت ایسی ہے جن سے انھوں نے تو روایت لی ہے جبکہ امام زہری رحمہ اللہ نے ان سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں کیا۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''عمرو بن دینار زہری رحمہ اللہ سے بڑے ہیں کیونکہ انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں جبکہ زہری نے ان سے نہیں سنی۔''②

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار سے حدیث نقل کرنے میں سب سے مضبوط اور ثقہ ہیں۔''③

① سیر أعلام النبلاء: 462/8. ② سیر أعلام النبلاء: 462/8.
③ سیر أعلام النبلاء: 458/8.

علی بن عبداللہ مدینی فرماتے ہیں: ''میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے ہاں بیٹھا تھا اور میرے ساتھ حماد بن زید رحمہ اللہ کا پوتا موجود تھا کہ سفیان نے عمرو کے واسطے سے طاؤس رحمہ اللہ سے اوقات نماز یا مواقیت حج کے بارے میں مرسل حدیث بیان کی۔ میں نے سفیان سے کہا: حماد بن زید رحمہ اللہ نے یہ حدیث عمرو کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع بیان کی ہے۔ اس پر سفیان رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: ''میں تجھے اللہ کے مقدس اسماء کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ سچ بولنا، عمرو بن دینار کے معاملے میں حماد بن زید زیادہ جانتا ہے یا میں؟ میں نے پہلے نفی کی (کہ حماد زیادہ نہیں جانتا)، پھر میں نے کہا: ''اے ابو محمد! عمرو بن دینار کے معاملے میں آپ حماد بن زید سے زیادہ جانتے ہیں۔'' اس وقت حماد کا پوتا بھی موجود تھا، چنانچہ جب میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا تو حماد کے پوتے نے مجھ سے کہا: ''جب آپ نے ان سے یہ کہا تھا کہ حماد بن زید یہ روایت یوں بیان کرتے ہیں تو آپ نے درحقیقت میرے دادے کا تذکرہ کیا تھا۔''[1]

آپ اپنے شیخ اور استاد عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی بہت تعظیم اور احترام کیا کرتے تھے اور آپ طویل عرصہ ان سے وابستہ رہے، حالانکہ ان سے روایات حاصل کرنا نہایت دشوار اور مشکل تھا کیونکہ وہ اپنے طالب علموں کو قطرہ قطرہ کر کے علم دیا کرتے تھے۔

عبدالرحیم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا: ''حدیث کے معاملے میں سب سے بہتر کون ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''وہ آدمی سب سے بہتر محدث[2] ہے جو تیرے سامنے یوں حدیث بیان کرے گویا تو اس کی ڈاڑھوں میں سے

[1] تاریخ بغداد: 181/9.

[2] محدث: وہ ہے جس نے متون احادیث اور ان کے اصول حاصل کیے، متعدد کتب کا سماع کیا، اسانید، علل اور اسماء الرجال کی معرفت حاصل کی اور ان میں خوب مہارت بہم پہنچائی۔

دو ڈاڑھیں اکھاڑ رہا ہے۔ ہم عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے حدیث کا کوئی سوال کرتے تو وہ فرماتے: میرے پیٹ میں درد ہے، میرا سر درد کر رہا ہے، مجھے کمر درد ہے، پھر وہ پلٹ جاتے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں اور آپ ان سے حدیث بیان کرنے میں ثقہ اور پختہ تھے۔

احمد بن یعقوب نے ایک مرتبہ علی بن مدینی رحمہ اللہ سے پوچھا: ''زہری سے احادیث بیان کرنے میں آپ کس کو سب سے مقدم اور فائق سمجھتے ہیں؟'' انھوں نے فرمایا: ''بلاشبہ میں تو سفیان بن عیینہ کو مقدم اور فائق سمجھتا ہوں۔'' پھر علی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جن لوگوں کے متعلق زہری سے سماع میں کوئی شک وشبہ ہے نہ ان کے بارے میں کسی نے تنقید اور جرح کی ہے اور نہ کسی نکتہ چینی کرنے والے نے ان کے خلاف نکتہ چینی کی ہے، وہ زیاد بن سعد اور سفیان بن عیینہ ہیں۔''[2]

علی بن عبداللہ مدینی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے پوچھا: ''زہری سے روایت کرنے میں معمر آپ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہیں یا سفیان بن عیینہ؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ابن عیینہ۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ کے صاحب کمال اور ماہر ہونے کے منجملہ اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ان کی مکہ مکرمہ تشریف آوری ہے۔ مکہ مکرمہ حجاج کرام اور اہل علم کی جائے مقصود اور منزل ہے، نیز آپ نے جس سرعت سے علوم دین میں مہارت، کمال اور تفوق حاصل کیا، اس میں آپ کے مشائخ اور اساتذہ کا بھی بہت زیادہ دخل ہے۔

① أدب الإملاء، ص: 83.　② تاریخ بغداد: 178/9.

③ تاریخ بغداد: 178/9.

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرے والد محترم نے میرے ساتھ ان دنوں حج کیا جب حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ زندہ تھے۔''[1]

ابن غلابی بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ امام زہری رحمہ اللہ سے 16 سال کی عمر میں ملے اور میں سفیان بن عیینہ سے 16 سال کی عمر میں ملا۔''[2]

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں امام زہری کے قریب سے گزرا جبکہ وہ (مسجد الحرام میں) صفا دروازے کے قریب ایک ستون سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے تو میں ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ انھوں نے فرمایا: ''اے بچے! کیا تو نے قرآن کریم پڑھا ہے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' پھر انھوں نے پوچھا: ''کیا تو نے علم وراثت کی تعلیم حاصل کر لی ہے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' پھر انھوں نے پوچھا: ''تو نے احادیث لکھی ہیں؟'' میں نے جواب دیا: ''جی ہاں!''[3]

سفیان بیان کرتے ہیں کہ امام زہری نے مجھ سے فرمایا: ''میں نے تم سے کم سن علم حدیث کا طالب نہیں دیکھا۔'' ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''میں کسی حدیث کے بارے میں امام زہری سے استفسار کرنے سے پہلے ہی وہ حدیث حفظ کر لیا کرتا تھا۔''[4]

① سیر أعلام النبلاء: 458/8. ② تاریخ بغداد: 176/9.
③ تذکرۃ الحفاظ: 112/1. ④ المحدث الفاصل: 185.

شاگردانِ رشید

طالب علم اپنے استاد اور شیخ کا تسلسل، ترقی اور اس کے علم کا دوام ہوتے ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کو حقیقی بیٹوں کے مقابلے میں ایسے بیٹوں سے نوازا ہے جو ان کی ہدایت اور رہنمائی کو اٹھاتے ہیں اور ان کا علم دنیا میں نشر کرتے اور پھیلاتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ سے اعمش، ابن جریج اور شعبہ نے احادیث روایت کی ہیں اور یہ تینوں آپ کے شیوخ میں سے بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ہمام بن یحییٰ، حسن بن حَیّ، زُہیر بن معاویہ، حماد بن زید، ابراہیم بن سعد، ابواسحاق فزاری، معتمر بن سلیمان، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ قطان، امام شافعی، عبدالرزاق، حمیدی، سعید بن منصور، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، ابراہیم بن بشار رمادی، احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابوشیبہ، محمد بن عبداللہ بن نمیر، اسحاق بن راہویہ، ابوجعفر نُفَیلی، ابوکریب، محمد بن مثنیٰ، عمرو بن علی فلاّس، محمد بن یحییٰ بن ابوعمر عدنی، عمرو بن محمد ناقد، احمد بن منیع، اسحاق بن منصور کَوْسَجْ، زہیر بن حرب، یونس بن عبدالاعلی، حسن بن محمد زعفرانی، حسن بن صباح بزاز، عبدالرحمٰن بن بشر بن حَکَم، محمد بن عاصم ثقفی، علی بن حرب، سعدان بن نصر، زکریا بن یحییٰ مروزی، بشر بن مطر، زبیر بن بکار، احمد بن شیبان رملی، محمد بن عیسیٰ بن حبان مدائنی اور ان کے علاوہ ایک بہت بڑی امت نے آپ سے احادیث مبارکہ کا سماع کیا ہے۔

آپ کے سب شاگردوں میں سے آخر میں فوت ہونے والے شاگرد شیخ مکی ہیں۔ ان کا نام ابونصر الیسع بن زید زینبی تھا۔ ابونصر 282ھ تک زندہ رہے لیکن وہ روایتِ حدیث میں قوی نہیں تھے۔

طالبانِ حدیث کا ایک بڑا گروہ ایسا ہے جو حج کا تکلف کر کے مکہ مکرمہ آتے تھے جبکہ ان کے سفر کا محرک اور حقیقی سبب سفیان بن عیینہ سے ملاقات ہوتا تھا۔ اس لگاؤ اور محبت کا سبب آپ کی امامت اور آپ کی سند کا عالی ہونا تھا۔ متعدد حفاظ کرام (حافظین حدیث) آپ کے پڑوس میں رہنے لگے تھے۔ آپ کے نامور، جلیل القدر اور بکثرت روایت کرنے والے شاگرد حمیدی، شافعی، ابن مدینی، احمد بن حنبل اور ابراہیم رمادی رحمہم اللہ ہیں۔[1]

ہونہار اور نامور شاگردوں کا تذکرہ

❁ حمیدی رحمہ اللہ: آپ کا مکمل نام ابوبکر عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ حمیدی ہے۔ آپ بہت بڑے امام اور مصنف تھے۔ ابن عیینہ اور آپ کے ہم عصر ائمہ سے حصول حدیث میں آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے رفیق اور ہم مکتب رہے۔ امام شافعی سے آپ نے علم فقہ حاصل کیا اور ان کے ساتھ ہی مصر کا سفر کیا۔ امام شافعی کی مصر میں وفات کے بعد آپ مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور وہیں سکونت اختیار کی اور 219ھ میں وفات پائی۔[2]

ابوحاتم فرماتے ہیں: ''ابن عیینہ کے شاگردوں میں ان سے روایت کرنے کے معاملے میں سب سے مضبوط، مستحکم اور ثقہ حمیدی رحمہ اللہ ہیں۔ وہ ابن عیینہ کے شاگردوں کے رئیس اور سرخیل ہیں، نیز وہ ثقہ امام ہیں۔''[3]

① سير أعلام النبلاء: 456/8.

② فتح الباري: 10/1.

③ تهذيب الكمال: 513/14.

حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس حصول حدیث کے لیے 19 سال رہا ہوں۔''[1]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے حمیدی سے بڑھ کر قوی حافظے والا نہیں دیکھا۔ آپ کو سفیان بن عیینہ کی 10 ہزار احادیث یاد تھیں۔''[2]

❁ سعید بن منصور رحمہ اللہ : امام ابوعبداللہ حاکم فرماتے ہیں: ''سعید بن منصور مکہ مکرمہ میں مکہ کا مجاور بن کر رہے ہیں، چنانچہ انھیں اسی کی جانب منسوب کیا گیا۔ آپ سفیان بن عیینہ کے شاگرد راویوں میں سے ہیں۔ آپ بڑے بڑے ائمہ میں سے ایک ہیں اور آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ دونوں نے ان کی روایات صحیحین میں بیان فرمائی ہیں۔''[3]

❁ علی بن مدینی رحمہ اللہ: سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے آپ کا نام حَيَّةُ الْوَادِي ''وادی کا سانپ'' رکھا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: ''علی بن مدینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو تمام لوگوں سے بڑھ کر جاننے والے تھے اور بالخصوص آپ ابن عیینہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔''[4] بلکہ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ آپ کو اپنا دوسرا دماغ قرار دیا کرتے تھے۔

احمد بن سنان فرماتے ہیں: ''جب ابن عیینہ رحمہ اللہ سے کسی معاملے میں چھان بین اور تحقیق کی جاتی یا ان سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو وہ فرماتے: ''کاش! حَيَّةُ الْوَادِي (ابن مدینی) موجود ہوتے۔''[5]

① تهذيب الكمال: 513/14.
② سير أعلام النبلاء : 618/10.
③ تهذيب الكمال : 81/11.
④ سير أعلام النبلاء :45/11.
⑤ سير أعلام النبلاء :44/11.

ابن عیینہ رحمہ اللہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے: ''میں ساٹھ 60 سال کے عرصے سے تمھارے ساتھ بیٹھنے سے گریز کرتا آرہا ہوں۔ اگر علی بن مدینی نہ ہوتے تو میں کبھی تمھارے ساتھ نہ بیٹھتا۔''[1]

① تهذيب الكمال :11/21 .

طلبہ کی سرپرستی

طلبہ اپنے ابتدائی دور میں خاص طور پر شفقت اور سرپرستی کے محتاج ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس شاخ کے مانند ہوتے ہیں جو ابھی نئی نئی پھوٹی ہو، لہٰذا اگر طالب علم میں کوئی کجی اور ٹیڑھ پیدا ہو گیا اور اسے کوئی ایسا مصلح نہ ملا جو اسے سیدھا کر دے تو وہ اسی کجی پر جوان ہو گا۔ طالب علم کے معاملے میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اس کی تربیتی سرپرستی کی جائے اور اس کے احوال کی چھان بین کی جائے تاکہ اس کی علمی سمت درست رہے۔

اللہ تعالیٰ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طالب علمی کے ابتدائی دور میں ان پر دو ایسے آدمیوں کے ذریعے سے احسان کیا جو اتباعِ سنت اور قبولِ حق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے اور وہ دو آدمی ایوب سختیانی اور عبداللہ بن عون تھے۔ ان دونوں نے سفیان ثوری کا ہاتھ تھاما اور انھیں کوفے میں ان کے قبیلے اور خاندان کے عقائد کے برعکس اہل سنت والجماعت کے عقیدے پر قائم کر دیا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ کے مشائخ اور اساتذہ نے کس طرح طالب علمی کے ابتدائی دور میں ان کی حفاظت کی اور مدد فرمائی حتی کہ آپ زندگی بھر اسی راہ راست پر گامزن رہے جس پر عمرو بن دینار اور زہری رحمہما اللہ نے انھیں کھڑا کیا تھا۔

بلاشبہ آپ نے اپنے مشائخ سے یہ بات سیکھ لی تھی کہ استاد کو اپنے شاگردوں سے اسی طرح محبت کرنی چاہیے جس طرح باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ مطرف رحمہ اللہ نے (شاگردوں سے) فرمایا: ''بلاشبہ تمھارے ساتھ بیٹھنا مجھے اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھنے سے کہیں بڑھ کر محبوب اور عزیز ہے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ اپنے طلبہ کو حصول علم پر ابھارتے اور انھیں علم کے فضائل اور شرف و منزلت سے آگاہ فرماتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ مجھ سے حدیث کے بارے میں استفسار کرنے لگے۔''[2]

دامغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کیا تم علم کی مثال جانتے ہو؟ علم کی مثال دارالکفر اور دارالاسلام کی سی ہے۔ اگر مسلمان جہاد ترک کر دیں تو کافر مسلمانوں سے اسلام چھین لیں گے اور اگر لوگ علم حاصل کرنا ترک کر دیں تو وہ جاہل بن جائیں گے۔''[3]

اسی طرح اگر طلبہ علم میں مشغول ہو جاتے اور فرائض ضائع کرتے یا اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق عمل نہ کرتے تو سفیان رحمہ اللہ انھیں ڈانٹتے۔ آپ ہمیشہ طلبہ کو وعظ و نصیحت کرتے اور ان کا تزکیہ نفس کرتے رہتے تھے۔

محمد بن قُدامہ حمصی بیان کرتے ہیں کہ ہم باقاعدگی کے ساتھ ابن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار انھوں نے فرمایا: ''تم نماز اور طواف چھوڑ دیتے ہو اور میرے پاس آ جاتے ہو۔'' ہم میں سے کسی نے جواب دیا: ''ہم ایسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ ہم آپ سے ایسی چیزیں سن لیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں فائدہ عطا فرمائے۔'' انھوں نے فرمایا: ''مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ میں دیکھوں کہ کون اللہ تعالیٰ کے

[1] شرف أصحاب الحديث: 102. [2] الجرح و التعديل: 256/1.
[3] حلية الأولياء: 281/7.

لیے علم حاصل کرتا ہے تو میں اس کے پاس جاؤں اور اس سے احادیث بیان کروں۔''[1]

خلاد بن یزید ارقط رحمہ اللہ جو شرف و مرتبہ کے اوج کمال پر فائز تھے، وہ فرماتے ہیں: ''میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا: ''تجھے تلاش علم میرے پاس نہیں لائی بلکہ جہالت یہاں تک لائی ہے۔ اگر تیرے ہمسائے تیرے علم پر اکتفا کریں تو یہ علم ان کے لیے کافی ہو جائے۔'' پھر انھوں نے کنکریوں کا ایک ڈھیر لگایا اور انگلی کے ساتھ درمیان سے اس کے دو حصے کر دیے، پھر فرمایا: ''اس علم کا تو نے آدھا حصہ حاصل کر لیا ہے، اب تو باقی آدھا بھی حاصل کرنے کے لیے آیا ہے۔ اگر تجھ سے یہ پوچھا جائے کہ جو علم تو نے حاصل کیا ہے، کیا تو اسے اپنے عمل میں لایا ہے؟ اگر تو نے سچ کہا اور نفی میں جواب دیا تو تجھ سے کہا جائے گا: تجھے میری طرف آنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سے تو تیرے نفس پر بارگراں کا مزید اضافہ ہی ہوگا۔ جو علم تو نے حاصل کر لیا ہے، پہلے اس پر عمل کر، پھر مزید علم حاصل کرنا۔''[2]

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ اپنے طلبہ میں کوئی نادانی دیکھتے تو آپ کی ڈانٹ مار تک جا پہنچتی۔

احنف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھ پر چھڑی اٹھا لی۔ میں نے ان سے کہا: ''اے ابو محمد! میں نے عبداللہ بن ثعلبہ عابد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے دور اندیش اور عقل مندوں کی نادانی، اپنی عقلوں کے نقص اور نیکوکار صالحین کے جانے کا شکوہ کرتے ہیں۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ اپنے طلبہ کو کم سنی میں تحصیل علم پر ابھارا کرتے تھے جیسا کہ کہا جاتا ہے:

[1] المحدث الفاصل: 184. [2] اقتضاء العلم العمل: 84/1.

[3] طبقات المحدثین بأصبهان: 88/2.

کم سنی میں علم پتھر پر نشان کے مانند ہوتا ہے (بچپن کا علم پتھر پر لکیر ہوتا ہے۔) جیسے جیسے عمر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ویسے ہی علم کا زوال تیز ہوتا چلا جاتا ہے۔

ابو خیثمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب آدمی تیس سال کی عمر میں حدیث لکھنا شروع کرتا ہے تو اسے ''تیر'' کہا جاتا ہے اور جب چالیس سال کی عمر میں حدیث لکھنا شروع کرتا ہے تو اسے ''تیر ماہ''[1] کہتے ہیں۔

ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تیر اور تیر ماہ'' فارسی میں موسم گرما کے ان مہینوں کو کہتے ہیں جن میں گرمی نہایت شدید ہوتی ہے اور یہ ماہ دل کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔''

سفیان رحمہ اللہ نے اس سے مراد یہ لی ہے کہ کم سنی میں علم حاصل کرنا اس وقت کی نسبت بہت آسان ہے کہ آدمی اپنے شباب اور جوانی کے کامل ہونے تک حصول علم ترک کیے رکھے اور جب وہ بڑھاپے میں داخل ہو جائے تو اس وقت حصول علم کا آغاز کرے جبکہ اس وقت علم بوجھل ہونے میں ''تیر ماہ'' کے مانند ہو جاتا ہے۔[2] واللہ أعلم.

سفیان رحمہ اللہ اپنے طلبہ کو علم وفن کے قواعد وضوابط کے دقیق پہلوؤں سے روشناس کراتے اور اس معاملے میں ان کی رہنمائی فرماتے تھے کیونکہ قواعد وضوابط سے واقفیت حصول علم کا پہلا مرحلہ ہے۔

کوئی طالب علم تختی پر قلم چلانے کی آواز سے انھیں پریشان کرتا تو آپ اس سے قلم لے لیتے تاکہ وہ دوبارہ اپنے مشغلے میں مصروف ہو سکے نہ آپ کو پریشان کر سکے لیکن جب درس ختم ہو جاتا تو اسے واپس کر دیتے۔

یحییٰ بن یوسف ذمی کہتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ

[1] تیر یا تیر ماہ، فارسی میں چوتھے شمسی مہینے اپریل کو کہتے ہیں۔ (ناصر)

[2] الجامع لأخلاق الراوي: 313/1.

کے پاس بلخ کا ایک آدمی آیا اور لکھنے لگا۔ سفیان رحمہ اللہ نے تختی پر اس کے قلم چلنے کی آواز سنی تو اس کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کی تختی اس سے لے لی۔ جب بیانِ حدیث سے فارغ ہوئے اور اپنی مجلس سے اٹھنا چاہا تو فرمایا: ''اے بلخ کے رہنے والے شخص! کیا تو جانتا ہے کہ تیری اور میری مثال کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں نہیں جانتا۔'' انھوں نے عمرو بن دینار کی سند سے ایک آدمی کا واقعہ نقل کیا: وہ آدمی کہتا ہے کہ میں جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک قیدی لے کر آیا۔ اس قیدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''مجھے قید میں ڈال کر قتل نہ کرنا۔ بلاشبہ میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔'' جو آدمی اس قیدی کو لے کر آیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ''تم اس کا اسلحہ لے لو۔'' سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ نے بطور مال غنیمت اسے یہ اسلحہ نہیں دیا تھا کیونکہ مسلمان آدمی سے حاصل کردہ مال غنیمت جائز نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ تھی کہ تم اس سے اسلحہ لے لو تاکہ ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم ہو جانے تک یہ دوبارہ ہمارے خلاف نہ لڑ سکے، لہٰذا میں نے بھی تجھ سے تیرا اسلحہ، یعنی تیری تختی لے لی تھی اور اب میں تجھے یہ اسلحہ واپس کرتا ہوں۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ علم دوست شخصیت تھے۔ آپ علم کے قدر دان تھے اور اس کی توہین و تحقیر نہیں کرتے تھے۔ آپ کے طالب علم آپ کے ہاں دوسرے علماء کے لیے سفارشیں کیا کرتے تھے تاکہ آپ انھیں احادیث سنا دیا کریں۔

یحییٰ بن سعید اموی فرماتے ہیں: ''میں نے مسعر کو دیکھا کہ وہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کسی آدمی کی سفارش کر رہے تھے تاکہ آپ اسے احادیث سنا دیا کریں۔''[2]

اسحاق بن ابراہیم موصلی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن خالد سے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ

[1] المحدث الفاصل: 581. [2] الجرح والتعدیل: 226/4.

آپ سفیان بن عیینہ سے میرے بارے میں بات کریں تاکہ وہ مجھے احادیث سنادیا کریں۔'' انھوں نے کہا: ''ٹھیک ہے، جب وہ ہمارے پاس آئیں تو اس وقت مجھے یاد کروانا۔'' چنانچہ سفیان ان کے پاس آئے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو میں نے یحییٰ کو اشارہ کیا۔ انھوں نے کہا: ''اے ابومحمد! اسحاق بن ابراہیم بڑے مہذب اور سلیقہ شعار اہل علم میں سے ہیں۔ یہ آپ سے کچھ سیکھنے اور علم حاصل کرنے پر مجھے مجبور کررہے ہیں۔''

سفیان رحمہ اللہ نے پوچھا: ''آپ کا یہ بات کرنے کا مقصد کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''آپ انھیں چند احادیث سنادیا کریں۔'' انھوں نے کہا: ''آپ مجھے اس بات پر مجبور کر رہے ہیں؟'' یحییٰ نے کہا: ''میں آپ پر یہ کام کرنے کی قسم ڈالتا ہوں۔'' سفیان نے کہا: ''ٹھیک ہے یہ صبح میرے پاس آجائیں۔'' میں (اسحاق) نے یحییٰ سے کہا: ''میرے لیے ان پر احادیث کی تعداد مقرر کردیجیے۔'' انھوں نے آپ سے کہا: ''اے ابومحمد! ان کے لیے احادیث کی تعداد مقرر کردیجیے۔'' انھوں نے فرمایا: ''ٹھیک ہے! میں ان کے لیے پانچ حدیثیں مقرر کرتا ہوں۔'' یحییٰ نے کہا: ''اس میں اضافہ کریں۔'' انھوں نے فرمایا: ''چلو سات احادیث مقرر کرتا ہوں۔'' یحییٰ نے کہا: ''کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ان کے لیے دس احادیث مقرر کردیں؟'' انھوں نے جواب دیا: ''چلو ٹھیک ہے۔''

اسحاق بیان کرتے ہیں: ''میں صبح سویرے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر میں اندر داخل ہوا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ انھوں نے اپنی کتاب نکالی اور مجھے دس احادیث املا کروائیں۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے کہا: اے ابومحمد! بسا اوقات مُحدِّث (حدیث بیان کرنے والے) سے سہو، یعنی غفلت ہو جاتی ہے اور اسی طرح بعض اوقات محدَّث (جس کے لیے احادیث بیان کی جائیں) اس سے غفلت وغیرہ ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ احادیث پڑھ کر

سنا دوں جو میں نے آپ سے سنی ہیں؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں تجھ پہ فدا ہو جاؤں! پڑھو۔'' چنانچہ میں نے وہ احادیث پڑھیں اور ان سے کہا: ''بسا اوقات قاری (پڑھنے والے) سے کوئی حرف چوک جاتا ہے اور اسی طرح جسے پڑھ کر سنایا جا رہا ہو اس سے بھی کوئی حرف چھوٹ جاتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں آپ سے سنی ہوئی تمام احادیث آگے بیان کرسکوں؟'' انھوں نے کہا: ''ٹھیک ہے میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ اللہ کی قسم! آپ اس مقام و مرتبہ سے بہت فائق ہیں کہ آپ کسی سے سفارش کروائیں یا کوئی آپ کے لیے سفارش کرے، لہٰذا آپ ہر روز آیا کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمام علم حدیث کے متلاشی آپ جیسے ہو جائیں۔''[1]

بسا اوقات بعض طالب علم آپ سے بے ادبی اور عدم احترام کا مظاہرہ کرتے تھے تاکہ وہ بیان حدیث سے کنارہ کشی کے عالم میں بھی آپ سے کچھ سن سکیں لیکن آپ ان سے حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرتے تھے، ان کی تادیب کرتے اور انھیں تعلیم دیتے تھے۔

سلیمان بن مطر کہتے ہیں: ''ہم سفیان بن عیینہ کے پاس سماع حدیث کے لیے آئے تو انھوں نے انکار کر دیا اور بیان حدیث سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ہم آپ کے گھر میں زبردستی گھس گئے۔ جب آپ کی نظر ہم پر پڑی تو فرمانے لگے: ''تمھارا ستیاناس ہو! تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں گھس آئے ہو؟ اور پھر وہ کہنے لگے کہ امام زہری نے ہمیں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما کی سند سے یہ حدیث سنائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَلَا قِصَاصَ وَلَا دِيَةَ»

''جس نے کسی کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکا اور انھوں نے اس کی

[1] تاریخ بغداد :339/6.

آنکھ پھوڑ دی تو اس (آنکھ پھوڑنے) کا کوئی قصاص ہے نہ دیت......۔"[1]

پھر ہم نے کہا: "اے ابومحمد! ہم اپنے اس فعل پر نادم ہیں۔" تب انھوں نے اپنی سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یہ حدیث نقل فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلنَّدْمُ تَوْبَةٌ»

"ندامت توبہ ہے۔"[2]

ہم نے کہا: "آپ نے تو یہ قسم اٹھائی تھی کہ آپ احادیث بیان نہیں کریں گے مگر آپ نے ہمیں یہ احادیث سنائی ہیں۔" اس پر انھوں نے ہمیں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«إِذَا حَلَفْتَ عَلٰی يَمِينٍ»

"جب تو کوئی قسم اٹھالے..........۔"[3]

سلیمان بن مطر کہتے ہیں کہ ہم باہر نکل آئے اور ہمارے پاس بطور حقیقی مال تین احادیث تھیں۔[4]

① مسند إسحاق : 165/1، و المعجم الأوسط للطبراني : 143/8. مسند اسحاق میں یہ الفاظ : (فَلَادِيَةَ وَلَا قِصَاصَ) ہیں اور انھی کے الفاظ مندرجہ بالا الفاظ کے قریب تر ہیں، نیز یہ حدیث معنوی اعتبار سے متفق علیہ ہے۔ دیکھیے صحيح البخاري، الديات، باب من اطلع في بيت......، حديث : 6902، و صحيح مسلم، الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره، حديث : 2158.

② سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث: 4252. اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے (صحيح سنن ابن ماجه: 383/2، حديث: 3448)

③ صحيح البخاري، الأيمان و النذور، باب قول الله تعالى: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾، حديث: 6622، و صحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا......، حديث : 1652.

④ الجامع لأخلاق الراوي: 49/2.

صامت بن معاذ جندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں موجود تھے اور طالبانِ حدیث نے آپ کو پریشان کر رکھا تھا اور آپ کو تکلیف پہنچائی تھی، اس لیے انھوں نے فرمایا: ''میرے پاس سے اٹھ جاؤ، میں تمھیں احادیث سناتا ہوں اور تم مجھے ایذا پہنچاتے ہو اور مجھے تمھاری طرح طرح کی باتیں سننی پڑتی ہیں۔'' طلبہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ابھی وہ آپ کے قریب ہی تھے کہ اپنے آپ سے کہنے لگے: ''کیا تو یہ چہرے نہیں دیکھتا؟ کیا تو نے ان میں کوئی بھلائی کی چیز دیکھی ہے؟ ان میں سے کوئی آدمی بادشاہ کا ساتھی بننا چاہتا ہے۔'' پھر وہ حسرت و غم میں ڈوبی آواز میں آہ آہ کرنے لگے اور فرمایا: ''میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے اس علم کے اہل مل جائیں تو میں ان پر بادشاہ سے بڑھ کر عنایتیں اور بخششیں کروں۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے طلبہ کو علم و فن کے قواعد و ضوابط کے متعلق دقیق پہلوؤں کی جانب تو رہنمائی فرماتے ہی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ عمومی آداب کی طرف بھی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے ایک آدمی کو حدیث: وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ ''اہل عرب کے لیے بربادی ہے!''[2] بیان کرتے سنا تو آپ نے سمجھا کہ شاید یہ عرب کی تنقیص کرنا چاہتا ہے۔ آپ اس سے پریشان ہوئے تو آپ نے سلسلۂ کلام انباط[3] کی طرف پھیر دیا۔

① المحدث الفاصل: 575.   ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث: 3346.

③ انباط: یہ سامی قوم اردن کے علاقے بطراء میں آباد تھی۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: انباط یا نبایوط کو اہل عرب عموماً نابت کہتے ہیں۔ ان کی روایتوں کے مطابق خانہ کعبہ کی تولیت حضرت اسمٰعیل کے بعد سب سے بڑے بیٹے نابت کے حصے میں آئی۔ فرزندانِ نبایوط حجاز سے عراق تک خانہ بدوشانہ پھیلے ہوئے تھے۔ یہودی مؤرخ یوسیفوس لکھتا ہے: ''انباط اسماعیلی عرب از نسل نبایوط ہیں۔'' طبری نے لکھا ہے: ◀◀

علی بن حرب سے مروی ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس موجود تھے کہ ایک آدمی آپ سے کہنے لگا: ''اے ابومحمد! حدیث ہے:

« وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ »

''عرب کے لیے اس شر کی وجہ سے ہلاکت اور بربادی ہے جو قریب آ لگا ہے۔''[1]

آپ نے اس شخص سے اعراض کیا تو وہ بار بار یہی بات کہنے لگا اور سفیان رحمہ اللہ اس سے بے رخی برتتے رہے۔ جب اس نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''تیری بربادی ہو! آج تم عرب کے خلاف کس قدر واویلا کرو گے! ہلاکت ہے قوم انباط کے لیے اس شر کی وجہ سے جو ان پر نازل ہو چکا ہے۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''میرا اصحاب حدیث سے تعلق رہا ہے اور وہ سلیقہ مندی اور علم وفن کے قواعد وضوابط میں سب لوگوں سے بہتر تھے جبکہ اب وہ بدتر سلیقے اور کم تر علم وفن والے بن گئے ہیں اور نہایت بے ادب ہو چکے ہیں۔ ہم نے ان کے معاملے میں ہمت نہ ہاری اور انھیں علم واخلاق میں پہلوں جیسا کر دیا اور اب ہمارا حال یوں ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا:

وَمَا أَنَا إِلَّا كَالزَّمَانِ إِذَا صَحَا

صَحَوْتُ وَإِنْ مَاقَ الزَّمَانُ أَمُوقُ

''میں تو زمانے ہی کے مانند ہوں، جب وہ بیدار (عقل مند) ہوتا ہے تو میں بھی

◄◄ ''عرب کو نابت وقیدار کی نسل سے خدا نے پھیلایا۔'' انباط کا پایۂ تخت پہلے شہر پٹرا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہم کوثی (واقع عراق) کے نبط ہیں۔'' (تاریخ ارض القرآن (کامل) ص: 292-295).

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قصة يأجوج و مأجوج......، حديث: 3346.

② سير أعلام النبلاء: 255/12.

بیدار ہو جاتا ہوں اور جب وہ بے وقوفی اختیار کرتا ہے تو میں بھی بے وقوف بن جاتا ہوں۔"[1]

سفیان بن عیینہ اپنے ہم عصر احباب کے سرخیل تھے۔ حصول علم کے لیے آپ کے ہاں لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی حتی کہ یہ معاملہ اس قدر بڑھ جاتا کہ بسا اوقات آپ کا دل ہی اس سے اچاٹ ہو جاتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: "بلاشبہ لوگوں کے گروہ آپ کے پاس زمین کے دور دراز کے علاقوں سے آتے ہیں اور آپ ان سے اکثر ترش روئی سے پیش آئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ واپس چلے جائیں اور آپ کو چھوڑ دیں۔" انھوں نے فرمایا: "اگر وہ میری بداخلاقی کی وجہ سے ایسا علم ترک کر دیں گے، جو ان کے لیے فائدہ مند ہے، تو وہ تیرے مانند احمق ہی ہوں گے!"[2]

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ ایک مرتبہ اکتا کر اصحاب حدیث کی جانب نکلے اور فرمایا: "کیا یہ بدبختی نہیں ہے کہ میں کبھی ضمرہ بن سعید رحمہ اللہ کا ہم مجلس ہوتا تھا اور وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل بیٹھے تھے۔ میں عمرو بن دینار رحمہ اللہ کا ہم مجلس ہوا کرتا تھا جبکہ انھوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی مجلس کا شرف حاصل کیا ہوا تھا۔ میں عبداللہ بن دینار کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا جبکہ انھیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھنے کا شرف حاصل تھا۔ میں زہری رحمہ اللہ کی مجلس اختیار کرتا تھا جبکہ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی ہوئی تھی۔" وہ اسی طرح کہتے رہے حتی کہ انھوں نے ایک بہت بڑی جماعت کا نام لیا اور فرمایا: "اب یہ دور آ گیا ہے کہ میں تمھارے ساتھ بیٹھتا ہوں۔" اس مجلس میں ایک نوعمر لڑکے نے کہا: "اے ابومحمد! کیا آپ انصاف کر رہے ہیں؟"

[1] الأغاني :223/3. [2] الجامع لأخلاق الراوي:223/1.

انھوں نے کہا: ''اگر اللہ نے چاہا!'' اس لڑکے نے کہا: ''اللہ کی قسم! آپ کی وجہ سے ان لوگوں کی بدبختی اور بے چارگی جنھیں رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، ہماری وجہ سے آپ کی بدبختی اور بے چارگی کے مقابلے میں بہت شدید ہے۔'' یہ سن کر انھوں نے اپنا سر جھکا لیا اور ابونواس کے یہ شعر پڑھنے لگے:

خَلِّ جَنْبَيْكَ لِرَامٍ   وَامْضِ عَنْهُ بِسَلَامٍ

مُتْ بِدَاءِ الصَّمْتِ خَيْرٌ   لَكَ مِنْ دَاءِ الْكَلَامِ

''اپنے پہلوؤں کو تیر انداز سے بچا لے اور اس کے پاس سے سلامتی کے ساتھ گزر جا۔ کلام کی بیماری کی وجہ سے مرنے کے بجائے خاموشی کی بیماری سے مرنا تیرے لیے بہتر ہے۔''

پھر آپ نے پوچھا: ''یہ نوعمر لڑکا کون ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ یحییٰ بن اکثم ہیں۔ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ نوجوان ان سلاطین علم حدیث کی صحبت کے لائق ہے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کا سوالات اور مسائل کے ذریعے سے بھی خیال رکھتے تھے اور طلبہ نے جو کچھ یاد کیا ہوتا تھا، اس کے بارے میں آپ بکثرت استفسار اور سوال کرتے تھے۔

نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا: ''عالم کون ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''جو حدیث کو اس کا حق دے۔''[2]

سہل بن زنجلہ کہتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس موجود تھے اور اس وقت آپ کے پاس ارباب حدیث کے بڑے بڑے رؤسا بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''صحابۂ کرام سے حدیث روایت کرنے والے کس راوی سے ہم نے چار احادیث روایت

① تاریخ بغداد: 193/14. ② اقتضاء العلم العمل: 84/1.

کی ہیں؟'' علی بن مدینی رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''زیاد بن علاقہ سے'' آپ نے فرمایا: ''درست ہے۔''

ابوصلت فرماتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں 30 سال جاتا رہا ہوں اور میں آپ سے سوال پوچھا کرتا تھا۔ جب میں نے آپ کے پاس آنا شروع کیا، اس وقت میں بچہ تھا اور اب تک میں نے 50 حج کر لیے ہیں۔''[1]

[1] سیر أعلام النبلاء: 448/11.

قوت حافظہ اور علمی وسعت

بلاشبہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ حافظے میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔ قوت حفظ کا اثر آپ پر کم سنی ہی سے واضح تھا حتیٰ کہ جن علماء اور لوگوں نے بھی آپ کو دیکھا آپ نے انھیں حیران وششدر کر دیا۔

ابن عیینہ بذات خود فرماتے ہیں کہ ہر چیز لکھنے سے پہلے میں اسے یاد کرلیا کرتا تھا، پھر اسے لکھتا تھا۔[1]

حصول علم کے اولین دور ہی میں آپ کے اساتذہ نے آپ کی وسعت حفظ اور قوی یادداشت کا اندازہ لگا لیا تھا، لہٰذا انھوں نے آپ کی اعلیٰ مراتب کی جانب رہنمائی کی اور انھیں عمرو بن دینار اور زہری کے پاس حصول علم اور سماع حدیث کے لیے بھیج دیا۔

غیاث بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے سب سے پہلے ستون کے ساتھ میری مسند لگائی وہ مسعر بن کدام ہیں۔'' میں نے ان سے کہا: ''میں ابھی نوعمر ہوں؟'' انھوں نے فرمایا: ''یقیناً آپ کے پاس زہری اور عمرو بن دینار (کے علوم) ہیں۔[2]

آپ کے اساتذہ اور رفقاء آپ کے حافظے پر بہت حیران ہوتے تھے۔

یحییٰ بن آدم بیان کرتے ہیں: ''میں نے ماسوائے سفیان بن عیینہ کے کوئی ایسا شخص

---

[1] سیر أعلام النبلاء :460/8.
[2] سیر أعلام النبلاء :460/8.

نہیں دیکھا کہ اس سے حدیث کا امتحان لیا گیا ہو اور اس نے کوئی غلطی نہ کی ہو۔"[1]

وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہم نے اعمش کی زندگی ہی میں 146 ھ میں ابن عیینہ سے احادیث لکھیں۔"[2]

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "امام زہری سے حدیث روایت کرنے کے معاملے میں مجھے معمر کی نسبت ابن عیینہ زیادہ محبوب ہیں۔"[3]

یحییٰ بن معین فرمایا کرتے تھے: "محمد بن مسلم طائفی کے مقابلے میں سفیان بن عیینہ روایت حدیث میں زیادہ پختہ، مستحکم اور ثقہ ہیں۔ وہ عمرو بن دینار سے حدیث روایت کرنے میں داود عطار سے زیادہ معتبر اور مضبوط ہیں، نیز وہ مجھے داود کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہیں۔"[4]

علی بن مدینی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: "امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی ماہر، پختہ اور مضبوط نہیں ہے۔"[5]

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: "اصحاب زہری میں سب سے پختہ اور صاحب کمال امام مالک اور ابن عیینہ رحمہما اللہ ہیں۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ عمرو بن دینار کی بیان کردہ احادیث کا شعبہ سے بھی بڑھ کر علم رکھتے ہیں، نیز ابن عیینہ ایک ثقہ امام ہیں۔"[6]

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے معمر رحمہ اللہ کے سامنے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے مروی ایک حدیث بیان کی تو انھوں نے فرمایا: "بلاشبہ تیرے راوی ثقہ ہیں۔"[7]

[1] سير أعلام النبلاء: 462/8.
[2] الجرح و التعديل: 50/1.
[3] الجرح و التعديل: 51/1.
[4] الجرح و التعديل: 51/1.
[5] الجرح و التعديل: 51/1.
[6] الجرح والتعديل: 51/1.
[7] الجرح والتعديل: 51/1.

سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ حکیم اور دانا لوگوں کی مجلس اختیار کرو کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا غنیمت، ان کی صحبت سلامتی اور ان کے ساتھ بھائی چارہ عظمت و شرافت کا باعث ہے۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تین آدمی: قاسم، عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن رحمہم اللہ ہیں۔''[2]

بلاشبہ سفیان رحمہ اللہ حافظے اور ترتیب مسائل میں عجوبۂ روزگار تھے۔

یہ آپ کا قوی حافظہ ہی تھا جس نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ آپ اپنے ساتھیوں، رفقاء اور معاصرین میں 'سب سے زیادہ احادیث جمع کرنے والے اور سب سے کم خطائیں کرنے والے تھے۔'

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر امام مالک اور ابن عیینہ رحمہما اللہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم رُوئے زمین سے ختم ہو جاتا۔''

نیز فرماتے ہیں: ''میں نے احکام سے متعلق ماسوا چھ احادیث کے باقی تمام احادیث ابن عیینہ رحمہ اللہ کے ہاں پائی ہیں اور یہی احادیث ماسوا تیس 30 احادیث کے ساری کی ساری امام مالک رحمہ اللہ کے پاس بھی موجود پائی ہیں۔''

امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول سفیان رحمہ اللہ کے دائرۂ علم کو واضح کرتا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''ان کے علم کی وسعت کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے اہل عراق کی احادیث اہل حجاز کی احادیث سے ملا دی تھیں (دونوں سے روایات لی تھیں۔) انھوں نے بکثرت سفر کیے اور کثیر لوگوں سے حصول علم کے لیے ملاقات کی جن سے امام مالک رحمہ اللہ نے ملاقات نہیں کی۔ وہ دونوں حافظے، مہارت اور پختگی میں بے نظیر تھے لیکن امام مالک ابن عیینہ رحمہ اللہ

[1] حلية الأولياء: 284/7. [2] الموطأ لمحمد بن الحسن الشيباني: 45.

کی نسبت زیادہ عظمت اور شان و شوکت والے ہیں کیونکہ ان کے پاس نافع اور سعید مقبری رحمہ اللہ کا علم ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: ''حجاز کی احادیث کے متعلق سب سے زیادہ علم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس تھا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابن عیینہ حماد بن زید رحمہ اللہ سے زیادہ حافظے والے ہیں......''[1]

امام شافعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام مالک رحمہ اللہ سے کہا گیا: ''بلاشبہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس امام زہری سے روایت کردہ متعدد احادیث ایسی ہیں جو آپ کے پاس نہیں ہیں۔'' اس پر امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر میں اپنی سنی ہوئی تمام احادیث لوگوں سے بیان کردوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہوں۔''[2]

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ ثقہ امام ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سب سے پختہ اور صاحب کمال امام مالک اور ابن عیینہ رحمہما اللہ ہیں اور سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار کی بیان کردہ احادیث کو شعبہ سے زیادہ جانتے ہیں۔''[3]

① سير أعلام النبلاء: 457/8.

② الجامع لأخلاق الراوي: 109/2.

③ الجرح و التعديل: 226/4.

حصول علم کے لیے سفر

امام ابن عیینہ رحمہ اللہ نے ابتدائی عمر ہی سے حصول علم کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ کی رہائش مکہ مکرمہ میں تھی جو حجاج کرام کے بار بار آنے کا مقام اور طالبانِ علمِ حدیث اور علماء کی منزل تھا۔ آپ کے علمی دائرۂ کار کو وسعت دینے میں اس بات نے آپ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ یہاں سے حصول علم کے بعد آپ نے دوسرے ممالک کا قصد کیا اور سفر کر کے دوسرے شہروں میں پہنچے۔ آپ ان شہروں میں علم حاصل کرتے، علماء کا قصد کرتے، فوائد حاصل کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے مطالب و مفاہیم میں درک حاصل کرتے تھے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''لوگوں میں سے حصول علم کا سب سے زیادہ محتاج اور ضرورت مند شخص کون ہے؟'' آپ نے جواب دیا: ''جو ان میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے کیونکہ اس سے کسی غلطی کا سرزد ہونا بدترین چیز ہے۔''[1]

انھوں نے جن شہروں کے سفر کیے، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

① عبّادان: یہ شہر بصرے کے زیریں جانب کھاری سمندر (خلیج فارس) کے قریب واقع ہے۔ دریائے دجلہ جب سمندر کے قریب پہنچتا ہے تو وہ ''مُحْرِزَی'' نامی قصبے کے قریب دو دھاروں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ اس کا دایاں دھارا بحرین اور جزیرہ نمائے

① جامع بیان العلم: 407.

عرب کی طرف چلا جاتا ہے۔[1] اور بایاں دھارا سیراف اور فارس کی جانب بہتا ہے۔ یوں مثلث شکل کا ایک جزیرہ سا بنتا ہے اور اسی جزیرے میں، جو دو دھاروں کے مابین ہے، عبّادان واقع ہے۔[2]

ہشام بن عبدالملک نے کہا: ''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہمارے پاس عبّادان میں تشریف لائے۔''[3]

② کوفہ: یہ عراق کا مشہور علاقہ ہے۔

علی بن جعد فرماتے ہیں: ''میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے اس وقت احادیث لکھیں جب وہ پانی لا رہے تھے۔'' براثی کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کا تذکرہ ابراہیم بن عمر الوکیعی سے کیا تو انھوں نے فرمایا: ''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس ایک اونٹ ہوتا

① یاقوت حموی نے معجم البلدان میں عبّادان کے پاس دریائے دجلہ کے جو دو دھاروں میں تقسیم ہونے کا ذکر کیا ہے تو دراصل یہ صرف دجلہ نہیں بلکہ دجلہ اور فرات کے پانیوں کا مجموعہ شط العرب ہے جو بصرہ کے بالائی جانب قرنہ کے مقام پر ان دونوں دریاؤں کے سنگم سے بنتا ہے۔ یاقوت نے سیراف، ایران کے صوبہ فارس اور بحرین کا ذکر بھی اطراف (سمتیں) ظاہر کرنے کے لیے کیا ہے ورنہ ایران کی قدیم بندرگاہ سیراف، عبادان سے 7 دن کی بحری مسافت (تقریباً 500 کلومیٹر) پر اور شیراز سے 60 فرسخ جنوب میں تھی اور قدیم بحرین بصرہ سے لے کر موجودہ کویت، سعودی عرب کے مشرقی ساحلی علاقے، قطر اور آگے عُمان تک پھیلا ہوا تھا۔ جہاں تک عبّادان کا تعلّق ہے اس کا نام عہد حجاج بن یوسف میں عبّاد بن حُصین کے نام پر پڑا جسے یہ قطعۂ زمین حُمران بن ابان مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ نے عطا کیا تھا۔ رضا شاہ نے 1935ء میں اپنی اس حکمت عملی کے مطابق کہ عربی ناموں کو فارسی شکل دی جائے، عبّادان کو آبادان میں بدل دیا۔ (معجم البلدان: 371/1، 295/3، 74/4، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 727/12)

② معجم البلدان: 74/4. ③ المحدث الفاصل: 355.

تھا جس پر وہ پانی لایا کرتے تھے۔'' قاضی فرماتے ہیں: ''یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ کوفہ لوٹ آئے تھے۔''[1]

③ بغداد: سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قیس بن ربیع نے مجھے ''صراۃ'' کے پل پر دیکھا تو انھوں نے فرمایا: ''بچو! بچو!'' بلاشبہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ شاید یہی وہ جگہ ہے جسے دھنسا دیا جائے گا۔'' نیز سفیان فرماتے ہیں کہ ابوبکر ہذلی رحمہ اللہ نے مجھے بغداد[2] میں دیکھا تو انھوں نے فرمایا: ''تو کس گناہ کی وجہ سے بغداد میں داخل ہوا ہے؟''[3]

① المحدث الفاصل: 355.

② بغداد: عہد صحابہ میں بغداد کو عربی میں ذال کے ساتھ بغداذ بولا اور پڑھا جاتا تھا، تاہم یاقوت حموی (متوفی 626ء) اسے بغداد لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں ہر ماہ ایک بڑا میلہ (سوق) لگتا تھا اس کے بقول بغداد کے معنی ہیں: باغ داد یا داد نامی شخص کا باغ۔ اور بعض کہتے ہیں: بغ ایک بت کا نام تھا۔ کسریٰ نے ایک ہیجڑے کو زمین کا یہ ٹکڑا دیا تھا۔ وہ ہیجڑا اپنے شہر میں بتوں کا پجاری تھا، چنانچہ اس نے کہا: ''بغداد'' یعنی بغ نے (یہ قطعۂ زمین) دیا۔ سب سے پہلے خلیفہ ابوجعفر منصور نے 145ھ میں بغداد آباد کرنا شروع کیا اور 149ھ میں دارالخلافہ ہاشمیہ سے یہاں منتقل کرلیا۔ اس نے اسے وادی السلام، یعنی دریائے دجلہ کی نسبت سے مدینۃ السلام کا نام دیا۔ اسے ام الدنیا اور سیدۃ البلاد بھی کہا جاتا ہے۔ (معجم البلدان: 457,456/1)

③ تاریخ بغداد: 41/1.

قیصری
مرعش
ترکی
اربیل
ایران
مصیصہ
(Misis)
موصل
حلب
ہرقلہ
رقّہ
قبرص
لاذقیہ
ابوکمال
دریائے دجلہ
حماہ
شام
دریائے فرات
بغداد
عراق
حمص
طرابلس
بیروت
دمشق
مصیصہ
کوفہ
عبادان
بحیرۂ روم
بیت المقدس
خلیج فارس
اردن
عرب
سیناء
مدینہ منوّرہ
مصر
نجد
حجاز
اسوان
عرب
جدّہ
دریائے نیل
مکہ مکرّمہ
بحیرۂ احمر
سوڈان
صنعا
یمن
اریٹیریا
حبشہ
امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے سفر
سفرِ ہجرت (کوفہ تا مکہ مکرمہ)
عبادان، کوفہ اور بغداد کے علمی سفر

امام سُفیان بن عُیینہ رحمہ اللہ

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ایک سربرآوردہ تبع تابعی، نابغۂ روزگار محدث اور استاذِ حدیث تھے جنھوں نے تابعین اور اتباع تبع تابعین کے مابین رابطے کا فریضہ سرانجام دیا اور علم حدیث کی تعلیم اور اس کے فروغ میں اپنی زندگی بتا دی۔ انھوں نے ایک عرصہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں درس حدیث دیا اور ان سے سیکڑوں شاگردوں نے کسبِ فیض کیا جس سے محدثین کو تدوین حدیث میں بہت مدد ملی۔ عربی میں الإمام سُفیان بن عُیَینہ صلاح الدین علی عبدالموجود کی معرکہ آرا تصنیف ہے۔ دارالسلام انٹرنیشنل نے سیر و سوانح اسلاف شائع کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، اس سلسلے کی یہ پہلی کتاب ہے جسے اُردو قالب میں پیش کیا جا رہا ہے۔

سیرت امام سفیان بن عیینہ کے مطالعے سے آپ اس عظیم محدث کے کردار و عمل، علم حدیث کی تدریس اور فروغ میں ان کی روشن خدمات، قرآن و حدیث کے سلسلے میں ان کے تفسیری و تشریحی اقوال، ان کی درس حدیث کی مجلسوں کے احوال، عقیدہ و منہج کی پختگی، حسب ونسب اور جرح وتعدیل میں ان کی قابل رشک معلومات، دوران سفر میں انھیں پیش آمدہ حیرت انگیز واقعات، ان کے جید اساتذہ اور لائق وفائق شاگردوں کا ذکرِ جمیل اور حدیث اور محدثین سے ان کی محبت سے آگاہ ہوں گے۔ علاوہ ازیں ان کی فقہی آراء، علم وراثت میں ان کا درک، ان کے اخلاق و عادات، عجز و انکسار، زہد و ورع، عبادت و ریاضت، حکمرانوں کے متعلق ان کا رویہ، عقیدہ خلق قرآن کا مدلل ردّ اور ان کے اقوال زریں آپ کی رہنمائی کریں گے۔

یہ رہنما کتاب خود پڑھیے اور دوسروں کو اس کے مطالعے کی ترغیب دیجیے، ان شاء اللہ دنیا اور آخرت کی بہت سی بھلائیاں آپ کے حصے میں آئیں گی!

ISBN: 978-603-500-025-3

ریاض • جدہ • شارجہ • لاهور • کراچی
اسلام آباد • لندن • هیوسٹن • نیو یارک

ابن عیینہ کے چند عجیب مشاہدات

انسان سیر و سیاحت اور سفر کے دوران میں مختلف عجیب و غریب باتیں دیکھتا اور سنتا ہے۔ یہ عجیب و غریب چیزیں ناقل کے اہل علم اور غیر اہل علم ہونے کی حالت پر موقوف ہوتی ہیں، چنانچہ اہل علم کی نگاہیں ان چیزوں پر پڑتی ہیں اور ان کے کان ایسی ہی چیزوں کے سننے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں جن میں کوئی عبرت ہو یا وہ نصیحت آموز بات سے متعلق ہو۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی دیکھی اور سنی ہوئی چند عجیب اور حیرت انگیز باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

تقدیر الٰہی پر راضی ہونا

سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ ایک جگہ جمع تھے تو سفیان نے کہا: ''اٹھو، ہمارے ساتھ عبداللہ بن مرزوق کے پاس چلو۔ وہ بیمار ہیں، ہم چل کر ان کی عیادت کرتے ہیں۔'' وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب وہ عبداللہ بن مرزوق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ ایسے گھر میں ہیں کہ ان کے درمیان اور کنکریوں کے درمیان کوئی چیز نہیں ہے، یعنی وہ زمین پر سوئے ہوئے تھے اور ان کی شرمگاہ پر کپڑے کا چیتھڑا سا تھا جو بمشکل شرمگاہ کو ڈھانپ رہا تھا۔ آپ کا سر نماز پڑھنے کے لیے تھوڑی سی بلند کی ہوئی جگہ (چبوترے) کے اوپر تھا۔ سفیان نے ان سے کہا:

''اے ابومحمد! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کوئی بھی آدمی دنیا کی کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے اس چیز سے بہتر عطا کرتا ہے اور بلاشبہ آپ نے دنیا کی کئی چیزیں ترک کر دی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بدلے میں کیا عطا فرمایا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''یہ (تقدیر الٰہی پر) رضا عطا فرمائی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔''[1]

ادعائے علم پر تنبیہ

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دن مقاتل بن سلیمان نے کہا: ''عرش کے سوا جس چیز کے بارے میں دل چاہے، مجھ سے سوال کرو۔'' ایک آدمی نے اُن سے کہا: ''اے ابوالحسن! چیونٹی یا بڑے مکوڑے کی آنتیں اس کے اگلے حصے میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصے میں؟'' سفیان فرماتے ہیں: ''یہ سن کر شیخ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔'' اس پر سفیان نے کہا: ''میں سمجھتا ہوں یہ ان کے دعوے کی سزا ہے۔''[2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی بدولت مغفرت

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی روایت حدیث میں میرا بھائی بنا ہوا تھا، وہ فوت ہو گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ میں نے کہا: ''کس وجہ سے؟'' اس نے کہا: ''میں حدیث لکھا کرتا تھا اور جب بھی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا تو میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھا کرتا تھا۔ اور میں اس کے بدلے میں ثواب چاہتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی وجہ سے معاف کر دیا۔''[3]

[1] شعب الإیمان: 53/5.　[2] تاریخ بغداد: 166/13.
[3] الجامع لأخلاق الراوي: 271/1.

نیک اعمال

ابو جعفر الآدمی کہتے ہیں کہ میں اپنی بعض ضروریات کی وجہ سے یمن میں تھا۔ وہاں مجھے ایک آدمی ملا جس کے ساتھ اس کا نوجوان بیٹا بھی تھا۔ اس نوجوان نے کہا: ''یہ میرے والد ہیں اور یہ بہترین باپوں (آباء) میں سے ہیں۔ بسا اوقات یہ ایک ایسا کام کرتے ہیں جس کی وجہ سے مجھے ان سے خدشہ اور خوف رہتا ہے۔'' میں نے کہا: ''یہ کیا کرتے ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''میری ایک گائے ہے جو شام کو میرے پاس آتی ہے تو میں اس کا دودھ نکالتا ہوں، پھر میں وہ دودھ لے کر اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو یہ نماز میں مصروف ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بات بہت محبوب ہے کہ میری آل اولاد ان کا بچا ہوا دودھ پیے۔ میں ان کے پاس ہاتھ میں برتن لیے کھڑا رہتا ہوں جبکہ یہ اپنی نماز میں مصروف اور متوجہ رہتے ہیں۔ یہ میری طرف نظر اٹھاتے ہیں نہ متوجہ ہوتے ہیں حتی کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے۔'' میں نے اس بزرگ سے پوچھا: ''آپ کیا کہتے ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا: ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اور اس نے اپنے بیٹے کی توصیف شروع کر دی اور مجھ سے کہنے لگا: ''میں آپ کو اپنا عذر بتاتا ہوں۔ جب میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیتا ہوں تو میرے احساسات ختم ہو جاتے ہیں اور قرآن کریم مجھے مشغول کر دیتا ہے اور صبح ہونے تک مجھے کوئی اور بات یاد نہیں آتی۔'' ان دونوں کا معاملہ عبداللہ بن مرزوق رحمہ اللہ سے بیان کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''ان دونوں کی اطاعت الٰہی کی وجہ ہی سے اہل یمن سے مصائب دور کر دیے جاتے ہیں۔'' ان دونوں کے معاملے کا تذکرہ ابن عیینہ رحمہ اللہ سے کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''ان دونوں ہی کی وجہ سے تمام دنیا والوں کے مصائب اور تکلیفیں دور کی جاتی ہیں۔''[1]

[1] الورع لابن أبي الدنيا : 100.

ابن عیینہ کے چند عجیب مشاہدات

یحییٰ بن مثنّٰی حلبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کوفے کے ایک آدمی نے کوئی بڑا گھٹیا کام کیا تو اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے اس برے کام پر معافی دے دی۔'' نیز انھوں نے فرمایا: ''ایک مرتبہ اہل کوفہ پر اس قدر شدید بارش ہوئی کہ ان کے گھر منہدم ہو گئے تو ابن ابوداود نے اس آزمائش سے عافیت عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے اپنی لونڈی آزاد کر دی۔''[1]

بدو کی گفتگو

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک بدو دیکھا جو آ کر بیت اللہ کا طواف کرنے لگا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا کہ شاید وہ صحیح طریقے سے طواف وغیرہ ادا نہ کر سکے تو میں اسے سکھا دوں۔ وہ بدو کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹ گیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ! میں تیری طرف نکلا ہوں اور تو نے ہی مجھے نکالا ہے۔ میں تیری ہی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور تو ہی مجھے لے کر آیا ہے۔ تیرے صحن میں میں نے پڑاؤ ڈالا ہے اور تو نے مجھے اٹھایا ہے۔ اے اللہ! مختلف زبانوں میں لوگوں کی آوازیں تیرے دربار میں بلند ہو رہی ہیں۔ وہ تجھ سے اپنی ضروریات کا سوال کرتے ہیں اور میری بھی تیرے حضور ایک درخواست اور ضرورت ہے کہ طویل آزمائش میں جب دنیا والے مجھے بھول جائیں گے تو اس وقت تو مجھے یاد رکھنا۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک بدو کو عرفے کی شام کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! میرے پاس جو شر ہے اس کی وجہ سے مجھے اس خیر سے محروم نہ کرنا

① الشكر لابن أبي الدنيا: 62. ② حلية الأولياء: 275/7.

جو تیرے پاس ہے۔ اگر تو میری تھکاوٹ اور دکھ درد کو قبول نہ بھی کرے لیکن مجھے اس اجرو ثواب سے محروم نہ کرنا جو ایک مصیبت زدہ کی مصیبت پر اسے ملتا ہے۔''[1]

سانپ کا قصہ

یحییٰ بن عبدالحمید حمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی مجلس میں موجود تھا اور آپ کی مجلس میں کم و بیش ایک ہزار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی دائیں جانب مجلس کے آخر میں بیٹھے ہوئے آدمی کی جانب دیکھا اور فرمایا: ''کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو سانپ والا واقعہ بیان کرو۔'' اس آدمی نے کہا: ''مجھے سہارا دو'' تو ہم نے اسے سہارا دیا۔ اس کی آنکھیں بہنے لگیں، پھر اس نے کہا: ''خبردار! سنو اور ذہن نشین کر لو۔ مجھے میرے باپ نے میرے دادے کا بیان کردہ یہ قصہ سنایا کہ ایک آدمی محمد بن حُمَیر کے نام سے مشہور تھا۔ وہ بڑا متقی اور پرہیز گار تھا۔ وہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ وہ شکار کا عادی تھا۔ ایک دن وہ شکار کرنے کے لیے باہر نکلا تو اچانک اس کے سامنے ایک سانپ آ گیا۔ سانپ نے اس سے کہا: ''اے محمد بن حُمَیر! مجھے پناہ دو، اللہ تمھیں پناہ دے گا۔'' محمد بن حمیر نے سانپ سے کہا: ''کس سے پناہ دوں؟'' اس نے کہا: ''میری تلاش میں میرا ایک دشمن ہے، اس سے پناہ دو۔'' محمد نے کہا: ''تیرا دشمن کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''میرے پیچھے ہے۔'' ابن حمیر نے کہا: ''تو کس امت سے ہے؟'' اس نے کہا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' محمد بن حمیر بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی چادر کھول دی اور سانپ سے کہا: اس میں داخل ہو جاؤ۔ اس نے کہا: ''میرا دشمن مجھے دیکھ لے گا۔'' میں نے اپنے پیٹ پر

[1] جمهرة خطب العرب: 333/3.

لپیٹے ہوئے بوسیدہ کپڑے کو ہٹایا اور اس سے کہا کہ میرے پیٹ اور اس کپڑے کے درمیان داخل ہو جاؤ۔" اس نے کہا: "میرا دشمن مجھے دیکھ لے گا۔" میں نے اس سے کہا: "تو پھر بتاؤ میں تمھارا کیا کروں؟" اس نے کہا: "اگر تو نیکی کا کام کرنا چاہتا ہے تو میرے لیے اپنا منہ کھول دے تاکہ میں اس میں رینگ جاؤں۔" ابن حمیر نے کہا: "مجھے خدشہ ہے کہ تو مجھے ہلاک کر دے گا۔" اس نے کہا: "نہیں! اللہ کی قسم! میں تجھے ہلاک نہیں کروں گا۔ اگر میں تجھے ہلاک کروں تو اس بات پر میرے خلاف اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اس کے انبیاء، اس کے عرش کے حاملین اور اس کے آسمانوں کے رہائشی گواہ ہوں۔" ابن حمیر کہتا ہے کہ "اس کی قسم سے مجھے اطمینان ہو گیا اور میں نے اپنا منہ کھول دیا تو وہ اس میں رینگ گیا۔" پھر میں آگے چل پڑا۔ اچانک ایک آدمی میرے سامنے آ گیا جس کے پاس تلوار تھی۔ اس نے کہا: "اے محمد!" میں نے کہا: "تو کیا چاہتا ہے؟" اس نے کہا: "کیا تو میرے دشمن سے ملا ہے؟" میں نے پوچھا: "تیرا دشمن کون ہے؟" اس نے کہا: "سانپ۔" میں نے کہا: "اللہ کی قسم! نہیں" جبکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے اس بات پر سو مرتبہ اپنے رب سے استغفار کیا۔ میں یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اچانک اس نے میرے منہ سے اپنا سر باہر نکالا اور کہا: "دیکھو، کیا دشمن چلا گیا ہے؟" میں نے نگاہیں دوڑائیں اور مجھے کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ میں نے اس سے کہا: "مجھے کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا۔ اگر تو نکلنا چاہتا ہے تو باہر نکل آ۔" اس نے کہا: "تھوڑی دیر اور دیکھ لو۔" چنانچہ میں نے صحرا میں نگاہ دوڑائی لیکن مجھے کوئی پرچھائیں نظر آئی نہ کوئی انسان نظر آیا۔ میں نے اس سے کہا: "اگر تو نکلنا چاہتا ہے تو نکل آ۔ مجھے کوئی انسان نظر نہیں آ رہا۔" اس نے کہا: "تجھے دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ہوگا۔ یا تو یہ کہ میں تیرے جگر کو کرید کرید کر تیرے پیٹ میں چورا چورا بنا دوں یا پھر تیرے اندر سوراخ کر کے تیرے جسم کو

بغیر روح کے پھینک دوں۔'' میں نے کہا: ''سبحان اللہ! وہ عہد کہاں گیا جو تو نے کیا تھا؟ اور اس معاہدہ کا کیا بنا جو تو نے میرے ساتھ کیا تھا؟ وہ قسم کہاں گئی جو تو نے اٹھائی تھی؟ تو کس قدر جلد اسے بھول گیا ہے!'' اس نے کہا: ''اے محمد! میرے اور تیرے باپ آدم کے مابین جو عداوت تھی، تو اسے کیوں بھول گیا کہ میں نے تیرے باپ کو گمراہ کیا اور اسے جنت سے نکلوا دیا، لہٰذا تو کس بھروسے پر مجھ سے نیکی کرنے کا مطالبہ کرتا ہے؟'' میں نے اس سے کہا: ''کیا تیرا مجھے ہلاک کرنا ضروری ہے؟'' اس نے کہا: ''اللہ کی قسم! تجھے ہلاک کرنا ضروری ہے۔'' میں نے کہا: ''مجھے اس قدر مہلت دے کہ میں اس پہاڑ کے نیچے پہنچ جاؤں تاکہ اپنے لیے قبر کی جگہ بنا لوں۔'' اس نے کہا: ''تیری مرضی ہے۔'' چنانچہ میں پہاڑ کی طرف چلنے لگا جبکہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ میں نے اپنی نگاہوں کو عرش کی جانب گاڑ دیا، پھر میں نے کہا: ''اے مہربان ذات! مجھ پر اپنے پوشیدہ رحم سے مہربانی فرما۔ اے مہربان ذات! اپنی اس قدرت کے ساتھ مجھ پر مہربانی فرما جس سے تو عرش پر مستوی ہوا ہے۔ نہیں معلوم کہ تیرا عرش پر کہاں ٹھکانا ہے مگر تو مجھے اس سانپ سے بچالے۔'' پھر میں چلنے لگا تو ایک روشن چہرے والا، عمدہ خوشبو والا اور گندگی سے پاک صاف مرد صالح میرے سامنے آیا اور اس نے مجھے ''السلام علیکم'' کہا۔ میں نے کہا: ''وعلیک السلام! اے میرے بھائی!'' اس نے کہا: ''تجھے کیا ہوا ہے؟ مجھے لگتا ہے کہ تیرا رنگ متغیر ہو چکا ہے؟''

میں نے کہا: ''ہاں بھائی! ایک دشمن کی وجہ سے ایسا ہوا ہے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔'' اس نے پوچھا: ''تیرا دشمن کہاں ہے؟'' میں نے کہا: ''میرے پیٹ میں۔'' اس نے مجھ سے کہا: ''اپنا منہ کھولو۔'' چنانچہ میں نے اپنا منہ کھولا تو اس نے زیتون کے سبز پتے کے مانند کوئی چیز اس میں رکھی، پھر اس نے کہا: ''اسے چبا کر نگل لو۔'' چنانچہ میں نے

اسے چبا کر نگل لیا۔ پھر تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ میرے پیٹ میں اس نے مروڑ ڈالنے شروع کر دیے اور میں نے اس سانپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے نچلے حصے سے گرا دیا۔“ میں اس آدمی سے چمٹ گیا اور اس سے کہا: ”اے میرے بھائی! میں اس اللہ تعالیٰ کی حمد وتوصیف بیان کرتا ہوں جس نے آپ کے ذریعے سے میرے اوپر احسان کیا۔“ وہ ہنسنے لگا، پھر اس نے کہا: ”کیا تو مجھے نہیں پہچانتا۔“ میں نے کہا: ”اللہ کی قسم! نہیں!“ اس نے کہا: ”اے محمد بن حمیر! بلاشبہ تیرے اور اس سانپ کے مابین جو کچھ بھی ہوا اور تو نے اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں دعا کی تو ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے اللہ کے حضور ہنگامہ برپا کر دیا۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ”میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میرے جود وسخا کی قسم! عرش بریں پر میرے بلند ہونے کی قسم! بلاشبہ میری آنکھوں کے سامنے سانپ نے میرے بندے کے ساتھ سارا کچھ کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا اور میں ہی وہ چیز ہوں جسے معروف (نیکی) کہا جاتا ہے۔ میرا ٹھکانا چوتھے آسمان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ جنت میں جاؤ اور سبزے کا ایک گچھا لے کر میرے بندے محمد بن حمیر سے ملو۔ اے ابن حمیر! نیکی کے کام بجا لانے تم پر لازم ہیں کیونکہ وہ بڑی ہلاکت گاہوں سے بچاتی ہے۔ جس کے ساتھ نیکی کی جائے اگر وہ اسے ضائع بھی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ نیکی ضائع نہیں ہوتی۔“[1]

بدو کا حصول علم

ایک بدو عرصۂ دراز تک سفیان بن عیینہ سے وابستہ رہا اور آپ سے احادیث سنتا رہا۔ جب اس کے سفر کا موقع آیا تو سفیان رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا: ”اے بدو بھائی! ہماری

[1] حلية الأولياء: 294/7.

بیان کردہ احادیث میں سے کون سی احادیث تجھے پسند آئی ہیں؟'' اس نے کہا: تین احادیث:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث:

«كَانَ يُحِبُّ الْحَلْوٰى وَالْعَسَلَ»

''نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند کیا کرتے تھے۔''[1]

② نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

«إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ»

''جب شام کا کھانا لگا دیا جائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے شام کا کھانا کھاؤ۔''[2]

③ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روایت کردہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

«لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ»

''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔''[3]

ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ مسعر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا: ''ایک آدمی سمندر کے سفر پر نکلا تو اس کی کشتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی اور وہ ایک جزیرے پر پہنچ گیا۔ وہ وہاں تین دن رہا، اس نے ان تین دنوں میں کچھ کھایا پیا نہ کوئی آدمی دیکھا تو

① صحيح البخاري، الأطعمة، باب الحلوٰى و العسل، حديث :5431.

② صحيح البخاري، الأطعمة، باب إذا حضر العَشاء فلايعجل......، حديث: 5463، ومسند أحمد :249/3، واللفظ له عن أنس رضی اللہ عنہ.

③ صحيح البخاري، الصوم، باب قول النبي ﷺ لمن ظلل عليه......، حديث : 1946، وصحيح مسلم، الصيام، باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر......، حديث : 1115 عن جابر رضی اللہ عنہ، دیکھیے المستطرف : 513/2.

اس نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا:

إِذَا شَابَ الْغُرَابُ أَتَيْتُ أَهْلِي
وَصَارَ الْقَارُ كَاللَّبَنِ الْحَلِيبِ

''جب کوا سفید ہو جائے گا اور تارکول تازہ دودھ کے مانند ہو جائے گا تو اس وقت میں اپنے گھر والوں کے پاس آؤں گا۔''

تو اسے کسی ان دیکھے نے جواب دیا:

عَسَى الْكَرْبُ الَّذِي أَمْسَيْتَ فِيهِ
يَكُونُ وَرَاءَهُ فَرَجٌ قَرِيبٌ

''جس مصیبت اور تکلیف میں تو گرفتار ہو گیا ہے، عنقریب اس کے بعد بہت جلد فراخی ہو گی۔''

ناگہاں اس نے دیکھا کہ ایک کشتی اس کی جانب آ رہی ہے۔ اس نے کشتی والوں کو اشارہ کیا تو انھوں نے اسے اپنے ساتھ سوار کر لیا اور پھر اس نے بہت زیادہ بھلائیاں پائیں۔[1]

[1] حلية الأولياء: 289/7.

علم اور اہل علم سے محبت

علم ایک اشرف واعلیٰ اور مطلوب ومرغوب چیز ہے۔ جس نے اس کا وافر حصہ حاصل کر لیا، درحقیقت وہی دنیا و آخرت میں خوش قسمت ہے۔ یقیناً دین حنیف نے مختلف وسائل کے ذریعے سے حصول علم پر ابھارا ہے، خواہ اس علم کو اس کے صاف و شفاف چشمۂ جاری، یعنی قرآن وسنت سے براہ راست لیا جائے جن کو حاصل کرنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا جیسا کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا : كِتَابَ اللهِ، سُنَّةَ نَبِيِّهِ»

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے، کبھی گمراہ نہیں ہو گے (وہ دو چیزیں:) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہیں۔“[1]

یا ان دونوں چیزوں کی نصوص کا تفقہ (فہم و ادراک) حاصل کر کے اور ان دونوں کے افادات کی تہ تک پہنچ کر یہ علم لیا جائے کیونکہ یہی شخص ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے

[1] الموطأ للإمام مالك: 362/2، حديث: 1708، والمستدرك للحاكم: 93/1، و السنن الكبرٰى للبيهقي: 114/10، وسنن الدار قطني: 245/4. شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھیے سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث: 1761.

یقیناً بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے:

«مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ علم اور علماء سے محبت رکھنے والے تھے، اسی لیے علمائے کرام آپ کے محبوب و مقصود تھے اور علم آپ کی پسندیدہ اور مانوس چیز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾

''پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں، اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے۔''[2]

اس آیت کریمہ میں اگرچہ ظاہری طور پر خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت آپ کی امت بھی اس کی مخاطب ہے۔ اس آیت کریمہ سے سفیان رحمہ اللہ نے فضیلت علم پر استدلال کیا ہے۔

ربیع بن نافع سے مروی ہے کہ سفیان رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت کی، پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تو نے سنا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿فَاعْلَمْ﴾ ''جان لیجیے'' کہہ کر اپنی بات کا آغاز فرمایا ہے، پھر عمل کا حکم دیا ہے۔''[3]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ علم اور علماء دونوں کا بہت زیادہ ادب و احترام اور تعظیم کرنے والے تھے۔ اس کے بارے میں ان کے متعدد اقوال منقول ہیں:

---

① صحيح البخاري، العلم، باب من يرد الله به خيرا......، حديث: 71، وصحيح مسلم، الزكاة، باب النهي عن المسألة، حديث: 1037.

② محمد 19:47.　　③ فتح الباري: 160/1، و حلية الأولياء: 285/7.

ربیع بن نافع حلبی بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ علم کی فضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا جس میں اس نے علم سے اپنے ارشاد کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

''پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں۔''[1]

پھر اس کے بعد عمل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾

''اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے۔''[2]

یہ اس بات کی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں ہے۔ جس نے یہ کلمہ کہہ دیا، اسے بخش دیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ﴾

''(اے نبی!) جن لوگوں نے کفر کیا ان سے کہہ دیجیے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ انھیں معاف کر دیا جائے گا۔''[3]

اور فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝﴾

''اور اللہ انھیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔''[4]

یعنی وہ استغفار میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرتے تھے۔

[1] محمد 19:47. [2] محمد 19:47. [3] الأنفال 38:8. [4] الأنفال 33:8.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴾

’’تم اپنے رب سے استغفار کرو۔ بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا ہے۔‘‘[1]

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی وحدانیت تسلیم کرلو، نیز علم، عمل سے پہلے ہوتا ہے۔

کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ﴾

’’تم جان لو کہ دنیاوی زندگی محض کھیل تماشا ہے۔‘‘[2]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴾

’’اور تم اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔‘‘[3]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝﴾

’’اور جان لو! یقیناً تمھارے مال اور تمھاری اولاد فتنہ ہیں اور بے شک اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔‘‘[4]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] نوح 71:10۔ [2] الحديد 57:20۔
[3] آل عمران 3:133۔ [4] الأنفال 8:28۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○﴾

''اے ایمان والو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، لہٰذا تم ان سے بچو۔ اور اگر معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔''[1]

اور فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾

''اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ بھی مال غنیمت حاصل کرو، اس میں سے پانچواں حصہ یقیناً اللہ کے لیے ہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں پہلے علم، پھر عمل کا حکم دیا ہے۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کسی فقیہ نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ علماء تین قسم کے ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والے۔

② اللہ تعالیٰ کے احکامات کا علم رکھنے والے۔

③ اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام دونوں امور کا علم رکھنے والے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کا علم رکھتا ہے، یہ وہ عالم ہے جو سنت کو جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو جاننے والا عالم ہے، یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لیکن سنت کا علم نہیں رکھتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام دونوں امور کا علم رکھتا ہے، یہ وہ عالم ہے جو سنت کو جاننے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی ہے۔ اسی عالم

① التغابن 14:64.　② الأنفال 41:8.

③ حلیة الأولیاء: 285/7.

کو آسمانی فرشتوں کے درمیان ''عظیم'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔''①

غُلّابی فرماتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے پوچھا: ''لوگوں میں سے طلب علم کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''اے ابو محمد! آپ ہی فرمائیے۔'' سفیان نے فرمایا: ''عالم! کیونکہ عالم کے ساتھ جہالت کا ہونا سب سے قبیح اور بری چیز ہے۔''

ابو سہل مدائنی بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ سے ایک آدمی نے پوچھا: ''اے ابو محمد! علم افضل ہے یا عمل؟'' انھوں نے فرمایا: علم! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾

''پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلا شبہ اللہ کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں، اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے۔''②

پس تم عمل سے پہلے علم سے آغاز کرو۔''③

سفیان رحمہ اللہ علم کی تعظیم کرتے اور لوگوں کو اسے حاصل کرنے پر ابھارتے تھے کیونکہ یہ عالم ہی ہے جو بعد میں آنے والوں کو سلف کے ساتھ ملاتا ہے، ان دونوں کے مابین رابطے کا کام کرتا ہے اور امت کو لغزشوں اور ٹھوکروں سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہی اصل بنیاد ہے جس پر دیگر لوگ اپنے علم کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''علم کا آغاز اور اس کی ابتدا غور سے کان کھول کر بات کو سننا ہے۔ اس کے بعد فہم کا نمبر ہے، پھر اسے یاد کرنا، پھر اس پر عمل کرنا اور پھر اسے لوگوں میں پھیلانا ہے۔''④

ابن عیینہ رحمہ اللہ یہ بات بکثرت فرمایا کرتے تھے: ''تھوڑے علم کے مطابق عمل کی توفیق

① حلية الأولياء: 280/7. ② محمد 19:47.
③ شعب الإيمان: 260/2. ④ شعب الإيمان: 289/2.

مل جانا بہت زیادہ علم سے بہتر ہے۔''[1]

عبداللہ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے سنا: ''علم کے لیے حفظ، عمل، استماع (غور سے سننا) خاموش رہنے اور لوگوں تک اسے پہنچانے کا التزام ہونا ضروری ہے۔''

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لوگوں میں سے سب سے جاہل آدمی وہ ہے جس نے وہ چیز چھوڑ دی جسے وہ جانتا تھا۔ لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے اور سب سے افضل وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتے ہیں۔''[2]

ابن اعرابی بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مقام و مرتبہ اور شرف کے لحاظ سے بالا وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے مابین رابطہ ہیں اور وہ لوگ انبیاء اور علماء ہیں۔''[3]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''نیکوکار لوگوں کا تذکرہ کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔'' اس پر ان سے کہا گیا کہ آپ نے یہ بات کس سے نقل کی ہے تو آپ نے فرمایا: ''علماء سے۔''[4]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بلاشبہ جو شخص فائدہ حاصل کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے وہ اس غلام کے مانند ہے جو ہر چیز اس لیے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا آقا اس سے راضی ہو جائے، وہ اس کی محبت چاہتا ہے، اس کے تقرب کا خواہش مند اور اس کے ہاں اپنا مقام پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کا آقا اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔'' اور سفیان نے فرمایا: ''جو کچھ میں جانتا ہوں، اس پر عمل نہ

[1] شعب الإيمان: 305/2.
[2] سنن الدارمي، باب فضل العلم والعالم: 71/1.
[3] صِفة الصَّفوة: 232/2.
[4] ذم الكلام: 156/5.

کروں تو دنیا میں مجھ سے بڑا جاہل کوئی نہیں ہے۔''[1]

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بلاشبہ یہ علم جس برتن سے بھی نکلتا ہے وہ برتن بے وقعت ہو جاتا ہے۔''[2] (مراد یہ ہے کہ علم حدیث جس شخص کے دل سے نکل جائے اس کی وقعت باقی نہیں رہتی۔)

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے ہم عصر علماء کا بہت ادب واحترام اور تعظیم کیا کرتے تھے، نیز آپ ان کے فضائل ومناقب کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

ابوعبداللہ مُعَیطی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ آپ کے پاس آئے تو آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ اس اثناء میں ایک آدمی آ کر سفیان رحمہ اللہ سے حدیث کی بابت سوال کرنے لگا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''جب تک یہ شیخ میرے پاس بیٹھے ہیں، اس وقت تک مجھ سے حدیث کے بارے میں سوال مت کرنا۔'' پھر ابوبکر رحمہ اللہ آپ سے پوچھنے لگے: ''اے سفیان! آپ کا کیا حال ہے؟ اور آپ کے والد کا خاندان کس حال میں ہے؟''

سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے: ''ابوبکر رحمہ اللہ مجھ سے دس سال بڑے ہیں۔''[3]

حارث بن مسکین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ملا جبکہ ان کے ساتھ ابن وہب رحمہ اللہ تھے۔ آپ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ابن وہب رحمہ اللہ سے پوچھا، پھر فرمایا: ''یہ مصری شیخ بھی امام مالک رحمہ اللہ سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔''[4]

نیز سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کوئی کوفی اور بصری محمد بن سیرین رحمہ اللہ جیسا متقی اور

① الجامع لأخلاق الراوي:1/90.
② حلية الأولياء: 7/281.
③ سير أعلام النبلاء:8/499.
④ سير أعلام النبلاء:8/233.

پرہیزگار نہیں ہے۔''[1]

حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے 86 تابعین سے ملاقات کی اور وہ فرمایا کرتے تھے: ''میں نے ایوب کے مانند کسی کو نہیں دیکھا۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسعر رحمہ اللہ سے پوچھا: ''جن لوگوں کی صحبت کا آپ نے شرف حاصل کیا ہے ان میں سب سے افضل کون ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''عمرو بن مرہ سے بڑھ کر کوئی صاحب فضیلت نہیں ہے۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عمرو بن دینار رحمہ اللہ مسجد آنے سے رہ نہیں سکتے تھے۔ آپ کو ایک گدھے پر سوار کر کے لایا جاتا تھا۔ (انھیں سوار کرتے وقت) گدھے کو بٹھایا جاتا، پھر آپ اس پر سوار ہوتے کیونکہ آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے۔'' وہ فرمایا کرتے تھے: ''جو شخص مجھ سے احادیث لکھتا ہے اس کے اس عمل میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جس روایت سے میں احتراز کرتا تھا اسے میں کسی سے لکھتا نہیں تھا۔'' سفیان کہتے ہیں: ''وہ فقیہ آدمی تھے اور بالمعنی احادیث بیان کیا کرتے تھے۔''[4]

ابوبکر بن فحام کہتے ہیں: ''میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں: ''ہمارے پاس ہارون بن رباب تشریف لائے اور وہ معززین کرام میں سے ایک تھے اور آپ کے پاس تین یا سات احادیث تھیں۔''[5]

محمد بن میمون بیان کرتے ہیں کہ ہم سے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ''ہمیں ان لوگوں نے احادیث سنائیں جن کے مثل دیکھنے سے تیری آنکھیں قاصر ہیں۔'' ہم نے کہا: ''اے ابو محمد! آپ کو یہ احادیث کس نے سُنائی ہیں؟'' انھوں نے فرمایا: ''نیکوکار

[1] حلیة الأولیاء: 266/2. [2] حلیة الأولیاء: 3/3.
[3] سیر أعلام النبلاء: 198/5. [4] سیر أعلام النبلاء: 302/5.
[5] حلیة الأولیاء: 55/3.

لوگوں نے، اور وہ عبدالملک بن سعید بن ابجر اور مطرف بن طریف ہیں۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس مسعر رحمہ اللہ تشریف لائے اور انھوں نے ایک آدمی کے بارے میں مجھ سے بات کی کہ میں اسے احادیث سُنا دیا کروں۔ میں نے کہا: ''اے ابوسلمہ! اگر آپ پیغام بھیج دیتے تو میں حاضر ہو جاتا۔'' انھوں نے فرمایا: ''بلاشبہ ضرورت ہمیں تھی۔''

سفیان کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسعر رحمہ اللہ کے پاس تھا، آپ نے عمدہ کپڑے زیب تن کیے ہوئے ایک معزز آدمی کو دیکھا تو اس سے پوچھا: ''کیا تو اصحاب حدیث میں سے ہے؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''یہ حالت کسی طالب حدیث کی سی نہیں ہے۔''[2]

عثمان بن یحییٰ قرقسانی بیان کرتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ آپ کی مجلس میں بہت ازدحام تھا۔ بھیڑ کی گرمی کی وجہ سے احمد بن حنبل رحمہ اللہ بے ہوش ہو گئے تو اہل مجلس میں سے زکریا نامی شخص، جو سفیان رحمہ اللہ کی خدمت کرتا تھا اور انھیں مجلس تک اٹھا کر لاتا تھا، کھڑا ہوا اور سفیان رحمہ اللہ سے کہنے لگا: ''آپ حدیث بیان کر رہے ہیں جبکہ سب سے بہتر آدمی، احمد بن حنبل فوت ہو گئے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''پانی لاؤ۔'' چنانچہ وہ سفیان رحمہ اللہ کے گھر سے پانی کا ایک کوزہ اُٹھا لایا۔ آپ نے فرمایا: ''اسے احمد پر انڈیل دو۔ جب امام احمد نے پانی کی ٹھنڈک محسوس کی تو انھوں نے اپنا چہرہ ننگا کیا، اپنے ہاتھ سے پانی صاف کیا اور ہوش میں آ گئے۔ پھر سفیان رحمہ اللہ نے درس حدیث منقطع کر دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔''[3]

حسین بن علی جعفی رحمہ اللہ بڑے صاحب فضل، عابد و زاہد اور قاریٔ قرآن تھے۔ لوگوں

① حلية الأولياء: 86/5. ② حلية الأولياء: 223/7.
③ حلية الأولياء: 185/9.

کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ آپ کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسین رحمہ اللہ حج کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ آئے تو سفیان رحمہ اللہ نے ان سے ملاقات کی، آپ نے انھیں 'السلام علیکم' کہا، پھر ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے منصور بن معتمر رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''میں ایک نبی کے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہوں۔'' ان کے متعلق سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''منصور رحمہ اللہ نے ساٹھ سال روزے رکھے تھے۔ آپ رات کو قیام کرتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اعمش رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انھوں نے پوستین کی اُلٹی قمیص اور ایسا کچھا پہنا ہوا تھا جس کے دھاگے ٹانگوں پر پڑ رہے تھے، پھر انھوں نے فرمایا: ''اگر میں نے علم حاصل نہ کیا ہوتا تو میرے پاس کون آتا؟ اگر میں سبزی فروش ہوتا تو لوگ مجھ سے کوئی چیز خریدنے سے گھن محسوس کرتے۔''[3]

بلاشبہ اخلاق اور اہل علم سے ادب کا یہ رویہ سفیان رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ ہی سے سیکھا تھا اور آپ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ آپ کے طلبہ بھی اسی منہج کے مطابق تربیت پائیں جس پر آپ کی پرورش ہوئی تھی۔

ابن عیینہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایوب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مجھے جب اہل سنت میں سے کسی آدمی کی موت کی خبر پہنچتی ہے تو محسوس ہوتا ہے گویا میرے اعضاء میں سے کوئی عضو ساقط ہو گیا ہے۔''[4]

① طبقات ابن سعد: 396/6. ② حلية الأولياء: 41/5.
③ حلية الأولياء: 47/5. ④ حلية الأولياء: 9/3.

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ جب داود بن ابو ہند تشریف لاتے تو ہم ان کا استقبال کرنے کے لیے باہر نکلتے اور ہم آپ کی ہیئت، امتیازی شان، مستعدی اور تجربے کو دیکھتے تھے۔ ①

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اہل مکہ میں سے آپ نے سب سے بڑا فقیہ کسے پایا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ان میں سب سے درشت مزاج عمرو بن دینار ہیں۔ جب بھی میں ان سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کرتا تو ان کی آنکھیں بوجھل ہو جاتی تھیں۔'' سفیان فرماتے ہیں: ''عمرو بن دینار رحمہ اللہ جب اپنی مرضی سے حدیث بیان کرنا شروع کرتے تو صحیح سلامت اور تندرست ہوتے اور جب وہ درس حدیث سے رک جاتے اور لیٹ جاتے تو کہنے لگتے: ''ہائے میرا پیٹ! ہائے میرا پیٹ!'' ②

① حلیة الأولیاء: 3/94. ② حلیة الأولیاء: 3/348.

فروغِ علم کے لیے عظیم الشان خدمات

دین کی بلندی، رفعت اور عظمت علم کی تشہیر کرنے، اسے فروغ دینے، اسے پھیلانے اور اسے بیان کرنے سے ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس دین کے لیے ایسے علماء کو مامور نہ کرتا جنھوں نے اس کا جھنڈا اٹھائے رکھا اور وہ اس کا مقام و مرتبہ بلند رکھنے کی جدوجہد کرتے رہے، تو اس کے نشانات مٹ جاتے اور اس کے مدارس غائب ہو جاتے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے اپنے دین کے لیے بڑے جلیل القدر علماء مامور فرمائے جنھوں نے اس کی حفاظت فرمائی، اس کی حرمت کو محفوظ کیا اور اسے دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلا دیا۔ اور یہی لوگ علمائے ربانی ہیں۔

شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اعلان حق کرتے ہوئے، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہوئے، مفید اور نقصان دہ امور کے مابین فرق کرتے ہوئے، علم پھیلاتے ہوئے، دینی و دنیاوی نفع سے محبت اور لوگوں کے حق میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے، حق اور نیکی کی وجہ سے پیش آنے والے مصائب اور آفتوں میں مسلمانوں کی اچھی سفارش کے ذریعے سے اپنے علم کی زکاۃ ادا کیجیے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»

”جب کوئی انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس سے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں ماسوا تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ [1]

بعض اہل علم کا قول ہے کہ یہ تینوں صفات صرف ایسے عالم میں جمع ہو سکتی ہیں جو اپنا علم خرچ کرنے والا اور پھیلانے والا ہو۔ اس کا علم خرچ کرنا ایسا صدقہ ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے گا اور یہ صدقہ لینے والا اس عالم سے تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے اس کا بیٹا ہے۔

پس اس روپ کو اختیار کرنے کی شدید خواہش کیجیے، اس کے حریص ہو جائیے کیونکہ یہ آپ کے علم کا بنیادی ثمرہ ہے۔

یہ بھی علم کا شرف اور خصوصیت ہے کہ وہ بکثرت خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، بخل کرنے سے کم ہوتا ہے اور اس کی آفت اور مصیبت اسے چھپانا ہے۔

زمانے بھر میں فساد پھیلنے کا عذر، فاسقوں اور نافرمانوں کا غلبہ اور نصیحت کی اثر انگیزی میں کمی تجھے اس واجب کی ادائیگی اور دوسروں تک علم پہنچانے کے فریضے سے روک نہ دیں۔ اگر تو نے ایسا کیا تو یہ ایسا فعل ہوگا جس پر فاسق لوگ سرخ سونا نچھاور کریں گے تاکہ نیکوکاروں کے خلاف ان کی بغاوت اور بری خصلتوں کا علم بلند ہو۔ [2]

سفیان رحمہ اللہ علم پھیلانے والے اور اسے بکثرت خرچ کرنے والے تھے۔ وہ علم سکھانے، طلبہ کی سرپرستی اور خیال رکھنے، ان کی خیر خواہی کرنے اور انھیں اچھی نصیحت کرنے میں کبھی سستی نہیں دکھاتے تھے۔

---

[1] صحیح مسلم، الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب......حدیث: 1631.

[2] حلیة طالب العلم، ص: 61.

حسنین بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا گیا:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔''①

آپ نے جواب دیا: ''اس سے مراد یہ ہے کہ تو بذات خود نیکی کرے، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے، اس معاملے میں دوسروں کی مدد کرے اور دوسروں کی اس جانب رہنمائی کرے۔''②

ابن وہب فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ﴾

''اور اس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں۔''③

پھر اس کے بارے میں فرمایا: ''مجھے خیر کی تعلیم دینے والا بنایا۔''④

آپ کے مشائخ واساتذہ، رفقاء اور بھائی طلبہ کی آپ کی جانب رہنمائی کرتے اور انھیں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی نصیحت کرتے۔

عثمان بن زائدہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں کس سے احادیث کا سماع کروں؟ تو انھوں نے فرمایا: ''ابن عیینہ اور زائدہ بن قدامہ کا التزام کرو اور ان کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔'' اور نُعَیم بن حماد رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے جس طرح متفرق علوم جمع کر لیے ہیں، اس طرح میں نے کسی اور کو علوم جمع کرنے

① المآئدة 5:2.
② حلية الأولياء: 284/7.
③ مريم 19:31.
④ جامع بيان العلم: 499.

والا نہیں دیکھا۔''[1]

علی بن حرب طائی فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات بہت محبوب ہے کہ جب سفیان بن عیینہ احادیث بیان کریں تو ان کی ناز برداری کے لیے میری ایک لونڈی مامور ہو۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہمیشہ اپنی نصیحت اور وعظ کے اثر اور علم کے نتیجے میں کیے جانے والے عمل پر نگاہ رکھتے تھے۔ آپ کسی جوہر اور مہارت کے بغیر صرف شکلوں کو نہیں دیکھا کرتے تھے (آپ شکل کی نہیں بلکہ عمل وفن کی قدر کرتے تھے۔)

غُلّابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے حدیث کی سند کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''تو اس کی سند کو کیا کرے گا؟ کیا میں نے تجھے اس کی حکمت پہنچا نہیں دی اور اس کی نصیحت تجھے ذہن نشین نہیں کرا دی؟''[3]

علمائے کرام کی یقیناً ایک اہم ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ علم کو عام کریں اور اسے ان لوگوں تک پہنچائیں جو علم کے حامل بنیں اور اس کی حفاظت کریں، نیز اس پر عمل کریں، اس کا التزام کریں اور اس کا خیال رکھیں۔

احمد بن شیبان بیان کرتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اصحاب حدیث کی کثرت کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تین آدمی سلطان کا اتباع کرتے ہیں، تین آدمی فلاح نہیں پاتے اور تین آدمی فوت ہو جاتے ہیں۔''[4]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نفع بخش علم سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں ہے اور غیر نفع بخش علم سے بڑھ کر نقصان دہ کوئی چیز نہیں ہے۔''[5]

بلاشبہ نفع بخش علم اللہ تعالیٰ کے تقرب کا سب سے عظیم ذریعہ ہے لیکن یہ اخلاص اور

① سیر أعلام النبلاء: 461/8. ② سیر أعلام النبلاء: 459/8. ③ اقتضاء العلم العمل: 83/1.
④ حلیة الأولیاء: 288/7. ⑤ جامع البیان العلم: 630.

عمل کا محتاج ہے۔

سوّار بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ تو نے علم حدیث کیوں حاصل کیا؟ تو مجھے نہیں معلوم کہ میں اس کا جواب کیا دوں؟''[1]

① اقتضاء العلم العمل: 83/1.

اہل علم کی نظر میں آپ کا مرتبہ

ہم عصر علماء کے درمیان سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی شہرت بہت جلد پھیل گئی تھی۔ آپ کے اقبال کا ستارہ عروج پر پہنچ گیا اور آپ کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا حتی کہ کوئی بھی اہل علم ایسا نہ تھا جو آپ کی قدر و منزلت کو نہ جانتا ہو اور آپ کے فضل و علم کا معترف نہ ہو۔

وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اعمش رحمہ اللہ کے دور حیات میں ابن عیینہ رحمہ اللہ سے احادیث لکھی ہیں۔[1]

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے کوئی بھی سفیان بن عیینہ سے بڑھ کر پختہ اور ماہر نہیں ہے۔''[2]

امام ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''وہ یگانۂ روزگار شخصیت ہیں اور مجھے اس میں کوئی غلط فہمی نہیں۔''[3]

یحییٰ بن مثنی فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی موجودگی میں ابن مبارک رحمہ اللہ سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''اپنے اکابر کی موجودگی میں ہمیں بات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔''[4]

---

[1] سیر أعلام النبلاء: 458/8.
[2] سیر أعلام النبلاء: 458/8.
[3] سیر أعلام النبلاء: 461/8.
[4] تاریخ دمشق: 64/27.

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے علم، دین اور تقویٰ میں قابل اتباع نمونہ تھے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے شیوخ، اساتذہ اور ہم مکتب رفقاء نے آپ کی توصیف و تعریف کی ہے۔

امام احمد بن عبداللہ عجلی فرماتے ہیں: ''ابن عیینہ رحمہ اللہ حدیث میں پختہ اور ثقہ ہیں۔ آپ کی بیان کردہ احادیث سات ہزار کے لگ بھگ ہیں لیکن آپ کے پاس لکھی ہوئی احادیث نہیں تھیں۔''[1]

بَہز بن اسد فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ آپ سے کہا گیا کہ شعبہ بھی ان جیسے نہیں ہیں! انھوں نے فرمایا: ''شعبہ بھی ان کے مثل نہیں ہیں۔''[2]

امام یحییٰ قطان فرماتے ہیں: ''میرے اساتذہ میں سے سفیان بن عیینہ کے سوا کوئی بھی باقی نہیں بچا اور سفیان گزشتہ چالیس سال سے امام ہیں۔''[3]

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ ثقہ امام ہیں۔ آپ عمرو بن دینار کی بیان کردہ احادیث کو شعبہ سے زیادہ جانتے ہیں اور امام زہری کے شاگردوں میں سے پختہ اور ماہر سفیان اور امام مالک ہیں۔''[4]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام مالک اور ابن عیینہ دونوں رفیق ہیں۔'' امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو حجاز کا علم صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا۔ سفیان اکثر شیوخ میں امام مالک کے ساتھ شریک ہیں۔ آپ امام مالک کے بیس سال بعد تک زندہ رہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے 70 تابعین سے احادیث کا سماع کیا۔''[5]

① سیر أعلام النبلاء: 458/8.
② سیر أعلام النبلاء: 458/8.
③ سیر أعلام النبلاء: 461/8.
④ سیر أعلام النبلاء: 464/8.
⑤ فتح الباري: 10/1.

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ حجاز کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔''[1]

امام شافعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسلم بن خالد (زنجی) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں نے امام زہری سے احادیث اپنے فہم کے مطابق نہیں بلکہ سفیان بن عیینہ کے فہم کے مطابق سنی ہیں۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ میں امام زہری رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو وہ پوچھا کرتے تھے: ''اس پہاڑ کا نام کیا ہے؟ اس گھاٹی کا نام کیا ہے؟'' مسلم کہتے ہیں: ''اس اثناء میں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ آئے تو آپ نے زہری سے ان احادیث کے بارے میں استفسار کیا تو میں نے یہ احادیث ان کے فہم سے سنی ہیں نہ کہ اپنے فہم سے۔''[2]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جسے علم میں اس قدر رسوخ حاصل ہو جس قدر سفیان بن عیینہ کو حاصل ہے۔ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے زیادہ فتویٰ دینے میں محتاط کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ میں نے ان سے بہتر حدیث نبوی کی عمدہ شرح کرنے والا کوئی شخص دیکھا ہے۔''[3]

امام احمد بن عبداللہ عجلی فرماتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ کوفی ہیں اور روایت حدیث میں ثقہ، پختہ اور ماہر ہیں۔ بعض اہل علم ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''آپ امام زہری کی احادیث کو روایت کرنے میں سب لوگوں سے مضبوط اور پختہ ہیں۔ آپ بیان حدیث میں عمدہ ہیں اور آپ کا شمار دانا اور حکیم اصحاب حدیث میں ہوتا ہے۔''[4]

قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں: ''میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ سفیان بن عیینہ کے سامنے دوزانو بیٹھتے اور آپ کی تعظیم اور احترام میں مبالغہ کیا کرتے تھے۔''[5]

[1] الجرح والتعدیل: 32/1.   [2] الجرح والتعدیل: 32/1.   [3] الجرح والتعدیل: 32/1.
[4] تهذيب الكمال: 189/11.   [5] أدب الإملاء، ص: 134.

شیوخ سے جواہر علم اکٹھے کرنا

سفیان رحمہ اللہ علم کے شدید متلاشی اور بڑے خواہش مند تھے۔ آپ ہر وقت اپنے شیوخ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ آپ سے کوئی مفید بات ضائع ہو جائے حتی کہ آپ نے اپنے مشائخ سے سن کر اس قدر علمی خزانے جمع کر لیے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نصر بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے مسعر سے پوچھا کہ آپ نے جن لوگوں سے ملاقات کی ہے ان میں افضل کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''عمرو بن مُرہ سے افضل کوئی نہیں پایا۔''[1]

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ عبدالکریم رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: ''اے ابو محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ حاطب اللیل (رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے) سے کون مراد ہے؟ میں نے کہا: ''نہیں! مگر آپ مجھے بتا دیجیے۔'' انھوں نے فرمایا: ''حاطب اللیل اس آدمی کو کہتے ہیں جو رات کو نکل کر لکڑیاں اکٹھی کرتا ہے تو اس کا ہاتھ زہریلے سانپ پر پڑ جاتا ہے جو اسے قتل کر دیتا ہے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جسے آپ ایسے طالب علم کے لیے بیان کر سکتے ہیں جو ایسا علم حاصل کرے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو یہ علم اسے قتل کر دیتا ہے جیسے حاطب اللیل کو زہریلا سانپ قتل کر دیتا ہے۔''[2]

[1] مسند أبي الجعد، ص:51. [2] مسند أبي الجعد، ص: 1013.

ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''صلحاء کے تذکرے سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔''[1]

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ''ہشام بن عبدالملک کعبہ میں داخل ہوا تو اچانک سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے اس کا سامنا ہوگیا۔ ہشام نے کہا: ''اے سالم! اپنی ضرورت کے بارے میں مجھ سے سوال کریں۔'' انھوں نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں بیت اللہ میں اللہ کے سوا کسی سے سوال کروں۔'' جب سالم رحمہ اللہ باہر نکلے تو ہشام بھی ان کے پیچھے پیچھے باہر نکلا اور ان سے کہنے لگا: ''اب آپ باہر نکل آئے ہیں۔ اب مجھ سے اپنی حاجت مانگ لیں۔'' سالم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''دنیا کی ضروریات اور حاجات کے بارے میں سوال کروں یا آخرت کی حاجات مانگوں؟'' ہشام نے کہا: ''دنیا کی حاجات کا سوال کیجیے۔'' سالم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو ذات اس دنیا کی حقیقی مالک ہے، میں نے اس سے یہ حاجات نہیں مانگیں تو میں اس آدمی سے کیسے ان حاجات کا سوال کرسکتا ہوں جو ان کا مالک نہیں ہے؟!''[2]

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب ذر بن عمر بن ذر فوت ہوگئے تو عمر بن ذر اس کی قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: اے میرے بیٹے! مجھے تیری جدائی کا غم تھا مگر اب تیرے حساب کتاب کے بارے میں رنج وغم نے مجھے آلیا ہے۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کیا کہا ہے اور تجھ سے کیا کہا گیا ہے؟ اے اللہ! بلاشبہ تو نے اسے اپنی اطاعت کا حکم دیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ تو نے اسے میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے میرے حق میں جو کوتاہی کی ہے بلاشبہ میں نے وہ کوتاہی اسے معاف کردی ہے، لہٰذا تو بھی اس کوتاہی کو بخش دے جو اس نے تیرے حق میں کی ہے۔''[3]

① صفة الصفوة :45/1.   ② صفة الصفوة :91/1.

③ تاريخ دمشق :32/45.

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا کہ آپ کے والد نے اپنی موت کے وقت آخری بات کیا کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: ''آپ کے بیٹوں میں عبدالعزیز، عبداللہ، عاصم اور ابراہیم تھے۔ اور ہم اس وقت چھوٹے چھوٹے تھے۔ ہم آپ کے پاس سلام کرنے والے اور الوداع کہنے والے لوگوں کے مانند آئے۔ آپ کی جانب سے جس آدمی کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا وہ آپ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ آپ سے اس وقت کہا گیا: ''آپ نے اپنی اس اولاد کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ ان کے پاس مال ہے نہ آپ نے انھیں کسی کی پناہ میں دیا ہے۔'' عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''میں انھیں کوئی ایسی چیز دینے کی قدرت نہیں رکھتا تھا جو ان کی قسمت میں نہیں تھی اور نہ میں ان سے ان کا وہ حق چھین سکتا تھا جو ان کی قسمت میں تھا۔ بلاشبہ ان کا نگہبان اور والی اللہ تعالیٰ ہے جو نیکوکار، صالحین کی مدد کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ دو قسم کے آدمیوں میں سے ایک ہوں گے یا تو صالح آدمی ہوں گے یا پھر ایسے آدمی کے مانند ہوں گے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکامات ترک کر دیے اور انھیں ضائع کر دیا۔''[1]

ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: ''تیری ہی طرح میں نے احادیث یاد کی ہیں جبکہ میں ابھی چھوٹا تھا۔'' آپ کو میرے احادیث لکھنے کے بارے میں خبر پہنچی تو آپ کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔[2]

سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عون سے کہا: ''میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ درہموں سے محبت کرتے ہیں۔'' تو انھوں نے جواب دیا: ''وہ مجھے فائدہ دیتے ہیں۔''[3]

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایوب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بلاشبہ میں اپنے (محدث) بھائیوں

① تاریخ دمشق: 251/45. ② مسند أبي الجعد، ص: 1653.
③ طبقات ابن سعد: 267/7.

میں سے کسی بھائی کو دیکھ لیتا ہوں تو کئی دنوں کے لیے باشعور، عقل منداور تر و تازہ ہو جاتا ہوں۔''[1] نیز ایوب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب بھی مجھے اپنے (محدّث) بھائیوں میں سے کسی کی موت کی خبر ملتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرے اعضاء میں سے کوئی عضو ساقط ہو گیا ہے۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ کہا جاتا تھا: ''روز قیامت سب سے زیادہ حسرت اور افسوس تین قسم کے لوگوں کو ہوگا: ایک وہ آدمی جس کا غلام قیامت کے روز باعتبار عمل اس سے افضل ہوگا۔ دوسرا وہ آدمی جس کے پاس مال تھا لیکن اس نے اس میں سے صدقہ نہ کیا، پھر وہ فوت ہو گیا اور اس مال کے وارث دوسرے لوگ بن گئے تو انھوں نے اس میں سے صدقہ کیا۔ اور تیسرا وہ آدمی جو عالم تھا لیکن اس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا اور دوسروں کو اس علم کی تعلیم دی تو انھوں نے اس علم سے فائدہ اٹھا لیا۔''[3]

سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو خالد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تین چیزوں سے حکمت آتی ہے: خاموشی، غور سے سُننا اور ذہن نشین کرنا۔ اور تین خصلتوں سے حکمت بار آور ہوتی ہے: ابدی گھر کی طرف رجوع، دھوکے کے گھر سے دوری اور موت آنے سے قبل موت کی تیاری۔''[4]

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ صَفوان بن سُلَیم رحمہ اللہ نے حج کیا تو میں بھی (ملاقات کے لیے) منٰی میں گیا اور ان کے بارے میں پوچھا تو مجھ سے کہا گیا: ''جب آپ مسجد الخیف میں داخل ہوں تو اس کے منار کے پاس جا کر سامنے کی جانب تھوڑا سا دیکھیں، وہاں ایک بزرگ ہوں گے۔ جب آپ انھیں دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ

[1] شعب الإيمان: 169/4.
[2] الإشراف لابن أبي الدنيا: 327.
[3] تهذيب الكمال: 193/11.
[4] حلية الأولياء: 280/7.

سے ڈرنے والے ہیں اور یہی بزرگ صَفْوان بن سُلَیم ہوں گے۔ میں نے اور کسی سے نہیں پوچھا بلکہ جس طرح لوگوں نے کہا تھا، اسی طرح میں مسجد میں آیا۔ اچانک میں نے ایک بزرگ دیکھے۔ جیسے ہی میں نے انھیں دیکھا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ میں اس بزرگ ہستی کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ صفوان بن سلیم ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ''جی ہاں!'' سفیان فرماتے ہیں کہ صفوان رحمہ اللہ نے جب حج کیا تو ان کے پاس صرف سات دینار تھے۔ ان دیناروں سے انھوں نے قربانی کے لیے اونٹ خرید لیا۔ جب ان سے اس کے بارے میں کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ﴾

''اور قربانی کے اونٹ بھی جنھیں ہم نے تمھارے لیے اللہ کے شعائر بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بھلائی ہے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قیس بن ربیع نے مجھے ''صراۃ'' کے پل پر دیکھا تو فرمایا: ''بچو! بچو!'' ہم یہ باتیں کیا کرتے تھے کہ بلاشبہ اس جگہ کو دھنسا دیا جائے گا۔'' سفیان مزید فرماتے ہیں: ''ابوبکر ہذلی رحمہ اللہ نے مجھے بغداد میں دیکھا تو فرمایا: ''تم کس گناہ کی پاداش میں بغداد میں داخل ہوئے ہو؟''[2]

① الحج 22:36. دیکھیے تہذیب الکمال: 13/188.

② تاریخ بغداد: 1/41.

تصانیف کا تعارف

سفیان رحمہ اللہ ان اولین لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ قدیم علمائے کرام کا یہ نظریہ تھا کہ علم کا سینہ بہ سینہ منتقل ہونا انتہائی ضروری ہے اور جہاں تک کتابوں اور صحیفوں میں انھیں باقی رکھنے کا تعلق ہے تو یہ علم کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جب لوگوں کی اکثریت کی قوت حافظہ کمزور ہوگئی تو علمائے کرام علم کو لکھنے اور کتابیں تصنیف کرنے پر مجبور ہوگئے۔

سب سے پہلی تالیف ابن جریج کی کتاب ہے جو انھوں نے مکہ مکرمہ میں لکھی۔ اس کتاب میں آثار اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں سے عطاء اور مجاہد رحمہما اللہ اور دیگر اصحاب سے منقول تفسیر قرآن کا کچھ حصہ ہے۔ پھر یمن کے معمر بن راشد یمانی رحمہ اللہ کی کتاب سُنن ہے، پھر موطأ ہے، پھر جامع سفیان ثوری اور جامع سفیان بن عیینہ ہے جو سنن و آثار اور تفسیر قرآن کے کچھ حصے پر مشتمل ہیں۔

یہ پانچ کتابیں ہیں جو دورِ اسلام میں سب سے پہلے لکھی گئیں۔[1]

قُوتُ الْقُلُوب میں ابو طالب مکی فرماتے ہیں: ''یہ تصانیف 120 ھ یا 130 ھ کے بعد کی پیداوار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دورِ اسلام میں جو کتاب سب سے پہلے تصنیف کی گئی وہ آثار اور تفسیر کے بعض حصوں پر مشتمل ابن جریج کی کتاب ہے، پھر یمن کے معمر بن راشد

[1] الرسالة المستطرفة: 7/1.

یمانی کی کتاب ہے جس میں انھوں نے بکھری ہوئی سنتوں کو ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے، پھر امام مالک رحمہ اللہ کی کتاب المُوَطَّأ ہے جو انھوں نے مکہ مکرمہ میں لکھی، پھر ابن عیینہ کی کتاب ہے جو قرآن کریم کے بعض حروف کی تفسیر اور متفرق احادیث کی تشریح کے بارے میں ایک جامع کتاب ہے، اور سفیان ثوری کی جامع ہے۔ انھوں نے بھی یہ کتاب اسی عرصے میں لکھی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تصانیف 160 ھ میں لکھی گئیں۔[1]
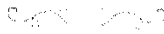
[1] تنوير الحوالك: 6/1، والموطأ لمحمد بن الحسن الشيباني: 27.

حدیث سے محبت

سفیان رحمہ اللہ کا اپنے بچپن ہی سے حدیث کے ساتھ گہرا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ یہ تعلق آپ کے ساتھ ہی پروان چڑھتا اور جوان ہوتا رہا اور حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث آپ کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔

بلاشبہ علم حدیث اور اس کے معانی کا فہم ایسا علم ہے جو ایک میٹھے مشروب، عمدہ ذوق، عالیشان مقصود، رواں چشمہ، شاخ در شاخ پھیلی ہوئی فصول وفروع کا نام ہے۔ یہ علم عالی مقام، قابل فخر اور بلند پایہ شہرت کا نام ہے۔ اس کا اہتمام صرف عالم آدمی ہی کرتا ہے اور اس سے محروم صرف وہی رہتا ہے جو کینہ پرور یا دل کا کھوٹا ہو۔ اس کے محاسن اور خوبیاں مرورِ زمانہ کے باوجود ختم نہیں ہو سکتیں کیونکہ اس کے ساتھ ہی رب العالمین کے کلام کا مفہوم اور مراد سمجھی جاتی ہے اور اسی متصل اور مستحکم واسطے ہی سے اس کا مقصود ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے اس ہستی کے خصائل اور عادات معلوم ہوتے ہیں جو ذات، صفات اور اسماء کے اعتبار سے بلند مرتبے پر فائز ہے۔ راویٔ حدیث کے شرف، مقام ومرتبہ، فضل ومنزلت، جلالت اور عزت وعظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اس لڑی اور سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مقام ومرتبہ پر تمام شرف اور مرتبے اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الکفایۃ'' کے مقدمے میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ

نے اپنی اس کتاب کے ذریعے سے اپنی مخلوق کو جہالت کے بغض و عداوت سے بچایا اور بنی نوع انسان کو گمراہی کی زیبائشوں اور فریب آمیز کلاموں سے نجات دی۔ یہ وہ کتاب ہے جو حق تعالیٰ کی ترجمان اور سچی وحی پر مشتمل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے سردار ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا، پھر جو شخص ان اعمال کو بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے جن کا اس نے حکم دیا ہے اور ان اعمال سے باز آجائے جن سے اس نے منع کیا اور ڈانٹا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آگ سے نجات واجب قرار دی ہے اور ذلت و خسارے کی منزل سے اسے دور کر دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ ﴾

''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔''[1]

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کی اطاعت میں اور اس کے رسول کی اطاعت اس کی سنت کے اتباع میں مضمر ہے کیونکہ یہی وہ دلکش اور چمک دار نور، امر جلی، واضح حجت اور سیدھا اور نمایاں راستہ ہے، جس نے اسے مضبوطی سے تھام لیا، وہ ہدایت پا گیا اور جو اس سے ایک طرف ہٹ گیا، وہ گمراہ اور نامراد ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»

''میری امت سے ایک گروہ قیامت قائم ہونے تک حق پر قائم رہے گا۔''[2]

① النور52:24.

② صحيح البخاري، المناقب، باب: 28، حديث: 3640، و صحيح مسلم، الإمارة، باب ◀◀

یہ حدیث متواتر ہے اور 16 صحابۂ کرام سے مروی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة أصحاب الجحیم کے آغاز میں اپنی گفتگو کے دوران میں اس حدیث کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''بلکہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا...... (پھر شیخ الاسلام نے مذکورہ بالا روایت بیان کی۔)

اسی طرح امام کتّانی نے اپنی کتاب النظم المتناثر میں اس حدیث کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے۔

اہل علم کے اقوال سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس گروہ سے مراد اہل حدیث ہیں۔ ان میں سے چند اہل علم کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک یہ گروہ اہل حدیث ہیں۔''

علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ گروہ اہل حدیث ہی ہیں۔''

احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر یہ طائفہ اہل حدیث نہیں ہیں تو مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہیں؟''

احمد بن سنان فرماتے ہیں: ''اس گروہ سے مراد اہل علم اور اصحاب حدیث ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''یعنی اہل حدیث'' نیز انھوں نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں اس حدیث کو معلق روایت کرتے ہوئے اس پر باب قائم کیا ہے اور فرمایا: ''ان سے مراد اہل علم ہیں۔''

ان کے اس قول اور پہلے قول میں کوئی تضاد نہیں ہے جیسا کہ صاف ظاہر ہے کہ اہل علم ہی اہل حدیث ہیں۔ جس قدر آدمی حدیث کا زیادہ عالم ہوگا اسی قدر وہ اس شخص

◄◄ قوله ﷺ: لا تزال...... حدیث: 1920 بألفاظ مختلفة.

سے علم میں برتر اور فائق ہوگا جو علم حدیث میں اس سے کم تر ہے اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خلق أفعال العباد میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔''①

کے ضمن میں اپنی سند سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''یہاں امت سے مراد وہی گروہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا......'' اور اس کے بعد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث بیان فرمائی۔

شیخ البانی رحمہ اللہ اپنی کتاب سلسلة الأحاديث الصحيحة میں فرماتے ہیں: ''اس طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ کے بارے میں ان ائمۂ کرام کی تفسیر کہ ''اس سے مراد اہل حدیث ہیں'' اس کو بعض لوگوں نے عجیب وغریب سمجھا ہے، حالانکہ اگر ہم مندرجہ ذیل نکات پر غور کریں تو یہ کوئی عجیب وغریب بات نہیں ہے۔

اول: بلاشبہ اہل حدیث سنت اور اس سے متعلقہ راویان حدیث کے احوال، عللِ حدیث اور حدیث کی مختلف سندوں کی معرفت کے سلسلے میں غور وخوض اور چھان بین کرنے میں مہارت اور انفرادیت رکھنے کی وجہ سے اپنے نبی ﷺ کی سنت، آپ کی ہدایت و رہنمائی، اخلاق، غزوات اور آپ سے متعلق دیگر امور کو دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔

دوم: بلاشبہ امت ایسے گروہوں، فرقوں اور مذاہب میں تقسیم ہو چکی ہے جو پہلی صدی میں نہیں تھے۔ ہر مذہب کے اپنے اصول، فروع اور احادیث ہیں جن سے وہ استدلال کرتا ہے اور ان پر اعتماد کرتا ہے۔ ان میں سے کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے والا شخص اپنے

① البقرة 2:143.

مذہب کے لیے متعصب ہوتا ہے اور دیگر مذاہب کی طرف التفات اور توجہ کیے بغیر وہ اپنے مذہب میں موجود ہر بات کو بڑی مضبوطی سے تھامتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان دیگر مذاہب میں اسے ایسی احادیث مل جائیں جنھیں وہ اپنے اس مذہب میں نہیں پاتا جس کی اس نے تقلید کی ہے۔ یہ بات اہل علم کے نزدیک ثابت شدہ ہے کہ ہر مذہب میں ایسی سنتیں اور احادیث ہیں جو دوسرے مذہب میں نہیں ہیں، لہٰذا ایک مذہب کو تھامنے والا گمراہ ہو جاتا ہے اور دیگر مذاہب کے ہاں محفوظ سنتوں کی ایک کثیر تعداد کو لازماً ترک کر دیتا ہے جبکہ اہل حدیث کا یہ طرز عمل نہیں ہے، وہ ہر اس حدیث کو قبول کر لیتے ہیں جس کی سند صحیح ہو اگرچہ وہ کسی بھی مذہب میں پائی جاتی ہو اور اس کے راوی کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں بشرطیکہ وہ ثقہ مسلمان ہوں حتی کہ وہ شیعہ، قدری اور خارجی راوی کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں چہ جائیکہ وہ حنفی، مالکی یا کوئی اور ہو۔

اس بات کی صراحت امام شافعی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''تم مجھ سے زیادہ حدیث کو جانتے ہو۔ جب تمھارے پاس کوئی صحیح حدیث آئے، خواہ وہ حدیث حجازی ہو یا کوفی یا مصری، اس کے بارے میں مجھے بتا دیا کرو تاکہ میں بھی اس کی طرف رجوع کر لیا کروں۔''

پس اللہ تعالیٰ اہل حدیث کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ وہ حضرت محمد ﷺ کے سوا کسی خاص شخص کے قول کے حق میں تعصب نہیں برتتے، خواہ وہ شخص کیسے ہی عالی مرتبے کا مالک ہو جبکہ اس کے برعکس دوسرے لوگ حدیث کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے اماموں کے اقوال کے حق میں اسی طرح تعصب رکھتے ہیں جس طرح اہل حدیث اپنے نبی ﷺ کے اقوال کے حق میں تعصب رکھتے ہیں اگرچہ ان کے ائمہ نے اس تعصب سے انھیں منع کیا ہے۔

اس وضاحت کے بعد کوئی تعجب نہیں رہتا کہ اہل حدیث ہی حق پر قائم رہنے والا گروہ اور نجات حاصل کرنے والا فرقہ ہے بلکہ وہی افضل اور معتدل امت ہے جو مخلوق پر گواہ ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الکفایہ'' کے مقدمے میں اہل حدیث کی حمایت اور اہل رائے پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ابوالعباس احمد بن علی الابار فرماتے ہیں کہ میں نے اَہواز میں ایک آدمی دیکھا جس نے اپنی مونچھیں تراشی ہوئی تھیں۔ مجھے گمان ہوا کہ اس نے کتابیں خریدی ہیں اور وہ فتویٰ دینے کو تیار ہے۔ اس کے پاس اصحاب حدیث کا تذکرہ کیا گیا تو وہ کہنے لگا: ''وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہیں۔'' میں نے اس سے کہا: ''تم احسن انداز سے نماز نہیں پڑھتے!'' اس نے کہا: ''میں!'' میں نے کہا: ''جی ہاں! جب تم نماز کا آغاز کرتے ہو اور ہاتھ اٹھاتے ہو تو اس کے بارے میں تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیث یاد کی ہے؟'' اس پر وہ خاموش رہا، پھر میں نے کہا: ''جب تم اپنے گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہو تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیث یاد کی ہے؟'' وہ خاموش رہا۔ میں نے کہا: ''جب تم سجدہ کرتے ہو تو سجدے کے متعلق تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا فرمان یاد کیا ہے؟'' وہ خاموش رہا۔ میں نے کہا: ''تم بولتے کیوں نہیں؟ کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تم اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھتے؟ تم صرف فجر کی دو رکعتیں اور ظہر کی چار رکعتیں پڑھا کرو اور ان پر ہمیشگی کرو۔ یہ تمھارے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ تم اصحاب حدیث کا یوں تذکرہ کرو۔ پس تم کچھ بھی نہیں ہو اور نہ عمدہ طریقے سے کوئی کام ہی کرتے ہو۔''

پھر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جہاں تک محققینِ حدیث اور اس کے ماہرین کا تعلق ہے تو وہ علماء کے امام، فقہاء کے سردار اور عالی شان مرتبے اور فضل وفضیلت کے

مالک ہیں۔ انھوں نے امت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے احکام کی حفاظت کی۔ نزول وحی کی خبروں سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ انھوں نے ناسخ ومنسوخ کو واضح کیا۔ محکم ومتشابہ میں تمیز کی۔ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کو مدون کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے مختلف معمولات کے باوجود آپ کے سونے، جاگنے، قیام کرنے اور آپ کی عادات، آپ کے ملبوسات، سواریوں، ماکولات اور مشروبات وغیرہ کا تذکرہ نہایت احتیاط اور توجہ سے محفوظ کیا حتی کہ انھوں نے آپ کے ناخنوں کے تراشوں کا تذکرہ بھی محفوظ کیا ہے کہ آپ ان تراشوں کا کیا کرتے تھے اور آپ اپنے منہ سے بلغم وغیرہ کو کیسے پھینکتے تھے، نیز انھوں نے آپ کے ہر فعل کے ساتھ آپ سے صادر ہونے والے فرمان اور ہر اس جگہ کے تذکرے کو بھی محفوظ کیا ہے جہاں آپ ٹھہرے ہوں۔ انھوں نے ان تمام امور کی حفاظت آپ کی قدر ومنزلت کی تعظیم اور آپ کے اس شرف ومقام کی معرفت کے حصول کے لیے کیا ہے جس کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور اسے آپ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ محدثین کرام نے آپ کے صحابہ کے فضائل ومناقب اور آپ کے خاندان والوں کے قابل تحسین کارناموں کی بھی حفاظت کی ہے۔

انھوں نے انبیائے کرام کی سیرتوں، اولیاء کے مقام اور فقہاء کے اختلافات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اگر محدثین سنن کو احتیاط سے محفوظ اور جمع کرنے، ان کے سرچشموں سے ان کا استنباط کرنے اور ان کی مختلف سندوں اور طرق میں غور وخوض اور تحقیق کرنے کا اس قدر اہتمام نہ کرتے تو شریعت ضائع اور بے کار ہو جاتی اور اس کے احکام موقوف اور ٹھپ ہو کر رہ جاتے جبکہ اب شریعت محفوظ ومامون، آثار واحادیث سے ماخوذ اور اس میں روایت کردہ سنتوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ جو شخص اسلام کے حق کو پہچانتا ہے اور حرمت دین کو ضروری قرار دیتا ہے، وہ

اس قبیح خصلت سے بلند و بالا اور عظیم ہے کہ وہ اس شخص کو حقیر اور گھٹیا سمجھے جس کی شان کو اللہ تعالیٰ نے عظمت دی، اس کے مقام و مرتبہ کو بالا کیا، اس کے باوثوق علم اور دلائل کو غالب کیا اور اس کی فضیلت کو واضح کیا ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ کی جماعت پر، وحی کے متبعین پر، دین کے محافظوں پر اور علم کے خزانوں پر طعن و تشنیع کے تیر نہیں برسانے چاہئیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یوں فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔''[1]

محدث کے شرف کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا نام رسول اللہ ﷺ کے نام سے ملا ہوا اور اس کا تذکرہ آپ کے تذکرے سے متصل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے یہ فضل عطا کر دیتا ہے اور وہ بڑا صاحب فضل اور عظیم ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' کے مقدمے میں فرماتے ہیں: ''بلاشبہ حدیثِ رسول اصولِ توحید کی معرفت، نیک لوگوں سے کیے گئے وعدوں اور بُرے لوگوں کو ملنے والی سزاؤں اور ملحدین کے اقوال سے بلند و بالا اور اللہ رب العالمین کی صفات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں جنت و جہنم اور ان دونوں میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں اور نافرمانوں کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے، اس کے اوصاف کا تذکرہ ہے، نیز اس میں مختلف قسم کے عجائبات، اللہ کی بڑی بڑی نشانیوں اور آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔

حدیث میں مقرب فرشتوں کا تذکرہ اور صف باندھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان

[1] التوبة 9:100.

کرنے والے فرشتوں کی توصیف بیان کی گئی ہے۔ اور احادیث میں انبیاء کے قصص، اولیاء اور زاہدوں کی خبریں، خوش بیان اور فصیح و بلیغ لوگوں کے وعظ، فقہاء کے کلام، عرب و عجم کے بادشاہوں کی سیرتیں، سابقہ امتوں کے قصے اور رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا کی شرح ہے۔

حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے احکام، آپ کے فیصلوں، آپ کے خطبات اور نصائح، آپ کی پیش گوئیوں اور معجزات کا تذکرہ ہے۔ حدیث میں آپ کی متعدد ازواج مطہرات، آپ کی اولاد، سسرال اور آپ کے صحابۂ کرام کی سیرتوں، ان کے فضائل و مناقب، قابل تحسین کارناموں، ان کے قصص و واقعات کی شرح، ان کی عمروں کی توضیح اوران کے انساب کا تذکرہ ہے۔ حدیث میں قرآن عظیم کی تفسیر اور قرآن عظیم میں مذکور اخبار و واقعات اور پر حکمت وعظ و نصیحت کا بیان ہے۔ حدیث میں احکام دین سے متعلقہ صحابۂ کرام کے محفوظ اور صحیح اقوال اور ان اقوال میں سے ہر قول کو اختیار کرنے والے مختلف ائمۂ کرام اور مجتہدین فقہاء کا تذکرہ بھی شامل ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کو شریعت کا اصل الاصول بنایا ہے اور ان کے ذریعے سے ہر شنیع اور قبیح بدعت کو نیست و نابود کیا ہے۔ وہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے قابل اعتماد نگران، نبیٔ اکرم ﷺ اور آپ کی امت کے مابین واسطہ اور آپ کے دین کی حفاظت میں اجتہاد کرنے والے ہیں۔ ان کے انوار تابناک، ان کے فضائل کامل، ان کی نشانیاں لاجواب اور خیرہ کر دینے والی، ان کے افکار و نظریات واضح اور ان کے دلائل زبردست اور غالب ہیں۔

ماسوا اہل حدیث کے ہر گروہ ہوائے نفس کا ہم نوا ہے۔ وہ اسی کی طرف لوٹتا ہے اور ایک رائے کو عمدہ خیال کر کے اسی پر ٹھہر جاتا ہے جبکہ قرآن کریم اصحاب حدیث کا سرمایہ،

سنت نبوی ان کی حجت، رسول کریم ﷺ ان کی جماعت اور انھی کی طرف ان کی نسبت ہے۔ وہ خواہشات نفس کو پروان چڑھاتے ہیں نہ لوگوں کے افکار و آراء کی طرف التفات کرتے ہیں۔ وہ اسی بات کو قبول کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو۔ وہ حدیث پر اعتماد کرتے ہیں، نیز وہ نہایت انصاف پرور اور معتبر ہیں۔ وہ دین کے محافظ اور اس کے داروغے ہیں، وہ علم کے حاملین اور اسے ذہن نشین کرنے والے ہیں۔ جب کسی حدیث میں کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو انھی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس اختلاف کے بارے میں وہ جو فیصلہ کر دیں اسے سنا اور قبول کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک عالم، فقیہ، رفیع الشان معزز امام، قبیلے اور ذات پات سے کنارہ کش، عبادت گزار، امتیازی اوصاف اور بلند کردار کا حامل، پختہ اور ماہر قاری اور عمدہ خطیب ہوتا ہے۔ وہی عظمت والی جماعت ہے، انھی کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اور ان کے عقیدے کے ذریعے سے ہر بدعتی کا عقیدہ فاش ہو جاتا ہے۔

صاف گوئی اور حقیقت پسندی تو یہ ہے کہ ان کے مسلک اور عقیدے کے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ جو شخص ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ جو ان سے عناد اور دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ جو شخص ان سے دست کش ہوتا ہے، وہ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جو ان سے علیحدہ ہو جائے وہ فلاح نہیں پا سکتا۔ اپنے دین کو محفوظ رکھنے والا ہر شخص ان کی رہنمائی کا محتاج ہے اور ان کا برا سوچنے والا خائب و خاسر ہوگا۔ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔''[1]

[1] شرف أصحاب الحديث :32,31.
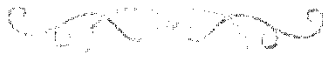
ابن عیینہ رحمہ اللہ کے نزدیک مقام حدیث

سفیان رحمہ اللہ حدیث کا بہت احترام کرتے تھے اور اہل حدیث کو خراج تحسین پیش کیا کرتے تھے۔ آپ بذات خود حدیث کے سرداروں میں سے ایک سردار اور حدیث کی نمایاں شخصیات میں سے ایک نمایاں شخصیت تھے۔

عبید اللہ بن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص نے علم حدیث حاصل کیا، بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی بیعت کی۔''[1]

ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص قبلہ رخ ہو کر حدیث بیان کرے تو مجھے امید ہے کہ وہیں کھڑے کھڑے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اللہ کے فرمان:

﴿أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾

''یا (اپنے شرک کے جواز پر) کوئی علمی روایت (میرے پاس لاؤ۔)''[3]

کے مفہوم کے بارے میں فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام کی بیان کردہ کوئی روایت (میرے پاس لے آؤ۔)''[4]

علی بن حرب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ کے

---

① تاريخ دمشق: 229/5. ② حلية الأولياء: 280/7.

③ الأحقاف 46:4. ④ جامع بيان العلم وفضله: 268.

اس فرمان:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ﴾

''اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ اور یہ لوگ اچھے رفیق ہوں گے۔''[1]

کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ''الصالحین سے مراد اصحاب حدیث ہیں۔''[2]

ابوحاتم رازی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ انھوں نے فرمایا: ''میں اصحاب حدیث کی کثیر دعاؤں کو اپنی طویل عمر کا سبب سمجھتا ہوں۔''[3]

حارث بن سریج نے کہا کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تربیت فرمائی حتی کہ جب آپ نے اللہ سے ہر بات سمجھ لی تو اس نے معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''[4]

ابراہیم بن منذر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں حُطَیْئَہ (عربی شاعر) سے زیادہ رونے کا حق دار ہوں۔ وہ شعروں پر رویا کرتا تھا، میں حدیث پر روتا ہوں۔''[5]

① النسآء 4:69.
② سیر أعلام النبلاء :8/469.
③ شرف أصحاب الحدیث:51.
④ النسآء 4:80. دیکھیے ذم الکلام :2/69.
⑤ ذم الکلام :5/144.

سفیان رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بھی علم حدیث حاصل کرتا ہے، اس کے چہرے پر تازگی، رونق اور شادابی ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَبَلَّغَهُ»

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور شاداب رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اسے آگے پہنچایا۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سماعِ حدیث میں بڑی جلدی مچاتے تھے کہ کہیں ان سے کوئی حدیث رہ نہ جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''امام زہری رحمہ اللہ نے ایک دن مجھ سے ایک حدیث بیان کی تو میں نے کہا: بغیر سند ہی کے بیان کر دیجیے۔'' انھوں نے فرمایا: ''کیا تو بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنا چاہتا ہے؟''[2]

حدیث کے ساتھ اس گہرے تعلق اور محبت کی وجہ سے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ حدیث کے حق میں کوتاہی کرنے اور اس کی ذمہ داری احسن انداز سے پوری نہ کرنے کے سلسلے میں اپنے متعلق سب سے زیادہ خوف محسوس کرتے تھے۔

محمد بن یوسف فریابی بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عیینہ رحمہ اللہ کے ساتھ جا رہا تھا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: ''اے محمد! مجھے طلب حدیث کے سوا کوئی شے دنیا سے بے رغبت اور زاہد نہیں بنا سکی۔'' میں نے کہا: ''اے ابو محمد! آپ نے (بچپن سے) طلبِ حدیث کے

---

① سنن أبي داود، العلم، باب فضل نشر العلم، حديث: 3660، وجامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث: 2658، وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب من بلّغ علمًا، حديث: 232، واللفظ له. دیکھیے شرف أصحاب الحديث: 19.

② شعب الإيمان: 29/1.

سوا اور کون سا کام کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''لیکن اس وقت میں بچہ تھا اور مجھے کوئی عقل اور شعور نہیں تھا۔''

امام ذہبی رحمہ اللہ اس قصے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''جب اس پائے کے امام دور تابعین یا ان کے کچھ عرصہ بعد کے دور کے بارے میں یہ مقولہ فرما رہے ہیں جبکہ اس دور میں حصول حدیث کا سلسلہ بالاتفاق بڑا مضبوط ہوتا تھا اور حدیث صرف ثقہ، معتبر اور ماہر ائمہ کرام ہی سے لی جاتی تھی (تو موجودہ دور کا کیا حال ہوگا۔) اگر سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہمارے موجودہ دور کے طلبائے حدیث کو دیکھتے جو اخطاء، دیوانگی اور بے بصیرتی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ جاہل لوگوں سے حدیث لے لیتے ہیں (تو ان پر کیا گزرتی۔) ایک مشہور شعر ہے:

أَمَّا الْخِيَامُ فَإِنَّهَا كَخِيَامِهِمْ

وَأَرَى نِسَاءَ الْحَيِّ غَيْرَ نِسَائِهَا

''جہاں تک خیموں کا تعلق ہے تو وہ ان کے خیموں ہی کے مانند ہیں جبکہ میں قبیلے کی خواتین کو ان خیموں کی خواتین جیسی نہیں دیکھتا۔''[1]

محمد بن نعمان کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص میرے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے محدث بنا دے۔''[2]

ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''میں حُطَیْئَہ (عربی شاعر) سے زیادہ رونے کا حق دار ہوں۔

[1] سير أعلام النبلاء: 462/8.

[2] طبقات المحدثين بأصبهان: 213/2. اس سے طلب حدیث کی مذمت مقصود نہیں بلکہ اس میدان میں جو مشقت، دنیا سے دوری، کھانے پینے کی عدم دستیابی اور بیوی بچوں سے جدائی کا جو غم سہنا پڑتا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

وہ اشعار پر رویا کرتا تھا اور میں حدیث پر روتا ہوں۔''

اس قول کے بارے میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ ان کا یہ قول اس دور سے تعلق رکھتا ہے جب انھیں ان کے گھر میں بیان حدیث سے روک کر محصور کر دیا گیا تھا کیونکہ اپنی وفات سے ایک سال قبل اُن کو اختلاط (حافظہ متأثر) ہونے لگ گیا تھا۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں: ''شیخ الاسلام کی اس بات کو ہم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس بات کی کوئی سند نہیں ہے۔''[1]

[1] سیر أعلام النبلاء: 469/8.

حدیث میں امام صاحب کا مقام ومرتبہ

سفیان رحمہ اللہ یقیناً حدیث میں بڑے عالی شان مرتبے اور مقامِ بالا تک پہنچے۔ آپ اپنے وقت کے پیش رو اور سب پر سبقت لے جانے والے تھے۔ آپ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے اور ترقی کرتے رہے حتی کہ آپ نے سیادت اور سرداری حاصل کر لی۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کوئی بھی اہل حدیث ایسا نہیں ہے کہ اس کے چہرے پر رونق، شادابی اور تازگی نہ ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

«نَضَّرَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا»

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور شاداب رکھے جس نے میرا فرمان سنا اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا اور پھر اسی طرح اسے آگے پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا۔''[1]

قاضی ابوبکر بن العربی بیان کرتے ہیں کہ محدثین نے فرمایا: ''جو شخص بھی علم حدیث حاصل کرتا ہے اس کے چہرے پر شادابی اور رونق ہوتی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«نَضَّرَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا»

[1] جامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث: 2658، وسنن أبي داود، العلم، باب فضل نشر العلم، حديث: 3660، والألفاظ مختلفة.

”اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور شاداب رکھے جس نے میرا فرمان سنا اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کیا اور پھر اسے اسی طرح آگے پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا۔“[1]

قاضی ابوبکر رحمہ اللہ نے فرمایا: ”آقا علیہ السلام کی طرف سے یہ ان لوگوں کے لیے دعا ہے جو آپ کے علم حدیث کے حاملین ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حدیث کی برکت ضرور پالیں گے۔“

اسی تروتازگی اور شادابی کی طرف ابوالعباس عزفی نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

أَهْلُ الْحَدِيثِ عِصَابَةُ الْحَقِّ
فَازُوا بِدَعْوَةِ سَيِّدِ الْخَلْقِ

فَوُجُوهُهُمْ زَهْرٌ مُنَضَّرَةٌ
لَأْلَاؤُهَا كَتَأَلُّقِ الْبَرْقِ

يَالَيْتَنِي مَعَهُمْ فَيُدْرِكُنِي
مَا أَدْرَكُوهُ بِهَا مِنَ السَّبْقِ

”اہل حدیث حق کی جماعت ہیں، انھوں نے کائنات کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پالی ہے، لہٰذا ان کے چہرے تروتازہ اور پررونق پھولوں کے مانند ہیں اور ان کی چمک دمک یوں ہے جیسے بجلی چمکتی ہے۔ کاش! میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوتا تو

[1] جامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث: 2658، وسنن أبي داود، العلم، باب فضل نشر العلم، حديث: 3660، والألفاظ مختلفة.

مجھے بھی وہ کامیابی وکامرانی نصیب ہوجاتی جو کامیابی اورسبقت محدثین نے اس دعا کی وجہ سے حاصل کی ہے۔''[1]

اگرتم حدیث میں سفیان بن عیینہ کا مقام ومرتبہ جاننا چاہتے ہوتو جان لو کہ ابن عیینہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث حفظ کرنے میں علماء، محدثین اور دوسروں سے فائق اصحاب حدیث کی چوٹی پر فائز ہیں۔

محمد بن ہشام کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میرے اور نبیِ اکرم ﷺ کے صحابہ کے درمیان ایک پردہ ہے، یعنی ایک آدمی کا واسطہ ہے۔''[2]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نہیں جانتا کہ سفیان سے زیادہ کوئی سنن کا علم رکھنے والا ہے۔''[3]

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ حدیث کی اسناد چھ آدمیوں: زہری، عمرو بن دینار، قتادہ، یحییٰ بن ابو کثیر، ابو اسحاق ہمدانی اور اعمش رحمہم اللہ کے گرد گھومتی ہیں، پھر ان چھ افراد کا علم مختلف انواعِ واقسام کے لوگوں میں پھیل جاتا ہے۔ ان میں سے ایک صنف اہل حجاز ہیں اور اہل حجاز میں امام مالک، ابن جریج، سفیان بن عیینہ اور محمد بن اسحاق ہیں۔''[4]

عبدالرحمن بن حکم فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے ایک دن فرمایا: ''کوئی بھی آدمی ایسا باقی نہیں بچا جو مجھ سے زیادہ محمد بن منکدر سے روایات بیان کرنے والا ہو۔'' آپ سے کہا گیا: ''ابراہیم بن ابو یحییٰ؟'' آپ نے جواب دیا: ''بلاشبہ ہم صرف اہل صدق کا اعتبار کرتے ہیں۔''[5]

[1] فتح الباري : 10/1.
[2] تاريخ بغداد : 177/9.
[3] سير أعلام النبلاء : 458/8.
[4] الجرح و التعديل : 33/1.
[5] الجرح والتعديل : 126/2.

بلاشبہ آپ عالی ہمت تھے اور کمتر چیز پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ آپ کے ہاں عالی سند (کم واسطوں والی) زمین بھر کے خزانوں سے بھی زیادہ قیمتی تھی اور کوئی مال بھی آپ کے نزدیک ایک فائدہ مند (حدیث کے معاملے میں مفید) بات کے حصول کے برابر نہیں تھا۔

محمد بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں ابن جریج کے پاس حاضر تھا تو وہ ایک نامعلوم آدمی کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث بیان کرنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ممکن ہے وہ نامعلوم آدمی ابھی زندہ ہو، چنانچہ جب جمعے کا روز ہوا اور مسجد کے دروازے کھل گئے تو اچانک میرا سامنا ایک بزرگ سے ہوا جو اس دروازے سے داخل ہوئے تھے...... اور یہ کہتے ہوئے آپ نے مسجد کے ایک دروازے کی جانب اشارہ کیا...... میں نے ان سے پوچھا: ''کیا آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔'' پھر انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث بیان فرمائیں، پھر میں ابن جریج کے پاس بیٹھا تو جب وہ کہنے لگے: ''ایک آدمی نے ہمیں یہ حدیث سُنائی کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا'' تو میں نے کہا: ''اے ابوولید! ہم سے عبید اللہ بن ابو یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی'' تو ابن جریج کہنے لگے: ''اے حقائق کی تہ تک پہنچنے والے! تو حقیقت تک پہنچ ہی گیا۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ نے ابتدا ہی سے مشربِ حدیث سے اپنے آپ کو خوب سیراب کر لیا تھا، لہٰذا اس میدان میں آپ کی عزت بڑھتی چلی گئی اور آپ نے عظیم الشان مراتب حاصل کیے۔ آپ احادیث کو بار بار دہرایا کرتے تھے کہ کہیں وہ انھیں بھول نہ جائیں اور آپ

[1] تاریخ بغداد: 9/177.

ان کا تکرار کیا کرتے تھے کہ کہیں کوئی حدیث آپ سے چھوٹ نہ جائے۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب ایوب رحمہ اللہ مجھے کوئی حدیث سناتے تو میں اسے دو مرتبہ دہراتا تھا۔''[1]

① الجرح و التعدیل :54/1.

رفقاء، ساتھیوں اور بھائیوں سے محبت

سفیان رحمہ اللہ اپنے ہم مرتبہ علماء اور بھائیوں سے محبت کرتے، ان کی تعظیم و احترام کرتے، ان کی فضیلت تسلیم کرتے اور ان کی قدر کرتے تھے۔ وہ دیگر علماء کے مانند اپنے ہم مرتبہ علماء کے بارے میں حسد کا شکار نہیں ہوتے تھے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ: فریابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انھوں نے مجھے بتا دیا۔ میں نے کہا: ''اس مسئلے میں سفیان (ثوری) رحمہ اللہ نے آپ کی مخالفت کی ہے۔'' اس پر آپ نے فرمایا: ''تو اپنی آنکھوں سے سفیان ثوری جیسا عالم کبھی نہیں دیکھ پائے گا۔''[1]

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ مجھ سے محدثین کے بارے میں پوچھنے لگے اور انھوں نے فرمایا: ''عراق میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کے سوا کوئی اور حافظ حدیث نہیں ہے۔''[2]

عبدالرزاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر منصور جب مکہ مکرمہ کی طرف نکلا تو اس نے سُولی کی لکڑیاں بنانے والے بڑھئی بھیجے اور انھیں حکم دیا کہ اگر تم سفیان ثوری کو دیکھ لو تو اسے سولی پر چڑھا دینا، چنانچہ وہ بڑھئی آئے اور انھوں نے لکڑیاں نصب کیں، پھر وہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کو پکارنے لگے۔ اس وقت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا سر فضیل بن عیاض کی

[1] الجرح والتعدیل: 58/1. [2] الجرح والتعدیل: 63/1.

گود میں اور پاؤں ابن عیینہ کی گود میں تھے۔ ان سے کہا گیا: ''اے ابوعبداللہ! اللہ سے ڈریں۔ ہمارے دشمنوں کو ہماری تکلیف پر خوش نہ کریں۔'' چنانچہ سفیان ثوری رحمہ اللہ غلاف کعبہ کی طرف بڑھے اور انھیں پکڑ کر فرمایا: ''اگر ابوجعفر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو میں اس سے بری ہوں۔'' عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ابوجعفر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔ اس بات کی خبر جب سفیان ثوری کو دی گئی تو انھوں نے کچھ نہیں فرمایا۔[1]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ کرامت پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔'' پھر انھوں نے اس کرامت کی سند بیان فرمائی۔[2]

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ جب ہم سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے یمن میں 40 روزہ قیام کے بعد مکہ مکرمہ آئے تو ہم ان کے پاس بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں ابن عیینہ تشریف لائے اور انھوں نے سلام کیا تو سفیان ثوری رحمہ اللہ نے جواب دیا جبکہ اس وقت ثوری رحمہ اللہ اپنی لاٹھی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ سفیان نے فرمایا: ''اے ابوعبداللہ! آپ کے یمن جانے سے لوگ آپ کی مذمت کرتے ہیں۔'' اس پر سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''انھوں نے غیر معیوب چیز کے بارے میں میری عیب جوئی اور مذمت کی ہے۔ رزق حلال کی ضرورت بہت شدید تھی، اسی کے ارادے سے میں نکلا تھا۔''[3]

مالک بن انس رحمہ اللہ: علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''امام مالک رحمہ اللہ سے زیادہ سخت راویان حدیث کا کوئی ناقد ہے نہ ان سے زیادہ کوئی راویوں کا علم رکھنے والا ہے۔''[4]

امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی وفات کی خبر سفیان بن عیینہ تک پہنچی تو اس وقت وہ

① تاريخ بغداد: 159/9.
② سير أعلام النبلاء: 251/7.
③ حلية الأولياء: 80/7.
④ الجرح والتعديل: 23/1.

اپنی مجلس تدریس میں تھے، انھوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مسلمانوں کے سردار اور آقا فوت ہو گئے۔''①

قعنبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نہایت غمگین اور افسردہ ہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ انھیں مالک بن انس کی وفات کی خبر ملی ہے، پھر سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''زمین پر مالک رحمہ اللہ کا مثیل اور ہم پلہ کوئی عالم باقی نہیں رہا۔''②

اوزاعی رحمہ اللہ: امام اوزاعی کے بارے میں سفیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دور کے امام تھے۔③

وکیع بن جراح رحمہ اللہ: ازہر بجلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے وکیع سے فرمایا: ''میں آپ سے انس و محبت رکھتا ہوں اگرچہ آپ کوفے میں ہوتے ہیں۔''④

عثمان بن زائدہ رحمہ اللہ: سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جن لوگوں کو آپ نے دیکھا ہے ان میں سب سے متقی اور پرہیزگار کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''عثمان بن زائدہ۔''⑤

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ: ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملے اور ابن مبارک کے معاملے میں غور و فکر کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ صحابۂ کرام کو آپ پر صرف یہ فضیلت حاصل ہے کہ انھیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔''⑥

عبداللہ بن سنان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو میں اس وقت وہیں تھا۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے واپسی کے لیے نکلے تو سفیان بن

① التمهيد لابن عبدالبر: 85/1. ② حلية الأولياء: 321/1.
③ الجرح والتعديل: 203/1. ④ الجرح والتعديل: 231/1.
⑤ الورع لابن أبي الدنيا: 101. عثمان بن زائدہ کو ابن ابی دنیا نے اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں ''ثقہ'' کہا ہے۔ ⑥ سير أعلام النبلاء: 390/8.

عیینہ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ انھیں رخصت کرنے کے لیے ساتھ نکلے اور آپ کو الوداع کیا اور ان میں سے ایک نے فرمایا: ''یہ اہل مشرق کے فقیہ ہیں۔'' اور دوسرے نے فرمایا: ''اور یہ اہل مغرب کے فقیہ ہیں۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بڑا قوی اور مؤثر فتویٰ دیتے تھے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہمارے پاس جتنے بھی اہل علم تشریف لائے ہیں، ان میں سے کوئی بھی دانائی اور معرفت میں عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن زکریا بن ابوزائدہ کے ہم پلہ اور برابر نہیں ہے۔''[3]

ابواسحاق فزاری رحمہ اللہ: علی بن حسن بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس ابو اسحاق فزاری کا تذکرہ کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص سیرت کے بارے میں ان سے زیادہ بصیرت والا ہو۔''[4]

نُعَیم بن حماد بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں اہل اسلام میں سے کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو اہل اسلام کا دفاع کرنے اور نفع رسانی میں ابو اسحاق فزاری سے بڑھ کر ہو۔''[5]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ: بلاشبہ فضیل رحمہ اللہ بیان حق میں بہت سخت تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ وہ سفیان بن عیینہ پر خلفاء سے صلہ (ہدیہ، معاوضہ) لینے کی وجہ سے قدغن لگاتے تھے۔

حمیدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا اور

[1] تذکرۃ الحفاظ: 277/1. [2] الجرح والتعدیل: 262/1. [3] الجرح والتعدیل: 263/1.
[4] الجرح والتعدیل: 281/1. [5] الجرح والتعدیل: 283/1.

سفیان رحمہ اللہ بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ فضیل رحمہ اللہ نے گفتگو کا آغاز کیا اور فرمانے لگے: ''اے علماء کے گروہ! تم شہروں کے چراغ تھے جن سے روشنی لی جاتی تھی لیکن تم تاریک ہوگئے۔ تم ایسے ستارے تھے جن سے رہنمائی لی جاتی تھی لیکن تم آسمان پر چھائی ہوئی گھٹاؤں میں تبدیل ہوگئے، پھر یہ حالت ہوگئی کہ تمھارا کوئی آدمی ان ظالموں سے مال لینے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔'' پھر انھوں نے ٹیک لگائی اور احادیث بیان کرنے لگے تو سفیان نے فرمایا: ''اگرچہ ہم نیکوکار نہیں ہیں لیکن پھر بھی ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ کے ساتھ فضیل رحمہ اللہ کے اس شدید طرز عمل کے باوجود سفیان آپ سے محبت کرتے اور آپ کی تعظیم واحترام کرتے تھے۔

ابراہیم بن اشعث فرماتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کو فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا ہاتھ چومتے دیکھا۔[2]

ابن عیینہ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ آپ فضیل رحمہ اللہ کو دیکھتے نہیں کہ ان کے آنسو خشک نہیں ہوتے؟ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ جب دل خوش ہوتا ہے تو آنکھیں آنسو ختم کر دیتی ہیں۔'' پھر آپ نے ایک انجانا (حسرت بھرا) سانس لیا۔[3]

ہم نشینوں سے محبت کے چند نئے گوشے

یحییٰ بن عمر بن شداد تیمی، جو بنوتیم بن مُرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں جہاد کا متلاشی تھا اور میں اس کے لیے بے حد بے تاب تھا جبکہ میں اپنا تمام مال خرچ کر چکا تھا۔ جب میری اس حالت کی خبر سفیان رحمہ اللہ کے پاس پہنچی، جو کہ طویل رفاقت کے باعث مجھے بخوبی جانتے تھے، تو وہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا:

[1] صفة الصفوة :2/241. [2] تذكرة الحفاظ :1/246. [3] حلية الأولياء :7/286.

''جس چیز کو تو نہ پا سکے اس سے مایوس نہ ہونا اور تجھے معلوم ہونا چاہیے جو رزق تیرے لیے مقرر کر دیا گیا ہے وہ تجھے ضرور ملے گا۔'' پھر فرمایا: ''تجھے خوش خبری ہو کہ تو بھلائی پر ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ تیرے لیے کس نے دعا کی ہے؟'' میں نے کہا: ''کس نے دعا کی ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''تیرے لیے حاملین عرش، اللہ کے نبی نوح علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ہے۔'' میں نے کہا: ''کیا ان سب نے میرے لیے دعا کی ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''جی ہاں! نیز تیرے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا کی ہے۔'' میں نے کہا: ''انھوں نے کہاں میرے لیے دعا کی ہے؟'' اس پر آپ نے فرمایا: ''ان سب دعاؤں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾

''جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں، وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔''[1]

میں نے کہا کہ اللہ کے نبی نوح علیہ السلام نے میرے لیے دعا کہاں فرمائی ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: ''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾

''میرے رب! تو میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما اور ہر اس شخص کی جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو اور مومنوں اور مومنات کی بھی مغفرت فرما۔''[2]

[1] المؤمن 7:40. [2] نوح 28:71.

میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میرے لیے کہاں دعا فرمائی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ ﴾

''اے ہمارے رب! جس دن حساب قائم ہوگا اس دن مجھے، میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو معاف فرمانا۔''[1]

میں نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں میرے لیے دعا فرمائی ہے؟ تو انھوں نے اپنا سر ہلایا اور فرمایا: ''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ ﴾

''اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگیے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔''[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ فرماں بردار، اپنی امت پر سب سے زیادہ احسان و نیکی کرنے والے اور اپنی امت کے لیے سب سے زیادہ شفیق اور مہربان تھے۔ ایسا نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ کو کسی کام کا حکم دیا جائے اور آپ وہ کام سرانجام نہ دیں۔[3]

سفیان رحمہ اللہ اپنے ساتھیوں اور رفقاء کے معاملے میں بڑے مشفق، ہمدرد، مہربان اور حسن سلوک سے پیش آنے والے تھے۔ جو کچھ بھی آپ کو ملتا، خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہوتا، آپ اس کے ساتھ اپنے دوستوں اور رفقاء پر احسان اور ہمدردی کرتے۔

عبدالرحمٰن بن سعد جُمَحی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں آب زمزم لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور اپنی دائیں جانب موجود آدمی کو پلایا اور فرمایا: ''آب زمزم خوشبو کے مانند ہے جسے رد نہیں کیا جاتا۔''[4]

[1] إبراهيم 41:14. [2] محمد 19:47.
[3] حسن الظن بالله لا بن أبي الدنيا: 92. [4] حلية الأولياء: 275/7.

آپ اپنے رفقاء اور بھائیوں کے ساتھ خندہ روئی، بشاشت اور کشادہ دلی سے پیش آتے، انھیں خوش آمدید کہتے اور انھیں اپنے اوپر بوجھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ سب سے پہلے ان کے ساتھ محبت اور احسان کا برتاؤ کرتے۔

سلیمان بن داود بیان کرتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ عیسیٰ بن یونس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: ''فقیہ بن فقیہ بن فقیہ کو خوش آمدید!''①

سفیان نے اپنے اساتذہ کرام سے اپنے اہل علم بھائیوں کی توصیف اور ستائش کرنا اور ان کے ساتھ انصاف کرنا سیکھا تھا۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا: ''کیا حدیث کے معاملے میں عمرو بن دینار، امام زہری سے زیادہ بصیرت نہیں رکھتے تھے؟'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جی ہاں!''②

ابن عیینہ رحمہ اللہ اپنے اہل علم بھائیوں سے محبت اور انصاف کے ساتھ پیش آنے کے باوجود حق کے معاملے میں کسی محبت، دوستی اور خوش اخلاقی کو نہیں جانتے تھے۔ آپ کا ایک ہم مکتب، آپ کا نہایت مداح تھا لیکن روایتِ حدیث میں ضعیف تھا، چنانچہ آپ اسے برداشت نہیں کرتے تھے۔

منصور بن دینار تمیمی جو امام زہری، نافع اور ابوعکرمہ مخزومی سے روایات بیان کرتا ہے، اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وہ ''ضعیف الحدیث'' ہے۔ وہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کے ساتھ علم حدیث حاصل کیا کرتا تھا اور ابن عیینہ اس کا تذکرہ سننے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔③

① تاریخ بغداد: 154/11۔ ② الجرح والتعدیل: 18/2۔

③ الجرح والتعدیل: 171/8۔

علم جرح وتعدیل کی معرفت

علم جرح وتعدیل علم حدیث میں مشغول ائمہ کے نزدیک علوم حدیث کا سب سے عظیم اور نادرو نایاب علم شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اسی پر حدیث کا صحیح اور ضعیف ہونا موقوف ہے، اسی کے ذریعے سے صحت اور ضعف کا حکم لگایا جاتا ہے۔ بلا شبہ علمائے حدیث نے علم جرح وتعدیل کا بہت اہتمام کیا ہے۔ اس علم کے فروغ اور حفاظت کو انھوں نے اولیت دی ہے اور ہر ممکن بحث وتحقیق، چھان بین اور درایت کے بعد اس کا کامل احاطہ کیا ہے حتی کہ اگر کسی بھی شخص نے کسی بیاض میں نبیٔ اکرم ﷺ سے متعلق کوئی بات لکھی ہے تو آپ سنیں گے کہ محدثین کرام اسے جانتے ہیں اور انھوں نے اس کے احوال اور کسی شہر میں اس کے آنے اور وہاں سے نکلنے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ طبقات اور درجات کے اعتبار سے راویان حدیث کی تقسیم کی گئی ہے۔ حسب احوال تعدیل اور جرح کرنے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات میں سے ایک عظیم انعام ہے کہ اس نے حدیث کے لیے قابل اعتماد محافظ تیار فرمائے جنھوں نے حدیث سے آلائشیں دُور کیں اور وہ ہر اس شخص کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے جس نے حدیث کے معاملے میں جھوٹ بولنے کی جرأت کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی جانب کوئی جھوٹی بات منسوب کرنے والے کو آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد بدنام اور رسوا کیا،

نیز لوگوں پر اس کا کچا چٹھا آشکارا کر دیا۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے حدیث میں جھوٹ بولنے والے کسی فرد کی پردہ پوشی نہیں کی۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ راویوں کے بارے میں بہت کم کلام کیا کرتے تھے کیونکہ اس سلسلے میں دوسرے ائمۂ کرام کی کاوشوں نے آپ کو اس معاملے سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اس کے باوجود راویوں کے بارے میں آپ خاصا علم رکھتے تھے۔ راویوں پر کلام کرنے میں آپ انتہائی سخت زبان استعمال کرتے تھے۔

ابن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''کیا حسن بن عمارہ حافظے والے ہیں؟'' انھوں نے فرمایا: ''حسن بن عمارہ اگرچہ صاحب فضیلت ہیں لیکن ان کے علاوہ دیگر لوگ ان سے زیادہ حافظے کے مالک ہیں۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ بڑے ذہین وفطین اور حاضر دماغ تھے۔ علم کے دعوے دار کذابوں کے حیلے آپ سے مخفی نہیں تھے۔ آپ ان کے پردے چاک اور پوشیدہ معاملات بے نقاب کیا کرتے تھے، نیز آپ ان کے مخفی امور کا انکشاف فرماتے تھے۔

قتیبہ بن سعید کہتے ہیں: ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابو حذیفہ بخاری مکہ مکرمہ آئے تو آکر کہنے لگے: ''مجھے ابن طاؤس نے احادیث سُنائی ہیں۔'' چنانچہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ہمارے پاس اہل بخارا میں سے ایک آدمی آیا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں ابن طاؤس نے احادیث سنائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے پوچھو کہ اس کی عمر کتنی ہے؟'' قتیبہ فرماتے ہیں: ''جب انھوں نے اس سے پوچھا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ابن طاؤس اس کی پیدائش سے دو سال قبل وفات پا چکے تھے۔''[3]

[1] شرح العقیدة الطحاویة :351. [2] تهذیب الکمال: 268/6. [3] تاریخ بغداد :326/6.

سفیان رحمہ اللہ اہل علم پر یہ بات لازم قرار دیتے تھے کہ وہ ہر ضعیف اور متہم (تہمت زدہ) راوی کے احوال واضح کیا کریں۔

یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک بن انس اور ابن عیینہ رحمہم اللہ سے پوچھا کہ اگر میں کسی آدمی کے بارے میں یہ جان لوں کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے یا اس پر جھوٹ وغیرہ کی کوئی تہمت ہے تو کیا میں لوگوں پر اس کے احوال آشکارا کروں؟ انھوں نے جواب دیا: ''جی ہاں!''[1]

سفیان رحمہ اللہ راویوں کے احوال کی واقفیت رکھتے تھے اور ان کے سوانح بیان کرنے میں بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے تھے۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے عقبہ بن وہب بکائی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ حدیث کا معاملہ کیا ہے اور نہ حدیث کے بارے میں اس کی کوئی حیثیت ہے۔''[2]

سفیان فرماتے ہیں: ''شیوخ عاصم بن عبید اللہ کی حدیث سے پرہیز کرتے تھے۔''[3]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب میں سنتا کہ حسن بن عمارہ امام زہری سے روایت بیان کر رہا ہے تو میں اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیا کرتا تھا۔''[4]

مذکورہ بالا عاصم بن عبید اللہ جو کہ ''ضعیف الحدیث'' ہے، اس کے حافظے کے بارے میں سفیان بن عیینہ نے اس پر قدغن لگائی ہے۔[5]

ابن ابولبید کے بارے میں سفیان بن عیینہ فرمایا کرتے تھے: ''کہا جاتا ہے کہ وہ قدری

[1] التاریخ الکبیر: 266/1. [2] الجرح و التعدیل: 317/6.
[3] الجرح و التعدیل: 347/6.
[4] أحوال الرجال: 53. حسن بن عمارہ کو متروك الحدیث کہا گیا ہے۔ (تقریب التھذیب)
[5] أحوال الرجال: 138.

(تقدیر کے منکر بدعتی فرقے سے تعلق رکھتا) ہے۔"[1]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا: "ہمارے ہاں ایک آدمی ہے جسے خلف بن خلیفہ کہا جاتا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ اس نے عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔" اس پر سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "یہ جھوٹ ہے۔ شاید اس نے جعفر بن عمرو بن حریث کو دیکھا ہو۔"[2]

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان سے پوچھا گیا کہ زُرارہ بن اَعیُن ابو جعفر کی کتاب سے روایت کرتا ہے؟ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "اس نے ابو جعفر رحمہ اللہ کو نہیں دیکھا لیکن وہ ان کی بیان کردہ احادیث کی جستجو کرتا ہے۔" نیز فرمایا: "یہ تینوں بھائی عبدالملک بن اَعیُن، حُمران بن اَعیُن اور زرارہ بن اَعیُن شیعہ ہیں۔"[3]

امام علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہم داود بن حصین کی بیان کردہ حدیث سے بچا کرتے تھے۔"[4]

امام حمیدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "ابن عقیل کی یادداشت میں کچھ کمی تھی، لہٰذا میں نے اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کیا۔"[5]

یحییٰ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "بقیہ سے سنت کے بارے میں کوئی حدیث نہ سنو اور ثواب وغیرہ کے بارے میں جو احادیث ہوں وہ سن لیا کرو۔"[6]

نُعیم بن حماد بیان کرتے ہیں: سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہمیں ابو الزبیر نے حدیث سنائی، اور تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ ابو الزبیر ہے۔" یعنی گویا آپ نے اسے ضعیف

① أحوال الرجال: 190.
② تهذيب الكمال: 286/8.
③ الجرح والتعديل: 37/1.
④ الجرح والتعديل: 40/1.
⑤ الجرح والتعديل: 40/1.
⑥ الجرح والتعديل: 435/2.

قرار دیا۔[1]

نعیم بن حماد بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بلاشبہ ہشام بن حسان نے حسن سے روایت بیان کر کے عظیم جھوٹ بولا ہے۔'' نُعیم سے پوچھا گیا: ''اس کی کیا وجہ ہے؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''کیونکہ وہ اس وقت چھوٹا تھا۔''[2]

عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''میں نے مقاتل رحمہ اللہ سے پوچھا: آپ ضحاک سے حدیث بیان کرتے ہیں، حالانکہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے ان سے نہیں سنا؟'' انھوں نے جواب دیا: ''مجھ پر اور ان پر دروازہ بند کر دیا جاتا تھا۔'' ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مدینے کا دروازہ ہوگا۔[3]

سفیان رحمہ اللہ پر جرح وتعدیل یا راویانِ حدیث کے احوال کے علم کے بارے میں کوئی چیز مبہم ہو جاتی یا اس میں کوئی اشکال پیدا ہو جاتا تو اپنے اساتذہ سے اس کے بارے میں پوچھ لیا کرتے تھے۔

ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا: ''اے ابو محمد! کیا آپ نے ابو صالح سے سنا ہے۔'' انھوں نے فرمایا: ''نہیں! ابو صالح کے بارے میں کون جانتا ہے کہ وہ کون ہے؟'' امام حاکم نے فرمایا: ''ابن عیینہ نے ابو صالح سے مراد وہ راوی لیا تھا جس کے واسطے سے کلبی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتا ہے۔''[4]

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں زیاد بن علاقہ کے پاس گیا اور ان سے احادیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: ''تو ہلاک ہو! تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟'' پھر سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جن لوگوں سے زیاد نے ملاقات کا شرف

① الجرح والتعدیل: 42/1. ② الجرح والتعدیل: 43/1.
③ تاریخ بغداد: 165/13. ④ سیر أعلام النبلاء: 303/5.

حاصل کیا ہے ہم ان لوگوں کے ہم پلہ ایک آدمی سے بھی نہیں ملے۔ انھوں نے مغیرہ بن شعبہ، جریر بن عبداللہ، اسامہ بن شریک اور قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔"

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان سے پوچھا کہ شرحبیل بن سعد فتویٰ دیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: "جی ہاں! مدینہ منورہ میں مغازی کے بارے میں کوئی بھی ان سے زیادہ علم نہیں رکھتا تھا۔ یوں لگتا ہے جب وہ محتاج ہوگئے تو لوگ ان کے بارے میں الزام تراشی کرنے لگے۔"[1]

بلاشبہ علم حدیث میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو بہت زیادہ عزت ملی اور علم رجال (راویان حدیث) میں آپ کو اعلیٰ مرتبہ اور مقام حاصل ہوا حتی کہ آپ راویوں کے بارے میں بڑے دقیق اور گہرے مسائل کی واقفیت اور معرفت رکھتے تھے۔

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا: "وہ محمد بن حنین کون ہیں جن سے عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے حدیث: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ بیان کی ہے؟" انھوں نے فرمایا: "ابراہیم بن عبداللہ بن حنین، عبید بن حنین اور محمد بن حنین اہل مدینہ میں سے ہیں اور آل عباس کے موالی (آزاد کردہ غلام) ہیں۔ میں نے کہا: "عتاب بن حنین؟" انھوں نے فرمایا: "نہیں! یہ مکی ہیں۔"[2]

علی بن مدینی ہی بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ سے اسماعیل بن امیہ اور ایوب بن موسیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: "ان دونوں میں سے ایوب خرید و فروخت اور احکام کے بارے میں فتویٰ دینے میں زیادہ فقیہ ہیں۔" میں (علی بن مدینی) اسماعیل بن امیہ کے پاس (ایوب بن موسیٰ کی نسبت) زیادہ عرصہ رہا تھا۔ میں نے اس

[1] الجرح والتعدیل: 37/1. [2] الجرح والتعدیل: 37/1.

بات کا تذکرہ اپنے والد سے کیا تو انھوں نے فرمایا: ''وہ دونوں، یعنی اسماعیل اور ایوب بن موسیٰ چچازاد بھائی ہیں۔''[1]

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لیث، طلحہ سے، طلحہ اپنے باپ مُصَرِّف سے اور مُصَرِّف اپنے دادے سے روایت کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ سفیان رحمہ اللہ نے اس حدیث کا انکار کیا اور اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ طلحہ کے دادا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''قیس بن مسلم جدلی بڑے عجز و انکسار والے لوگوں میں سے تھے۔'' نیز فرمایا: ''مجھے یہ بات بھی پہنچی ہے کہ اس عجز و انکسار کی وجہ سے انھوں نے اتنی مدت سے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھایا۔''[3]

مروان بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ''جمرۂ عقبہ'' کے قریب سفیان رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ہمیں سعید بن بشیر رحمہ اللہ نے احادیث سُنائیں اور وہ حافظِ حدیث تھے۔''[4]

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اسماعیل بن ابو خالد نے اعمش سے چند سال قبل حصول حدیث کا آغاز کیا۔'' سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ منصور نے حصول حدیث کا آغاز پہلے کیا ہے یا اعمش نے؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''دونوں قریب قریب ہی ہیں۔''

نیز ابن مدینی نے فرمایا کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے سنا کہ ولید بن کثیر ''صدوق'' تھے۔[5]

[1] الجرح والتعدیل: 37/1. [2] الجرح والتعدیل: 37/1. [3] الجرح والتعدیل: 41/1.
[4] الجرح والتعدیل: 34/1. [5] الجرح والتعدیل: 37/1.

سفیان ؒ بڑے منصف مزاج تھے۔ جب امام مالک اور محمد بن اسحاق ؒ کے مابین اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے ان دونوں میں سے کسی کی بھی ہم نوائی اختیار نہیں کی۔

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ سفیان ؒ سے محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا گیا کہ اہل مدینہ ان سے روایت بیان نہیں کرتے تو سفیان ؒ نے فرمایا: ''میں 70 سال سے زائد عرصے تک ابن اسحاق کا ہم مجلس رہا ہوں، اہل مدینہ میں سے کسی نے بھی آپ پر تہمت لگائی نہ کوئی اور بات ان کے بارے میں کہی۔'' میں نے سفیان سے کہا: ''کیا ابن اسحاق نے فاطمہ بنت منذر کی مجلس اختیار کی ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''مجھے ابن اسحاق نے بتایا کہ فاطمہ نے انھیں احادیث سُنائیں جبکہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔''[1]

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ ابن اسحاق پر کوئی اتہام یا قدغن لگا رہا ہو۔[2]

① الجرح والتعدیل: 37/1 ② التاریخ الکبیر: 40/1.

سفیان بن عیینہ نقد و نظر کی کسوٹی پر

ہر اچھے گھوڑے کو ٹھوکر لگتی ہے

جی ہاں! ہر عمدہ اور اعلیٰ نسل کے گھوڑے کو ٹھوکر لگتی ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اگرچہ علماء کے مابین بڑے شرفِ و مرتبہ اور قدر و منزلت والے تھے لیکن دیگر علماء کے مانند آپ سے بھی چند ایسی خطائیں سرزد ہوئی ہیں جن سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا لیکن آپ کے علم و فضل کے مقابلے میں وہ قابل ذکر نہیں۔

مبتلائے وہم ہونا

علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے کہا: ''ابن عیینہ رحمہ اللہ کو منصور کی اس حدیث میں وہم ہوا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:

«لَا تَسْتَأْذِنْ مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ»

''دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت نہ مانگا کرو۔''[1]

ابو محمد نے فرمایا: ''ابن عیینہ نے یہ حدیث منصور سے اور اس نے ہلال بن یساف سے بیان کی ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی......'' علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے

[1] المعجم الكبير للطبراني: 23/6، حديث: 5393.

عبدالرحمٰن بن مہدی سے کہا: ''ابن عیینہ کی کس نے مخالفت کی ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''ہمیں عمر الابار نے منصور سے، اس نے طلحہ بن مصرف سے اور اس نے ہزیل بن شُرحبیل سے یہ حدیث سُنائی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی......۔''

ابو محمد فرماتے ہیں: ''بلاشبہ یہ بات واضح ہے کہ ابن مہدی نے اس حدیث کی سند بیان کرنے میں عمر الابّار کے حق میں فیصلہ دیا ہے اور ابن عیینہ کو غلطی کا مرتکب قرار دیا ہے جبکہ ابن مُقرِی نے ہمیں یہ حدیث اس سند سے سنائی ہے کہ انھوں نے سفیان سے، سفیان نے منصور سے اور منصور نے اپنے کسی ساتھی سے روایت کردہ یہ حدیث بیان کی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی۔ بلاشبہ یونس بن عبدالاعلیٰ کو یہ حدیث اس سند سے پڑھ کر سنائی گئی کہ سفیان منصور سے روایت کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: ''میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ منصور نے ہلال بن یساف سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی......جبکہ ابوبکر بن ابو عاصم نے ہمیں اپنی سند کے ساتھ سفیان سے یہ حدیث اس سند سے سُنائی کہ سفیان منصور سے اور منصور طلحہ سے اور طلحہ ہزیل سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھانک کر دیکھا یا اپنا سر دروازے کے اندر داخل کیا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ»

''اجازت لینے کا حکم (بلا اجازت) دیکھنے ہی کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔''[1]

ابو محمد فرماتے ہیں: ''اس بحث سے اس حدیث کی علت کے بارے میں عبدالرحمٰن بن مہدی کے فرمان کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے۔''[2]

[1] صحيح البخاري، الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر، حديث:6241.

[2] الجرح والتعديل :259/1.

مرفوع حدیث کومرسل بنانا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ: الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَّالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَّتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهَا»

''جب کوئی بندہ اسلام قبول کرتا ہے اور اپنے اسلام کو عمدہ بنالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ہر اس برائی کو ہٹا دیتا ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا تھا، پھر اس کے بعد پورا پورا بدلہ ملتا ہے۔ نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اور برائی کا بدلہ اس کے برابر ہوگا ماسوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کر لے۔''[1]

امام حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام مالک نے مسند اور ابن عیینہ نے مرسل بیان کیا ہے۔[2]

صاحب وضو عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہم

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا یہ گمان تھا کہ عبداللہ بن زید انصاری ہی وہ صحابی ہیں جنھیں خواب میں اذان دکھائی گئی تھی۔ یہ بات بھی آپ کے چند اوہام میں سے ہے۔[3]

بعض مخصوص افراد کو علیحدگی میں احادیث سنائیں

آپ پر جو مؤاخذات ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ بعض لوگوں کو،

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب حسن إسلام المرء، حديث: 41 معلقًا، و شعب الإيمان للبيهقي: 59,58/1، حديث: 24 واللفظ له.

[2] شعب الإيمان للبيهقي: 59/1. [3] تهذيب الكمال: 539/14.

خاص طور پر ایسے لوگوں کو علیحدگی میں روایات سناتے ہیں جو معزز، حکومتی عہدیدار یا حکمران ہیں۔

اس معاملے میں راجح بات یہ ہے کہ آپ ان سے الفت اور محبت رکھتے تھے۔ آپ اپنے گھر میں ان کا استقبال کرتے اور علیحدگی میں انھیں ایسے علم سے روشناس کرواتے جو ان کے لیے مفید ہو۔ شاید اس عیب اور بدنامی کا سبب طلبائے حدیث کا آپ کے ہاں ہجوم اور حصول علم کے لیے ان کا آپ کے دروازے سے چمٹے رہنا ہے حتی کہ بسا اوقات اس بھیڑ کی وجہ سے معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا کہ آپ کبیدہ خاطر ہو جاتے اور آپ کا دل اچاٹ ہو جاتا۔

ایک مرتبہ طلبائے حدیث سفیان بن عیینہ سے حدیث سننے کے ارادے سے نکلے اور انھوں نے آپ کے ہاں ازدحام کیا تو آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ میں نے یہ عزم کرلیا ہے کہ میں ایک ماہ تک تمھارے سامنے حدیث بیان نہیں کروں گا۔'' اہل عراق میں سے ایک نوجوان کھڑا ہو کر آپ سے کہنے لگا: ''اے ابومحمد! اپنا رویہ نرم کیجیے، اچھی بات کہیے، اپنے سلف صالحین کا اسوہ اور طرز عمل اختیار کیجیے اور اپنے ہم نشینوں کی ہم نشینی کو حسین و جمیل بنائیے۔ آپ بقیۃ السلف بن چکے ہیں اور آپ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس علم کے امین اور محافظ ہیں۔ اللہ کی قسم! کوئی آدمی حج کا ارادہ کرتا ہے تو سفر کی تکلیفیں، مصیبتیں اور مشقتیں اس کے لیے دشواری اور معاملے کی سنگینی ظاہر کرتی ہیں حتی کہ وہ حج کا ارادہ ملتوی کرنا چاہتا ہے مگر آپ کے ساتھ ملاقات کا شوق اور آپ سے حصول علم کا طمع اسے سب سے زیادہ اس سفر کے لیے متحرک اور تیار کرتا ہے۔ یہ سن کر سفیان رحمہ اللہ پر عاجزی، انکسار، تواضع اور رقت طاری ہوگئی اور آپ رونے لگے، پھر آپ نے حارثہ کا یہ شعر پڑھا:

خَلَتِ الدِّيَارُ فَسُدتُّ غَيْرَ مُسَوَّدِ

وَمِنَ الشَّقَاءِ تَفَرُّدِي بِالسُّؤْدَدِ

''گھر ویران ہو گئے اور میں بغیر سردار بنائے جانے کے سردار بن گیا اور یہ میری بدبختی ہے کہ سرواری اور بڑائی میں اکیلا ہوں۔''

پھر سفیان رحمہ اللہ نے ان کے سامنے ان کی واپسی تک احادیث بیان کیں۔[1]

طالب علم اپنے شیخ اوراستاد کے وقت کا خیال اور قدر نہیں کرتے۔ بسا اوقات استاد کی گھریلو مصروفیات اور ذمہ داریاں جو اس کے کندھوں پر ہوتی ہیں، طالب علم ان کی پروا نہیں کرتے۔ بعض اوقات زیارت اور ملاقات کے لیے وہ مناسب وقت پر نہیں آتے، چنانچہ طالب علم کی یہ بے وقت آمد استاد اور طالب علم دونوں پر بوجھ اور دونوں کی ناگواری کا باعث بنتی ہے بلکہ بسا اوقات ان حالات میں طالب علم کی آمد سے اس پر اپنے استاد کی لغزشیں اور اس کے عیوب ظاہر ہو سکتے ہیں۔

حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''ہم اور دیگر متلاشیانِ حدیث ایک دن سفیان رحمہ اللہ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ اس وقت آپ کسی بڑے آدمی کے سامنے احادیث بیان کر رہے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا: ''میں یہ انتظار کرتے تھک گیا ہوں کہ میں کوئی ایسا آدمی دیکھوں جو علم کے معاملے میں لوگوں میں مساوات قائم کرتا ہو۔'' دوسرے آدمی نے اُس سے کہا: ''وہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ہو سکتے ہیں۔'' اس آدمی نے کہا: ''ہاں! ان کے علاوہ کسی اور کے پاس چلتے ہیں۔ کیا تم ان کے علاوہ کسی کو جانتے ہو؟'' پھر جب میں کوفہ آیا اور میں نے اس بات کا تذکرہ ابن مبارک رحمہ اللہ سے کیا تو انھوں نے فرمایا: ''انھوں نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا نام کیوں نہیں لیا؟''[2]

[1] الأغاني: 408/8. [2] صفة الصفوة: 136/4.

بسا اوقات سفیان رحمہ اللہ کے دروازے پر طلبائے حدیث کا کھڑے رہنا عوام اور حصول علم سے لاتعلق لوگوں کی طلبہ پر شفقت کا باعث بنتا تھا۔ ابن مناذر نامی شاعر جب ابن عیینہ کے دروازے پر کھڑے طلبہ کے قریب سے گزرتا تو سفیان رحمہ اللہ کو بعض ایسی باتیں سناتا جو انھیں ناگوار گزرتیں۔

حسن بن علی بیان کرتے ہیں کہ ہم سفیان رحمہ اللہ کے دروازے کے پاس کھڑے تھے اور وہ ہم سے بھاگ کر اندر چلے گئے تھے۔ ان کے ساتھ ہی حسن بن علی تختاخ، اس کا ایک دربان اور ہارون الرشید کا ایک درباری تھا۔ آپ ان تینوں کو لے کر اندر چلے گئے اور ہمیں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ ابن مناذر آیا اور دروازے کے قریب ہو کر بآواز بلند کہنے لگا:

بِعَمْرٍو وَّبِالزُّهْرِيِّ وَالسَّلَفِ الْأُولٰى
بِهِمْ ثَبَتَتْ رِجْلَاكَ عِنْدَ الْمَقَاوِمِ

جَعَلْتَ طَوَالَ الدَّهْرِ يَوْمًا لِّصَالِحٍ
وَّيَوْمًا لِّصَبَّاحٍ وَّيَوْمًا لِّحَاتِمِ

وَلِلْحَسَنِ التَّخْتَاخِ يَوْمًا وَّدُوْنَهُمْ
خَصَصْتَ حُسَيْنًا دُونَ أَهْلِ الْمَوَاسِمِ

نَظَرْتُ وَطَالَ الْفِكْرُ فِيكَ فَلَمْ أَجِدْ
رَحَاكَ جَرَتْ إِلَّا لِأَخْذِ الدَّرَاهِمِ

"کسی علمی مقابلے کے وقت تو عمرو بن دینار اور زہری ہی کی وجہ سے تو ثابت قدم رہتا ہے۔ طویل عرصے سے تو نے ایک دن صالح کے لیے، ایک دن صبّاح کے لیے، ایک حاتم کے لیے اور ایک دن حسن تختاخ اور اس کے ماتحتوں کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ تو نے دیگر شرافت کے پیکر اور علم کی علامت والے لوگوں کو چھوڑ کر حسین کو مخصوص کیا ہے۔ میں نے آپ کے بارے میں طویل عرصے تک غور وفکر کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ کی چکی صرف درہم حاصل کرنے کے لیے چلتی ہے۔"

سفیان رحمہ اللہ یہ سن کر ہاتھ میں لاٹھی لیے باہر نکلے اور چلائے: "اس فاسق کو پکڑو۔" ابن مناذر آپ سے ڈر کر بھاگ گیا اور آپ نے ہمیں اجازت دے دی، چنانچہ ہم اندر داخل ہو گئے۔[1]

[1] الأغاني: 18/198.
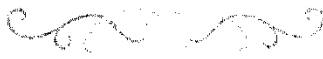
تدلیسِ حدیث

تدلیس کی تعریف

تدلیس کی تعریف کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں: ''تدلیس یہ ہے کہ کوئی راوی ایسے آدمی سے روایت بیان کرے جس سے اس نے ملاقات نہ کی ہو یا اس نے اس سے کوئی حدیث نہ سنی ہو۔''

اگر ایسا شخص (اس حال میں) اتصال کی صراحت کرے اور کہے: حَدَّثَنَا ''اس نے میرے سامنے حدیث بیان کی ہے۔'' تو وہ کذاب ہے۔ اگر کوئی شخص عَنْ کا لفظ استعمال کرے تو اس میں احتمال ہے۔ اس آدمی کے طبقے (دور) کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ کیا اس نے اپنے سے اوپر والے طبقے (دور) کے لوگوں میں سے کسی سے ملاقات کی ہے۔ اگر اس نے ان سے ملاقات کی ہو تو ہم اس کی توثیق کریں گے اور اگر اس نے ملاقات نہیں کی لیکن وہ شخص اپنے بیان کردہ استاد کا ہم عصر ہے تو یہ مقام تردد ہے۔ اگر معاصرت بھی ممکن نہیں تو یہ روایت منقطع ہوگی جیسے قتادہ کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ کہنے کا حکم بھی عَنْ جیسا ہی ہے۔ محدثین کے ہاں ان کے استعمال کی مختلف اغراض ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

① اگر مدلِّس (تدلیس کرنے والا) نام لے کر اس آدمی کی صراحت کر دے جس نے اسے حدیث سنائی ہے تو اس سے اس کا ضعف پہچان لیا جاتا ہے (لہٰذا وہ اس شخص کا نام چھپا کر اس کے استاد کا نام ذکر کر دیتا ہے۔) یہ مذموم مقصد ہے اور سنت پر ظلم اور زیادتی ہے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے، اس پر تدلیس کا الزام عائد کیا جاتا ہے کیونکہ دین خیر خواہی ہے۔

② اگر مدلس صرف اپنا مرتبہ بڑھانے کے لیے یا لوگوں کو زیادہ اساتذہ سے استفادے کا دھوکا دینے کے لیے یوں تدلیس کرے کہ کبھی اپنے استاد کا نام لے دے، کبھی اس کی کنیت بیان کرے، کبھی اسے کسی پیشے کی جانب منسوب کرے اور کبھی اسے کسی شہر کی جانب منسوب کرے تاکہ وہ پہچانا نہ جاسکے کہ درحقیقت کون سا راوی مراد ہے، مثلاً: تو کہے کہ ہمیں بخاری نے حدیث سنائی اور بخاری سے تیری مراد وہ شخص ہو جو لوگوں کو دھونی دیتا یا خوشبو لگاتا ہے، یا تو کہے: ''مجھے علی نے ماوراء النھر (دریائے جیحون سے آگے والے علاقے) میں حدیث بیان کی'' جبکہ تیرا مقصد یہ ہو کہ علی نے تیرے سامنے کسی بھی دریا کے دوسرے کنارے پر روایت بیان کی، یا تو کہے کہ اس نے مجھے ''زبید'' (یمن میں ایک جگہ کا نام) میں حدیث سنائی جبکہ تیری مراد ''قُوص''[1] میں واقع ایک علاقہ ہو، یا تو کہے: مجھے ''حران'' (مدینہ کے قریب ایک علاقے) میں حدیث بیان کی اور اس سے تیری مراد ''مرج'' کی بستی ہو۔ یہ احتمال والی چیزیں ہیں اور تقویٰ یہ ہے کہ انھیں ترک کر دیا جائے۔''[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تدلیس کبھی سند میں ہوتی ہے اور کبھی شیوخ کے

① قُوص: یہ بالائی مصر (صعید مصر) کا ایک شہر ہے جو فسطاط (قاہرہ) سے 12 دنوں کی مسافت پر واقع ہے۔ (معجم البلدان: 413/4) ② الموقظة: 15.

بارے میں ہوتی ہے:

① تدلیس اسناد: راوی کسی ایسے شخص سے مبہم الفاظ کے ساتھ روایت بیان کرے جس سے اس نے ملاقات کی ہو لیکن کوئی حدیث نہ سنی ہو۔ اس قسم میں وہ تدلیس بھی شامل ہے کہ راوی ایسے آدمی سے روایت کرے جسے اس نے دیکھا ہو لیکن اس کا ہم نشین نہ بنا ہو۔

مندرجہ ذیل اقسام بھی تدلیس اسناد میں شامل ہیں:

✿ تدلیس قطع: آدمی روایت بیان کرتے ہوئے صیغے (الفاظ) حذف کر دے اور صرف استاد کا قول بیان کرنے پر اکتفا کرے، مثلاً کہے: الزهري عن أنس.

✿ تدلیس عطف: راوی اپنے شیخ سے روایت کرتے ہوئے تحدیث (بیان حدیث) کی صراحت کرے لیکن اپنے حقیقی استاد کے ساتھ ایک دوسرے استاد کو ملا کر بیان کر دے، حالانکہ اس نے دوسرے استاد سے نہ سنا ہو۔

✿ تدلیس تسویہ: مدلس اپنے شیخ (کے نام) کے بارے میں تدلیس کرے، یعنی اپنے استاد کی طرف ایسے راوی سے روایت لینا منسوب کرے جس سے اس کے استاد نے روایت نہ لی ہو۔ اگر تو اس بات کی اطلاع مل جائے کہ اس نے اپنے استاد کی طرف سے تدلیس کی ہے تو اس کے مطابق حدیث پر حکم لگایا جائے گا۔ اگر ایسے مدلس کی روایت کے بارے میں تدلیس کی خبر نہ ہو تو پھر اس میں احتمال پیدا ہوگا۔ اگر تو روایت حدیث میں ثقہ راوی تحدیث (بیان حدیث) کی تصریح کر دے تو پھر حدیث قبول کی جائے ورنہ دوسری صورت میں توقف کیا جائے گا۔

✿ مُرسَل خفی: اگر راوی اپنے ایسے ہم عصر راوی سے حدیث بیان کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو اور اس کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرے جو سماع حدیث کا احتمال رکھتے ہوں تو اسے ''مرسل خفی'' کہتے ہیں۔

بعض ائمہ نے مرسل خفی کو تدلیس میں شامل کیا ہے جبکہ اولیٰ یہ ہے کہ انواع حدیث میں تمیز کرنے کے لیے انھیں الگ الگ بیان کیا جائے۔

بعض ائمہ صرف اجازت کی بنا پر احادیث بیان کرتے ہوئے حَدَّثَنِي ''اس نے مجھے حدیث بیان کی'' یا أَخْبَرَنِي ''اس نے مجھے خبر دی'' کے الفاظ بیان کرتے ہیں جس سے سماع کا وہم پڑتا ہے، حالانکہ انھوں نے سنا نہیں ہوتا بلکہ صرف اجازت لی ہوتی۔ اس فعل کو بھی ائمہ نے تدلیس میں شامل کیا ہے۔

اگر کوئی ثقہ راوی، جو تدلیس سے متصف نہ ہو، سماع کا احتمال رکھنے والے الفاظ کے ساتھ ایسے راوی سے کوئی حدیث بیان کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت ہو تو ایسی حدیث کو سماع پر محمول کریں گے۔ اگر وہ سماع کا احتمال رکھنے والے الفاظ کے ساتھ ایسے راوی سے حدیث بیان کرے جو اس کا ہم عصر ہو (لیکن ان کے مابین ملاقات ثابت نہیں) تو امام بخاری اور ان کے استاد علی بن مدینی کی موافقت میں صحیح اور راجح قول کے مطابق اسے سماع پر محمول نہیں کریں گے۔

اگر راوی سماع کا احتمال رکھنے والے الفاظ کے ساتھ ایسے راوی سے حدیث بیان کرے جو اس کا ہم عصر نہیں ہے تو یہ مطلق ارسال ہے۔ اگر یہ (ارسال کرنے والا) راوی تابعی ہو تو اس کی سند کو ''مرسل'' کا نام دیا جائے گا اور اگر وہ تابعی سے نچلے کسی طبقے سے متعلق ہو تو اسے ''منقطع یا معضل'' کہا جائے گا۔

جو شخص ''وجادۃ'' (کسی راوی کی لکھی ہوئی کاپی، رجسٹر اور کتاب وغیرہ سے احادیث بیان کرے جبکہ اس نے یہ روایات اس راوی سے نہ سنی ہوں) کی صورت میں تحدیث (بیان حدیث) کی صراحت کرے یا تحدیث کی صراحت ایسے مجازی الفاظ سے کرے جن سے استاد شاگرد دونوں کی ملاقات کا شک پیدا ہوتا ہو، حالانکہ ملاقات نہ ہوئی ہو تو

اس شخص کو بھی تدلیس سے متصف کیا جائے گا۔

② تدلیس شیوخ: یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا ایسا نام، لقب، کنیت یا نسبت بیان کرے جس کے ساتھ وہ مشہور نہیں ہے۔ عموماً اس کا سبب کثرت اساتذہ کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ بسا اوقات راوی اپنے استاد کے ضعیف ہونے کی وجہ سے بھی یہ کام کرتا ہے۔ اگر یہ فعل جان بوجھ کر کیا جائے تو یہ بھی اسی طرح خیانت ہے جس طرح تدلیس اسناد کا ارتکاب کرنا خیانت ہے۔[1] واللہ المستعان.

کیا مدلس کی حدیث قبول ہوگی؟

ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم ثقہ اور عادل مدلسین کی انھی احادیث سے حجت لیتے ہیں جنھیں روایت کرتے ہوئے وہ سماع کی صراحت کریں، مثلاً: ثوری، اعمش، ابو اسحاق اوران جیسے دیگر ماہر ائمۂ کرام اور دین کے معاملے میں تقویٰ اختیار کرنے والے کیونکہ اگر مدلس ثقہ ہو اور اس کی ایسی روایت کو ہم قبول کرلیں جس میں راوی نے سماع کی صراحت نہیں کی تو یہ لازم آئے گا کہ ہم مقطوع، مرسل وغیرہ ہر قسم کی روایات قبول کرلیں کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ شاید اس مدلس نے کسی ضعیف راوی سے روایت لے کر اس حدیث میں تدلیس کی ہو کہ اگر وہ اس راوی کا تذکرہ کر دیتا تو اسے پہچان لیے جانے پر حدیث کمزور ہو جاتی۔

ہاں! اگر کسی مدلس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ راوی ہی سے تدلیس کرتا ہے تو وہ اگرچہ سماع کی تصریح نہ بھی کرے، اس کی روایت قبول کی جائے گی اور دنیا میں ایسے راوی صرف سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ہی ہیں۔ آپ اگرچہ تدلیس کرتے

① طبقات المدلسين لابن حجر: 16.

تھے لیکن صرف ثقہ اور مضبوط حافظے کے مالک راوی ہی سے تدلیس کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی ایک بھی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں انھوں نے تدلیس کی ہو اور بعینہ اسی حدیث میں دوسری جگہ پر آپ نے ثقہ راوی سے سماع کی صراحت نہ کی ہو۔ پس اس علت، یعنی سماع کی عدم صراحت کے باوجود آپ کی حدیث کو قبول کیا جانا اسی طرح ہے جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست روایت کردہ حدیث کو قبول کیا جاتا ہے اگرچہ انھوں نے آپ سے نہ سنا ہو۔[1]

تدلیس کی وجہ سے ابن عیینہ رحمہ اللہ کا مؤاخذہ

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ سفیان رحمہ اللہ تدلیس میں مشہور ہیں۔ امام زہری کی بیان کردہ وہ احادیث جو آپ تک کسی واسطے سے پہنچی ہیں۔ آپ جب ان احادیث کو بیان کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس راوی کا نام حذف کر دیتے ہیں جس نے آپ کو یہ احادیث سُنائیں اور تدلیس کرتے ہیں مگر آپ صرف اس راوی سے تدلیس کرتے ہیں جو آپ کے نزدیک ثقہ ہے۔ جہاں تک یحییٰ بن سعید قطان کے اس فرمان کا تعلق ہے جو ہم تک پہنچا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اس بات پر گواہ رہو کہ ابن عیینہ 197 ھ میں روایات میں اختلاط اور نسیان کا شکار ہونے لگے تھے۔'' ایک اجنبی اور ناگوار قول ہے۔ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یحییٰ قطان رحمہ اللہ صفر 198 ھ میں حج سے آنے والے وفد کی آمد کے وقت فوت ہو گئے تھے، لہٰذا کس نے آپ کو سفیان رحمہ اللہ کے اختلاط کی خبر دی اور یہ آدمی آپ سے کس وقت ملا تھا؟ (کوئی معلوم نہیں) لہٰذا سفیان رحمہ اللہ مطلق طور پر حجت ہیں اور آپ کی بیان کردہ احادیث تمام کتب احادیث میں موجود ہیں۔''[2]

---

[1] السنن الأبين للفهري: 151. [2] سير أعلام النبلاء: 8/465.

نیز امام ذہبی فرماتے ہیں: ''میں اس کلام کو یحییٰ قطان سے بعید سمجھتا ہوں اور میں اسے ابن عمار کی غلطی شمار کرتا ہوں کیونکہ قطان رحمہ اللہ صفر 198 ھ میں حاجیوں کے آنے اور حجاز کی خبریں روایت کرنے کے وقت فوت ہوئے، چنانچہ کب یحییٰ قطان کو یہ موقع میسر آیا کہ وہ سفیان رحمہ اللہ کے اختلاط کی خبر سنیں اور پھر اس کی گواہی دیں جبکہ موت آپ پر طاری ہو چکی تھی۔ شاید آپ کو یہ خبر 197 ھ کے دوران میں پہنچی ہو، نیز یحییٰ قطان راویانِ حدیث کے معاملے میں بہت متشدد ہیں اور سفیان رحمہ اللہ مطلق طور پر ثقہ ہیں۔''[1]

سابقہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ پر تدلیس کا الزام نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ تمام علماء کا اجماع ہے کہ آپ صرف ثقہ راوی سے تدلیس کرتے ہیں۔

ابن حبان رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الصحیح'' کے دیباچے میں فرماتے ہیں: ''یہ وصف صرف اور صرف اکیلے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا ہے کہ وہ اگرچہ تدلیس کرتے تھے لیکن صرف ثقہ اور مضبوط یاد داشت کے مالک راوی ہی سے تدلیس کرتے تھے۔ سفیان رحمہ اللہ کی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس میں انھوں نے تدلیس کی ہو اور اسی حدیث میں دوسری جگہ ثقہ راوی سے اپنے سماع کی صراحت نہ کی ہو، نیز اس کی مثال چھوٹے صحابۂ کرام کی مرسل روایات ہیں کہ وہ کسی دوسرے صحابی ہی سے ارسال کیا کرتے تھے۔''[2]

مدلسین کے مراتب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ احادیث نبوی کی اسناد میں تدلیس سے متصف راویوں کے مراتب کی معرفت کا بیان ہے۔ میں نے ان اوراق میں ان مراتب کی تلخیص کی ہے تاکہ انھیں یاد کرلیا جائے اور ان اوراق کی تیاری امام صلاح الدین علائی رحمہ اللہ کی

[1] میزان الاعتدال: 170/2.   [2] النکت علی ابن الصلاح: 72/2.

کتاب ''جامع التحصیل'' سے کی گئی ہے، نیز اس میں بہت سے ناموں کا اضافہ کیا گیا ہے جسے غور وفکر کے ذریعے سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مدلسین کے پانچ مراتب ہیں:

① وہ راوی جنھیں بہت کم تدلیس سے متصف قرار دیا گیا ہے، مثلاً یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ۔

② وہ راوی جن کی تدلیس کو ائمۂ کرام نے برداشت کیا ہے اور ان راویوں کی امامت اور کثرت روایات کے مقابلے میں قلت تدلیس کی وجہ سے ان کی روایات کو انھوں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے، مثلاً: امام ثوری رحمہ اللہ یا وہ راوی جو صرف ثقہ راوی ہی سے تدلیس کرتے ہیں جیسے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ۔

③ وہ راوی جنھوں نے بکثرت تدلیس کی ہے اور ائمہ ان کی اس حدیث کو حجت سمجھتے اور اس سے استدلال کرتے ہیں جس میں انھوں نے سماع کی صراحت کی ہو۔ ان راویوں کی احادیث بعض ائمہ نے مطلق طور پر رد کی ہیں اور بعض ائمہ نے ان کی روایات قبول کی ہیں، مثلاً ابوالزبیر مکی رحمہ اللہ۔

④ وہ راوی جن کے بارے میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ان کی صرف اس حدیث سے حجت لی جائے گی جس میں وہ سماع کی صراحت کریں کیونکہ وہ بکثرت ایسے راویوں سے تدلیس کرتے ہیں جو ضعیف اور مجہول ہیں جیسے بقیہ بن ولید رحمہ اللہ۔

⑤ وہ راوی جنھیں تدلیس کے علاوہ کسی اور وجہ سے بھی ضعیف قرار دیا گیا ہو۔ اگرچہ یہ راوی سماع کی صراحت بھی کریں تب بھی ان کی حدیث مردود ہے ماسوا ان راویوں کے جن کا ضعف خفیف (ہلکے درجے کا) ہو تو اس کی توثیق کی جائے گی، مثلاً ابن لہیعہ رحمہ اللہ۔[1]

علمائے کرام تدلیس اسناد کے لیے ابن عیینہ کی تدلیس کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔

ابن الصلاح رحمہ اللہ نے تدلیس اسناد کی مثال میں علی بن خشرم کے اس قول پر اکتفا کیا

[1] طبقات المدلسین: 13.

ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس حاضر تھے تو انھوں نے فرمایا: زہری۔ اُن سے کہا گیا کہ کیا آپ کو زہری نے حدیث سنائی ہے؟ اس پر وہ خاموش رہے، پھر فرمایا: زہری۔ اُن سے پھر کہا گیا کہ کیا آپ نے یہ حدیث زہری سے سنی ہے؟ تب آپ نے فرمایا: ''نہیں! میں نے یہ حدیث زہری سے سنی ہے نہ اس شخص سے سنی ہے جس نے امام زہری سے سنی ہے بلکہ یہ حدیث عبدالرزاق نے بیان کی ہے اور اس نے یہ حدیث معمر سے اور معمر نے زہری سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث امام حاکم نے نقل کی ہے۔''[1]

محدث کے اوصاف

یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں: ''محدث کو چاہیے کہ اس میں مندرجہ ذیل اوصاف پائے جائیں: اسے چاہیے کہ وہ مضبوط حافظے والا ہو، جو بات اُس سے کہی جائے اسے سمجھنے والا ہو، راویانِ حدیث کے بارے میں اسے بصیرت حاصل ہو اور وہ اپنے دل سے اس کا معاہدہ کرے۔''

عادل اور ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کی قبولیت کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے راوی ہی سے بذاتِ خود ملنے اور سننے کے بعد روایت کرے اور سلسلۂ سند اسی طرح نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائے۔ رہا ''ارسال'' کا معاملہ تو جو شخص بھی ضعیف راویوں سے روایت لینے اور اس میں چشم پوشی کا روادار ہو تو جس حدیث میں اس نے ارسال کیا ہو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ تابعی ہو یا اس سے نچلے طبقے کا کوئی راوی۔ ہر وہ شخص جس کے بارے میں یہ معروف ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ راوی ہی سے روایت لیتا ہے، اس کی تدلیس اور مرسل روایت قابل قبول ہو گی، لہٰذا سعید بن مسیّب، محمد بن سیرین اور

[1] فتح المغیث: 183/1.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ کی مرسل روایات محدثین کے ہاں صحیح شمار ہوتی ہیں۔ محدثین نے فرمایا: عطاء اور حسن بصری رحمہ اللہ کی مراسیل سے حجت نہیں لی جائے گی کیونکہ یہ دونوں ہر قسم کے راوی سے حدیث لے لیا کرتے تھے۔ اسی طرح ابو قلابہ اور ابو العالیہ کی مرسل روایات ہیں، نیز محدثین نے فرمایا: ''اعمش کی تدلیس قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ جب بھی روایت حدیث کے دوران میں روک کران سے پوچھا جاتا تو وہ غیر ثقہ راوی کا حوالہ دیتے تھے جبکہ ابن عیینہ کی تدلیس کو قبول کیا جائے گا کیونکہ جب انھیں روایت حدیث کے دوران میں ٹوک کر پوچھا جاتا تو وہ ابن جریج، معمر رحمہ اللہ یا ان جیسے دیگر ثقہ راویوں کا حوالہ پیش کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سفیان بن عیینہ نے ہم سے یہ ''اثر'' بیان کیا کہ انھوں نے زید بن اسلم سے، اس نے علی بن حسین (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''جنبی آدمی کے لیے پانی میں غوطہ لگانا کافی ہے۔'' ہم نے پوچھا: زید بن اسلم سے پہلے کون راوی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''معمر'' ہم نے کہا: ''معمر سے پہلے کون راوی ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''عبدالرزاق صنعانی۔''

ابن معین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ تدلیس کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: عَنِ الزُّهْرِي ''میں نے زہری سے روایت کی۔'' اگران سے پوچھا جاتا کہ زہری سے پہلے کون راوی ہے؟ تو آپ جواب دیتے: ''کیا زہری کا بیان تمھیں مطمئن نہیں کرتا؟'' کہا جاتا: ''کیوں نہیں!'' اور جب آپ سے اصرار کیا جاتا تو آپ فرماتے: ''لکھو...... معمر...... اللہ تعالیٰ تمھیں برکت نہ دے۔''[1]

[1] التمهيد: 30/1، یہ جملہ بددعا کے طور پر نہیں کہا جاتا بلکہ تعجب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
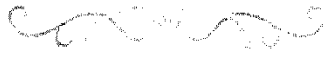
علم حدیث میں ابن عیینہ کا امتیازی مقام

اللہ تعالیٰ نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کی عمر میں بڑی برکت دی تھی حتی کہ آپ اپنے ساتھیوں اور رفقاء سے فائق ہو گئے اور آپ ان کے بعد عرصۂ دراز تک زندہ رہے یہاں تک کہ آپ کے ہم پلہ کوئی بھی امام ایسا باقی نہ رہا جس کی جانب سفر کیا جائے۔

بشر بن مُفَضَّل رحمہ اللہ نے زمین پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا: ''روئے زمین پر سفیان بن عیینہ کا ہم مثل اور ہم پلہ ایک بھی شخص باقی نہیں بچا۔''[1]

عباس ترقفی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ باہر نکل کر ہمارے پاس آئے اور احباب حدیث کو دیکھا تو فرمایا: ''کیا تم میں کوئی مصری آدمی ہے؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ نے پوچھا: ''لیث بن سعد رحمہ اللہ کا کیا حال ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''وہ وفات پا چکے ہیں۔'' فرمایا: ''کیا تم میں کوئی اہل رملہ سے تعلق رکھتا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''ضمرہ بن ربیعہ رملی رحمہ اللہ کا کیا حال ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''وہ فوت ہو چکے ہیں۔'' فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی اہل حمص میں سے ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''بقیہ بن ولید رحمہ اللہ کا کیا حال ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: وہ وفات پا چکے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا اہل دمشق میں سے کوئی آدمی تمھارے اندر موجود ہے؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ نے فرمایا:

[1] تاریخ بغداد: 180/9.

''ولید بن مسلم رحمہ اللہ کا کیا حال ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''وہ وفات پا چکے ہیں۔'' پھر آپ نے پوچھا: ''کیا تم میں سے کوئی شخص اہل قیساریہ میں سے ہے؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ نے پوچھا محمد بن یوسف فریابی رحمہ اللہ کا کیا حال ہے؟'' انھوں نے کہا: ''وہ وفات پا چکے ہیں۔'' آپ یہ سن کر کافی دیر تک روتے رہے، پھر یہ شعر پڑھنے لگے:

خَلَتِ الدِّيَارُ فَسُدتُّ غَيْرَ مُسَوَّدٍ

وَمِنَ الشَّقَاءِ تَفَرُّدِي بِالسُّؤْدَدِ

''گھر خالی ہو گئے اور میں بنا سردار بنائے سردار بن گیا اور یہ میری بدبختی ہے کہ میں سرداری میں اکیلا ہوں۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ کبار علماء کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور ان کے ساتھ ہم نشین ہونے کو یاد کر کے اپنے دور کے احوال کا شکوہ کیا کرتے تھے۔ آپ علم اور معلّمی میں یگانہ تھے اور آپ کی کوئی نظیر نہیں تھی۔

محمد بن عمرو باہلی بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں مسجد کی طرف جاتا تو وہاں لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتا تھا۔ جب میں کسی ادھیڑ عمر اور بوڑھے آدمی کو دیکھتا تو ان کے پاس بیٹھ جاتا اور آج یہ حالت ہے کہ مجھے ان بچوں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔''[2]

اصحاب حدیث سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے خوشہ چیں اور ان کی شان بڑھانے والے تھے۔ آپ جس جگہ بھی تشریف لے جاتے وہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیتے لیکن اس طرح وہ آپ کی بے چینی اور بے آرامی کا سبب بنتے تھے کیونکہ وہ آپ کو اس طرح اپنے گھیرے میں لیے رکھتے تھے جیسے فوجی اپنے حکمران کو گھیرے میں رکھتے ہیں۔ آپ ان

---

① حلية الأولياء: 291/7. ② حلية الأولياء: 274/7.

سے بھاگ نکلنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

زکریا قطان فرماتے ہیں: ''میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ اصحاب حدیث آپ کو صفا اور مروہ کے درمیان سبز نشان کی طرف مجبور کر کے لے گئے۔ آپ نے ان کی طرف التفات کیا اور فرمایا: ''میں نہیں سمجھتا کہ تم جو چیز طلب کر رہے ہو اس میں کوئی بھلائی ہو اور اگر اس میں کوئی بھلائی ہے بھی تو وہ ناقص ہے جیسے بھلائی ناقص ہو جاتی ہے۔'' ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ کے منہ سے یہ کلام آپ کے کبیدہ خاطر اور دل شکستہ ہونے کی وجہ سے نکلا ہے اور اہل علم کے ہاں یہ کلام محل نظر ہے۔''[1]

ابراہیم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اصحاب حدیث کو دیکھا اور فرمایا: ''تم آنکھوں کی سوزش ہو۔ اگر امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمیں اور تمھیں پا لیتے تو ہماری بُری طرح پٹائی کرتے۔''[2]

بسا اوقات اصحابِ حدیث آپ کی فرصت کے اوقات میں آپ کے گھر کا دروازہ کھلا پاتے تو آپ سے حدیث سننے کے لیے ٹوٹ پڑتے اور بعض اوقات اگر وہ گھر میں داخل ہونے کا موقع نہ پاتے تو آپ کے گھر کا دروازہ توڑ دیتے۔

سلیمان بن مطر بیان کرتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے دروازے پر موجود تھے۔ ہم نے آپ سے (گھر کے اندر) داخل ہونے کی اجازت مانگی تو آپ نے ہمیں اجازت نہ دی۔ ہم نے آپس میں کہا: ''داخل ہو جاؤ اور آپ پر ہجوم کر دو۔'' چنانچہ ہم نے آپ کے گھر کا دروازہ توڑا اور اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھا تو فرمایا: ''سبحان اللہ! تم میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہو گئے ہو جبکہ امام زہری نے ہمیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کے واسطے سے یہ بیان کیا ہے:

[1] جامع بیان العلم: 1016. [2] جامع بیان العلم: 1028.

«أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُنِي لَطَعَنْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ»، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْبَصَرِ»

ایک آدمی نے نبیِ اکرم ﷺ کے دروازے میں موجود سوراخ کے ذریعے سے اندر جھانکا۔ اس وقت نبیِ اکرم ﷺ کے پاس کنگھی تھی جس کے ساتھ آپ اپنے سر کو کھجا رہے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں یہ چبھو دیتا۔ (بلا اجازت) دیکھنے ہی کی وجہ سے تو اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے۔''[1]

ہم نے اُن سے کہا: ''اے ابو محمد! ہم اپنے فعل پر پشیمان اور نادم ہیں۔'' انھوں نے فرمایا: ''تم شرمسار ہو۔'' پھر انھوں نے اپنی سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلنَّدْمُ تَوْبَةٌ»

''ندامت توبہ ہے۔''[2]

(سلیمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا:) نکلو، تم نے ابن عیینہ کا حقیقی مال حاصل کر لیا ہے۔[3]

① صحيح البخاري، الديات، باب من اطلع في بيت قوم......، حديث:6901، و صحيح مسلم، الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره، حديث:2156.

② سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث:4252، اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (صحيح سنن ابن ماجه:383/2، حديث:3448)

③ سير أعلام النبلاء:462/8.

اہل زمانہ میں آپ کی انفرادیت

سفیان رحمہ اللہ اپنے اہل زمانہ میں نہایت منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ آپ علم و عمل اور عمر کے لحاظ سے ان کے سردار تھے حتی کہ کوئی بھی آپ کا ہم پلہ اور رفیق نہیں تھا۔

حامد بن یحییٰ بلخی بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نے اپنے دانتوں کو دیکھا کہ وہ گر چکے ہیں تو مجھے امام زہری کا قول یاد آ گیا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا تھا: ''تیرے دانت مرجائیں گے جبکہ تو باقی رہے گا۔'' چنانچہ میرے دانت فوت ہو چکے ہیں اور میں ابھی تک باقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے ہر دشمن کو محدث بنا دے۔''

میں (ذہبی) کہتا ہوں: ''آپ نے یہ بات اس تنگی کی وجہ سے کہی ہے جو اصحاب حدیث کی بھیڑ کی وجہ سے آپ کو ہوتی تھی حتی کہ وہ آپ کو زچ کر دیتے تھے۔''[1]

بِشر بن مُفضّل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روئے زمین پر ابن عیینہ رحمہ اللہ جیسا کوئی بھی شخص باقی نہیں بچا۔''[2]

رباح بن خالد کوفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیَینہ رحمہ اللہ سے پوچھا: ''اے ابومحمد! ابومعاویہ آپ کے واسطے سے ایسی حدیث بیان کرتا ہے جو آپ کو آج یاد نہیں ہے اور اسی طرح وکیع بھی ایسی احادیث بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کی تصدیق کرو کیونکہ میں آج سے پہلے آج سے زیادہ قوی یادداشت کا مالک تھا۔''[3]

[1] سیر أعلام النبلاء: 460/8.
[2] سیر أعلام النبلاء: 461/8.
[3] سیر أعلام النبلاء: 460/8.

تمام علوم کی جامع شخصیت

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کم سنی ہی میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ آپ نے اپنے اساتذہ سے سنت رسول کو جمع کیا اور تمام علوم میں مہارت حاصل کی، نیز آپ نے اپنے شیوخ سے اپنی عقل وفہم کو جلا بخشی اور اسے عمدہ بنایا حتی کہ کوئی بھی ایسا فن باقی نہ بچا جس میں آپ نے اچھی طرح مہارت حاصل نہ کی ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے احکام اور سنن کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا: ''علم تین شخصوں کے گرد گھومتا ہے: مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور لیث بن سعد رحمہم اللہ۔''[1]

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ضائع ہوجاتا۔''[2]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو سفیان بن عیینہ سے زیادہ سنن کا علم رکھتا ہو۔''[3]

نعیم بن حماد فرماتے ہیں: ''ابن عیینہ رحمہ اللہ سب لوگوں سے زیادہ قرآن کریم کا علم رکھتے تھے اور میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو ابن عیینہ رحمہ اللہ سے زیادہ مختلف علوم کا جامع ہو۔''[4]

① التمهيد:62/1. ② التمهيد:63/1.
③ الجرح والتعديل:33/1. ④ الجرح والتعديل:33/1.

عبدالرزاق فرماتے ہیں: ''میں نے ابن جریج رحمہ اللہ کے بعد ابن عیینہ رحمہ اللہ جیسا عمدہ کلام کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔''[1]

بلاشبہ آپ نے تمام علوم و مفاہیم کو بڑی عمدگی کے ساتھ جمع کر لیا تھا۔

آپ کے اقوال میں سے ایک یہ ہے: ''سب سے افضل علم اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کے متعلق علم ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کا عالم ہو تو بلاشبہ وہ منزل تک پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کے متعلق علم سے افضل کوئی نعمت بندوں کو نہیں پہنچی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کے متعلق جہالت اور بے علمی سے زیادہ سخت کوئی عقوبت بندوں تک نہیں پہنچی۔'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب تجھے خاموشی بھلی لگے تو کلام کر اور جب تجھے کلام کرنا بھلا لگے تو خاموشی اختیار کر۔''[2]

آپ فرمایا کرتے تھے: ''اگر علم تجھے کوئی نفع نہیں دے گا تو نقصان ضرور دے گا۔''

اس پر خطیب بغدادی فرماتے ہیں: ''اگر علم بندے کو اُس کے مطابق عمل کرنے کا فائدہ نہ دے تو وہ اسے یہ نقصان ضرور پہنچائے گا کہ وہ اس کے خلاف حجت ہوگا۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص اسناد اور اطمینان بخش احادیث کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ اہل مدینہ سے حاصل کرے اور جو شخص مناسک حج اور میقات کے متعلق علم چاہتا ہے، وہ اہل مکہ سے حاصل کرے۔ جو شخص حصص کی تقسیم اور امورِ جنگ کے علم کا خواہش مند ہے، وہ اہل شام سے حاصل کرے اور جو شخص کسی ایسی چیز کے علم کا طلبگار ہو جس کے حق و باطل ہونے کی کوئی پہچان نہ ہو وہ اہل عراق سے حاصل کرے۔''[4]

آپ فرمایا کرتے تھے: ''بلاشبہ عالم وہ ہوتا ہے جو ہر حدیث کو اس کا حق دے۔''[5]

[1] سير أعلام النبلاء: 464/8.
[2] حلية الأولياء: 281/7.
[3] اقتضاء العلم العمل: 55/1.
[4] تاريخ دمشق: 330/1.
[5] الجرح والتعديل: 44/1.

بلاشبہ سفیان رحمہ اللہ بڑے ذہین و فطین، معاملہ فہم اور ہوشیار عالم تھے۔ گویا قرآن و حدیث آپ کی زبان پر ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ آپ سے جو سوال بھی کیا جاتا، آپ کے ہاں اس کا جواب موجود ہوتا تھا۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی پر صدقہ حرام کیا گیا تھا؟'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝﴾

''چنانچہ آپ ہمیں پورا ماپ دیں اور ہم پر صدقہ کریں، یقیناً اللہ صدقہ و خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔''[1]

قاسم فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے اس رائے کو اخذ کیا ہے کہ انھوں (برادران یوسف) نے یہ بات صرف اس لیے کہی تھی کہ صدقہ ان کے لیے حلال تھا، حالانکہ وہ انبیاء تھے،[2] لہٰذا بلاشبہ صدقہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر حرام کیا گیا تھا۔[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تاویل قرآن سے کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

[1] یوسف 88:12.

[2] ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں ان کے بھائیوں کا حسد اور بغض محسوس کر لیا تھا، لہٰذا انھوں نے ان کو بھائیوں کے سامنے اپنا خواب بیان کرنے سے منع کر دیا تھا تاکہ ان کے دلوں میں عناد پیدا نہ ہو اور وہ ان کی ہلاکت کے درپے نہ ہو جائیں۔ بھائیوں کا حسد اور یوسف علیہ السلام سے اُن کا برتاؤ اس امر کی دلیل ہے کہ اُس وقت وہ نبی نہیں تھے۔'' (تفسیر القرطبي: 255/11، ط: مؤسسة الرسالة)

[3] تفسير الطبري: 285/7.

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ»

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کے ذریعے سے بے نیاز نہ ہو۔''[1]

آپ نے فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے ذریعے سے (دنیاوی چیزوں اور امور سے) بے نیاز نہیں ہوتا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے نہیں سنا:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ﴾

''بے شک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم دیا ہے، اور ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو جو مال و متاع دیا ہے، اس پر آپ اپنی نظریں نہ جمائیں۔''[2]

پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے ذریعے سے مال سے بے پروا ہونے کا حکم دیا ہے۔

نیز آپ کا ایک دوسرا قول یہ ہے: ''جس شخص کو قرآن کریم (کا علم وفہم) دے دیا گیا، پھر اس نے یہ خیال کیا کہ کسی دوسرے آدمی کو اس سے افضل چیز دی گئی ہے تو بلاشبہ اس نے ایک حقیر چیز کو عظیم اور ایک عظیم چیز کو حقیر قرار دیا۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں: ''جس بات کا انسان کو علم نہ ہو وہ اس کا دشمن ہوتا ہے۔'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ بات تو قرآن کریم میں موجود ہے۔'' کہا گیا کہ وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ﴾، حديث: 7527.

[2] الحجر 15: 88,87.

[3] تفسير الطبري: 542/7.

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ﴾

''بلکہ انھوں نے ایسی چیز کو جھٹلایا جس کا وہ اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جاسوس کا تذکرہ موجود ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ﴾

''وہ دوسری قوم کی جاسوسی کرنے والے ہیں۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بدترین جھوٹ وعدے کی خلاف ورزی کرنا اور پاک دامن اور عیوب سے پاک شخص پر تہمت لگانا ہے۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی رحمت سے ناامیدی، اس کی رحمت سے مایوسی اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوفی۔ پھر انھوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

﴿فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾

''اللہ کی تدبیر سے بے خوف تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہوں۔''[4]

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾

''اور بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''[5]

﴿لَا يَاْيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾

① يونس 10:39، و زاد المسير: 4/33. ② المائدة 5:41، تفسير الثعالبي: 1/462.
③ تفسير الثعالبي: 3/13. ④ الأعراف 7:99.
⑤ المائدة 5:72.

"اللہ کی رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔"[1]

﴿ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝ ﴾

"اور اپنے رب کی رحمت سے تو گمراہ لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔"[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ سے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ تقویٰ سے زیادہ کوئی چیز شدید نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس کا مفہوم یہ ہے کہ جاہل اور بے علم شخص پر سب سے زیادہ سخت اور ناگوار چیز وہ عالم ہے جو اسے اس کے حقوق وفرائض سے آگاہ کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ وہ کیسے آگے بڑھے اور کیسے پیچھے ہٹے۔ ورع (تقویٰ) کی دراصل دو قسمیں ہیں:

❁ ورع منصت (خاموشی کا تقویٰ): یہ وہ ورع ہے جسے عوام جانتے ہیں کہ جب کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جاتی ہے جسے وہ نہیں جانتا تو وہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ وہ اسی بات کے بارے میں اپنے علم کا اظہار کرتا ہے جسے وہ جانتا ہے۔

❁ ورع منطق: اس ورع کو قولی تقویٰ کی ضرورت ہے کیونکہ اگر کسی کو کوئی بات معلوم ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ ہر ناجائز فعل سے روکے اور بھلائی کا حکم دے، عمدہ بات کو عمدہ کہے اور قبیح کو قبیح کہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ وہ لوگوں کو ضرور صاف صاف بات بتائیں گے اور کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔ یہ ورع دونوں قسموں میں سے مشکل، شدید اور افضل ہے۔ عوام صرف سکوتی ورع ہی کرتے ہیں اور جہاں تک قولی ورع یا حق بات کہنے کی جرأت کا تعلق ہے تو اگرچہ عالم ہی کیوں نہ ہو اس کے پاس بھی یہ تقویٰ نہایت قلیل ہے۔"[3]

---

[1] یوسف 87:12. [2] الحجر 56:15.

[3] حلیة الأولیاء: 298/7.

بحیثیت مفسر قرآن

سفیان رحمہ اللہ نے حصول حدیث سے پہلے بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق آپ نے قرآن کریم کو اچھی طرح ذہن نشین اور پختہ کیا اور پھر آپ حدیث کی جانب متوجہ ہوئے حتیٰ کہ آپ علوم قرآن اور تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی بن گئے۔

عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں: ''میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ابن عیینہ رحمہ اللہ سے زیادہ قرآن کریم کی تفسیر کا علم رکھتا ہو۔''[1]

ابوسفیان فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں لوگوں نے حامل قرآن کے معنی کے بارے میں بحث مباحثہ کیا اور پھر انھوں نے اس کے بارے میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''اس سے مراد قرآن کریم پر عمل کرنے والا ہے۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ قراءات قرآنیہ کے عالم اور ان کے ماہر تھے۔ آپ بعض قراءات کی تردید کیا کرتے تھے۔

ابن ابو بزہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر میں حمزہ کی قراءت میں قرآن پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھوں تو میں نماز کا اعادہ کروں گا۔''

ابن مہدی اور حماد بن زید رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح ثابت ہے۔

[1] سیر أعلام النبلاء: 458/8. [2] طبقات المحدثین بأصبهان: 218/2.

ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں: ''قراءتِ حمزہ بدعت ہے۔''
امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے فرامین سے ان کی مراد (شَآءَ)، (جَآءَ) وغیرہ جیسے الفاظ پر وقف کرنے اور انھیں ملا کر پڑھنے کے طریقۂ کار اور ہمزہ میں تبدیلی کرنا ہے نہ کہ اس سے مراد اس کی قراءت میں پڑھے جانے والے حروف ہیں۔ مجھے تو یہی بات راجح محسوس ہوتی ہے کیونکہ حمزہ روایت کرنے میں ثقہ اور حجت ہیں۔''[1]

حدیث سحر

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے ہمیں اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث سنائی، وہ فرماتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سُحِرَ حَتَّى كَانَ يَرَى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ»

''رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا حتی کہ آپ یہ گمان کرتے کہ آپ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں، حالانکہ آپ ان کے پاس گئے نہیں ہوتے تھے۔''

سفیان فرماتے ہیں: جب یہ صورت حال ہو تو یہ سب سے شدید جادو ہوتا ہے، چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَائِشَةُ! أَعَلِمْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي، وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ: مَا بَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِّيَهُودَ

[1] سیر أعلام النبلاء: 473/8.

كَانَ مُنَافِقًا ، قَالَ : وَفِيمَ؟ قَالَ : فِي مُشْطٍ وَّمُشَاطَةٍ ، قَالَ : وَأَيْنَ؟ قَالَ : فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ» ، قَالَتْ : فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْبِئْرَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ ، فَقَالَ : «هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ» ، قَالَ : فَاسْتُخْرِجَ ، قَالَتْ : فَقُلْتُ : أَفَلَا - أَيْ تَنَشَّرْتَ - ؟ فَقَالَ : «أَمَا وَاللّٰهِ! فَقَدْ شَفَانِي وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ شَرًّا»

''اے عائشہ! کیا میں تجھے بتاؤں کہ میں نے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شرعی حکم دریافت کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں مجھے شرعی حکم بتادیا ہے؟ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک میرے سر کے قریب اور دوسرا میرے پاؤں کے قریب بیٹھ گیا۔ سر کے قریب بیٹھنے والے نے دوسرے سے پوچھا: اس آدمی کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پہلے نے کہا: اس پر کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: یہودیوں کے حلیف بنو زُرَیق کے ایک منافق لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی اور کنگھی کرنے سے گرنے والے بالوں میں۔ پہلے نے کہا: یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا: ذَرْوان کنویں کے اندر صفائی کرنے والے پتھر کے نیچے ایک نر کھجور کے کھوکھلے خوشے میں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: چنانچہ آپ اس کنویں پر گئے اور اسے باہر نکالا، پھر آپ نے فرمایا: ''یہ کنواں مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔ گویا اس کا پانی مہندی کے پتے بھگوئے ہوئے پانی کے مانند اور کھجور کے درخت شیاطین کے سروں کے مانند تھے۔'' راوی نے کہا: اس جادو کو نکال لیا گیا۔ (حضرت عائشہ فرماتی ہیں:) میں

نے کہا: آپ نے اسے کیوں نہیں پھیلایا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شفادے دی ہے تو یہ بات ناپسند کرتا ہوں کہ کسی آدمی کے بارے میں کوئی شر پھیلاؤں۔''[1]

تفسیری اقوال

سفیان رحمہ اللہ تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے اور آپ کی تفسیر مشہور ہے۔ آپ اپنے شیوخ سے تفسیر سیکھا کرتے تھے۔ تفسیر سے متعلق آپ کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

① فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط ﴾

''اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ابن ابو نجیح کے واسطے سے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے سے مراد ہے کہ اسے جائے دعا بنایا جائے۔[3]

② فرمان الٰہی ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○ ﴾

''وہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے عذاب خریدا، چنانچہ وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں؟!''[4]

① صحيح البخاري، الطب، باب هل يستخرج السحر؟ حديث:5765.

② البقرة 2:125. ③ تفسير الطبري:1/580.

④ البقرة 2:175.

ابن عیینہ نے ابن ابو نجیح کے واسطے سے مجاہد کا قول نقل کیا ہے: ﴿فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ﴾ سے مراد ہے کہ وہ کس قدر اہل جہنم والے اعمال کرنے والے ہیں! یہی قول حسن بصری اور قتادہ رحمہ اللہ کا ہے جن کا تذکرہ ہم (امام طبری اپنی تفسیر میں) پہلے کر چکے ہیں، نیز یہ ہر اس مفسر کا قول ہے جو اسے صیغۂ تعجب سمجھتا ہے۔ ان کے اس کلام کی توضیح یہ ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰی وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَةِ﴾

''وہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے عذاب خریدا۔''

ان لوگوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کر کے کس قدر شدید جرأت کا مظاہرہ کیا ہے جو ان کے لیے جہنم واجب قرار دینے والا ہے۔ یہاں اسی طرح اظہار تعجب ہے جس طرح کا اظہار تعجب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَكۡفَرَهٗ﴾

''ہلاک کیا جائے انسان، وہ کس قدر ناشکرا ہے؟!''[1]

اس آیت میں انسان کے کفر پر اظہار تعجب ہے کہ جس ذات نے انسان کو تخلیق کیا اور اس کو عمدہ تخلیق پر پیدا کیا، وہ اس ذات کا ناشکرا اور منکر ہے۔

جن مفسرین کی رائے میں یہ ''ما'' استفہامیہ ہے، ان کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب خریدا ہے کیا وہ آگ پر صبر کر سکیں گے، حالانکہ آگ پر کوئی بھی صبر نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ (آگ کو) اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے تبدیل کر لیں۔[2]

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

① عبس 17:80. ② تفسير الطبري:95/2.

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾

''پھر جس (قاتل) کو اس کا بھائی (مقتول کا ولی) کچھ (قصاص) معاف کر دے تو معروف طریقے سے اتباع (دیت کا مطالبہ) ہو اور اچھے طریقے سے (دیت کی) ادائیگی ہو۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جس شخص نے زیادتی کی، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کرتے ہیں کہ العفو سے یہاں یہ مراد ہے کہ قتل عمد میں دیت قبول کر لی جائے اور اتباع بالمعروف سے مراد یہ ہے کہ دیت معروف طریقے سے مانگی جائے اور احسان کے ساتھ ادا کی جائے۔[2]

④ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾

''پھر اگر وصیت کرنے والے کی طرف سے حق تلفی یا کسی گناہ کا ڈر ہو اور وہ ان میں صلح کروا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ طاؤس رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اس آیت میں ﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا﴾ کی تفسیر ''میلان'' سے کی ہے۔[4] یعنی اگر

① البقرة 2:178. ② تفسير الطبري: 2/107. ③ البقرة 2:182. ④ تفسير الطبري: 2/129.

وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی طرف میلان اور جھکاؤ کا خدشہ ہو۔

⑤ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○﴾

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے، پھر جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''[1]

اس آیت: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کے بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اہل عرب کے ہاں کوئی دین نہیں تھا، لہٰذا انھیں تلوار کے ساتھ دین اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا جبکہ یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں نے جزیہ دے دیا تو انھیں مجبور نہیں کیا گیا۔

ابن عیینہ ابن ابو نجیح کے واسطے سے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ایک عیسائی غلام سے کہا: ''اے جریر! اسلام قبول کر لو۔'' پھر فرمایا: ''ان (غیر مسلموں) سے اسی طرح کہا جاتا تھا۔''[2]

⑥ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ﴾

''(اگر دو مرد گواہ نہ ملیں) تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں) جنھیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو (یہ اس لیے) کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو ان میں سے

① البقرة 2:256. ② تفسير الطبري: 3/15.

دوسری اسے یاد دلا دے۔''[1]

بعض مفسرین نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ مل کر ایک مذکر کے مساوی ہو جائے گی، یعنی جب ایک عورت کی گواہی دوسری عورت کی گواہی کے ساتھ مل جائے گی تو یہ گواہی قابل قبول ہوگی جیسا کہ ایک مرد کی قرض میں گواہی قابل قبول ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر عورت کی گواہی قرض میں انفرادی طور پر قابل قبول نہ تھی مگر ایک گواہی پر دو عورتوں کے متفق ہونے سے قابل قبول ہوگئی، لہٰذا اس وقت دونوں عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے ساتھ مل کر مذکر بن گئی جیسا کہ عرب کا مقولہ ہے کہ جب کوئی عورت مذکر بچہ جنے تو وہ کہتے ہیں: (أَذْكَرَتْ فُلَانًا أُمُّهُ) ''فلاں کو اس کی ماں نے مذکر جنا۔'' تو مذکر جننے کی وجہ سے عورت مذکر بن جاتی ہے۔ یہی سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی رائے ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہاں (فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى) سے مراد نسیان کے بعد یاد آنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مذکر ہے کہ جب ایک عورت دوسری کے ساتھ گواہی دے گی تو ان دونوں کی شہادت مذکر کی شہادت کے مانند ہو جائے گی۔ دوسرے مفسرین اس کے معنی ''نسیان کے بعد یاد آنا'' کرتے ہیں۔ (پہلا قول جمہور مفسرین کے قول کے خلاف ہے۔ اور دوسرے قول کی بنیاد مندرجہ ذیل امور پر ہے:)

بلاشبہ یہ بات معلوم ہے کہ عورت نے جس بات کی گواہی دی ہے اس میں اس کے ضلال سے مراد اس بات کا بھول جانا اور اس کا اس کے ذہن سے نکل جانا ہے، جیسے دین کے معاملے میں آدمی کی گمراہی اس وقت ہوتی ہے جب وہ دین کے معاملے میں حیران و پریشان ہو جائے اور حق سے ہٹ جائے۔ جب ایک عورت کی یہی کیفیت

[1] البقرة 2:282.

ہو جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسری عورت اس کے ساتھ مل کر مذکر بن جائے جبکہ یہ اپنی گواہی کو بھول چکی ہے اور اس میں گمراہ ہو چکی ہے؟

دونوں عورتوں میں سے اپنی گواہی کو بھولی ہوئی عورت مذکر بنائے جانے کی نسبت یاددہانی کی زیادہ محتاج ہے۔

ہاں! اگر انھوں نے اپنے قول سے یہ مراد لی ہے کہ جب یاددہانی کروانے والی عورت کی ساتھی اپنی گواہی یاد رکھنے میں کمزور ہے تو یہ عورت اس کے ذہن کو اس چیز کے یاد رکھنے کے لیے تیز کر دیتی ہے جسے یاد رکھنے میں کمزوری کی وجہ سے وہ بھول چکی تھی تو اس نے اسے یاد دلا کر اسے قوت بخشی ہے حتی کہ اس نے اس کو اس چیز کے یاد رکھنے میں مرد کے مانند قوی یادداشت والی بنا دیا جسے یاد رکھنے میں وہ کمزور تھی جیسا کہ کسی عمل یا کام میں قوی چیز کے بارے میں کہا جاتا ہے: ذَكَرٌ ''نر'' یا ضربیں لگانے اور مار دھاڑ میں مصروف تلوار کو کہا جاتا ہے: سَيْفٌ ذَكَرٌ ''نر تلوار'' اور رَجُلٌ ذَكَرٌ ''نر مرد، یعنی بہادر آدمی۔'' ان اقوال میں ذَكَرٌ ''نر'' سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنا کام کر گزرنے والا ہے، اس کی گرفت مضبوط اور اس کا عزم صحیح ہے۔

اگر ابن عیینہ رحمہ اللہ کی یہی مراد ہے تو پھر یہ اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مختلف مذاہب میں سے ایک مذہب ہے لیکن ایک بات ضرور ہے کہ اگر انھوں نے اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے تو اس کی تفسیر بھی اسی تفسیر کے مانند ہو جاتی ہے جو ہم نے اس آیت کی تفسیر میں کی ہے اگرچہ اس معنی میں وہ قراءت ہماری اختیار کردہ قراءت سے مختلف ہے اور فَتُذَكِّرَ میں ''کاف'' کی بغیر تشدید والی قراءت: (فَتَذْكُرَ) جو انھوں نے اختیار کی، اس کے ساتھ اس آیت کے معنی صحیح ہوں گے۔ اور ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے اُن کی طرح تفسیر کی ہو۔ ان کی قراءت اسی دوسرے مفہوم میں زیادہ پسندیدہ ہے، لہٰذا

آپ کی قراءت کے مطابق وہی مفہوم صحیح ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔[1]

⑦ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○﴾

''پس (اے نبی!) آپ اللہ کی رحمت کے باعث ان کے لیے نرم ہوگئے۔ اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، چنانچہ آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے بخشش مانگیں اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسا کریں، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''[2]

اللہ کے فرمان: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ﴾ کے بارے میں سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم مومنوں کے لیے ہے کہ وہ اس معاملے میں آپس میں مشاورت کریں جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ان تک نہیں پہنچی۔

ابو جعفر فرماتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ کہا جائے: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے دشمن کی جانب سے پیش آنے والے سنگین امور اور جنگی چالوں کے بارے میں اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ مشاورت کریں تاکہ آپ اس کے ذریعے سے اس شخص کو بھی اپنے ساتھ مانوس اور متحد کرلیں جس کی اسلامی بصیرت ایسی نہیں ہے کہ اس کے بارے میں شیطانی فتنے سے بے خوف رہا جاسکے، نیز آپ کی طرف سے امت کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

① تفسير الطبري: 115/3. ② آل عمران 159:3.

کے بعد انھیں کوئی سنگین امور پیش آئیں تو وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور پریشانیوں میں آپ کی پیروی کریں اور نزول حوادث کے وقت آپس میں اسی طرح باہمی مشاورت کریں جس طرح وہ آپ کی زندگی میں مصائب آنے پر آپ کو مشاورت کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔ جہاں تک نبی اکرم ﷺ کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو پیش آنے والے سنگین معاملات کے بارے میں اپنی وحی اور الہام کے ذریعے سے راہ صواب سمجھا دیا کرتا تھا۔ رہا امت کا معاملہ تو جب وہ سب خواہشات نفس کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت سے کنارہ کشی کیے بغیر راہ صواب کی چاہت لے کر حق کے لیے بھائی بندی اور اتحاد کرنے کی خاطر نبی اکرم ﷺ کے فعل کا اتباع کرتے ہوئے آپس میں مشورہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں راست رو کر دے گا اور انھیں اپنی توفیق سے نواز دے گا۔''[1]

⑧ فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تم پر (کفار کے) لشکر چڑھ آئے تھے، پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے جنھیں تم نے نہیں دیکھا، اور تم جو عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے اللہ کے فرمان:

﴿اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ کی تفسیر یوں فرمائی: ''تمھارے اوپر اللہ تعالیٰ نے جو احسانات اور انعامات کیے ہیں (انھیں یاد کرو۔)''[3]

⑨ فرمان الٰہی ہے:

① تفسير الطبري: 494/3. ② الأحزاب 9:33. ③ تفسير الطبري: 509/4.

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ﴾

''میں جلد ہی اپنی نشانیوں سے ان لوگوں (کی نگاہوں) کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''میں ان سے قرآن کریم کا فہم چھین لوں گا اور اپنی نشانیوں سے ان کی نگاہیں پھیر دوں گا۔''

ابوجعفر فرماتے ہیں: ''ابن عیینہ رحمہ اللہ کی یہ تفسیر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام ان کے نزدیک ان اہل کفر کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید تھا جن کی طرف ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا نہ کہ اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے کیونکہ قرآن کریم موسیٰ علیہ السلام پر نہیں بلکہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا۔''[2]

⑩ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ○﴾

''اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔''[3]

چونکہ یہ آیت بنی اسرائیل کے بچھڑا بنانے کے ضمن میں ہے، اس لیے ابن عیینہ رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ہر بدعتی بے عزت اور حقیر ہے۔''[4]

⑪ فرمان الٰہی ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِکْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ؕ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں، آگاہ

① الأعراف 146:7. ② تفسير الطبري: 60/6.
③ الأعراف 152:7. ④ تفسير الطبري: 70/6.

رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔‘‘ ①

اس آیت کی تفسیر میں ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’جن لوگوں کے دل ذکر سے اطمینان پاتے ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ہیں۔‘‘ ②

⑫ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ﴾

’’اور ان کے دلوں میں جو کینہ ہوگا وہ ہم نکال پھینکیں گے (اور) ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔‘‘ ③

ابن عیینہ رحمہ اللہ اس آیت میں (غِلٌّ) ’’کینے‘‘ سے مراد عداوت اور دشمنی لیتے ہیں۔ ④

⑬ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ﴾

’’(اے نبی!) آپ (کافروں سے) خوبصورت انداز سے درگزر کریں۔‘‘ ⑤

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور ایک دوسرے فرمان:

﴿ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ ﴾

’’اور آپ مشرکین سے بے رخی برتیں۔‘‘ ⑥

کے بارے میں فرماتے ہیں: ’’یہ حکم جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ جب آپ کو جہاد کا حکم دے دیا گیا تو آپ نے ان کے ساتھ قتال کیا ہے اور آپ نے فرمایا:

«أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ، وَبُعِثْتُ بِالْحَصَادِ وَلَمْ أُبْعَثْ بِالزِّرَاعَةِ»

① الرعد 13:28. ② تفسير الطبري: 7/379. ③ الأعراف 7:43.
④ تفسير الطبري: 7/519. ⑤ الحجر 15:85. ⑥ الحجر 15:94.

''میں رحمت والا نبی ہوں اور جنگجو نبی بھی ہوں، مجھے کھیتی کی کٹائی کے لیے مبعوث کیا گیا ہے نہ کہ مجھے کاشت کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔''[1]

⑭ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾

''کہ تو کامل کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں (مناسب) اندازہ رکھ، اور تم سب نیک عمل کرو، تم جو کرتے ہو بلاشبہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ اپنے والد کے واسطے سے حکم رحمہ اللہ سے اللہ کے فرمان: ﴿ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ﴾ کی یہ تفسیر نقل کرتے ہیں: ''کیل کو موٹا نہ کرنا ورنہ وہ حلقے (کڑے) کو توڑ ڈالے گا اور نہ باریک رکھنا ورنہ وہ ہلتا رہے گا۔''[3]

⑮ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝﴾

''اے ایمان والو! بے شک اکثر علماء اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع

① تفسير الطبري: 532/7. یہ الفاظ کسی حدیث کی کتاب سے نہیں مل سکے۔

② سبا 11:34. ③ تفسير الطبري: 351/10.

کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں آپ دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا:) یہ وہ (مال) ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لہٰذا اب اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے علماء میں سے بگڑ گیا، اس کی یہودیوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ہمارے عوام میں سے جو بندہ بگڑ گیا، اس میں عیسائیوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔''[2]

⑯ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾

''بلاشبہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔''[3]

(ابن عباس رضی اللہ عنہما نے) فرمایا: ''یہاں عدل سے مراد یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔''

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس مقام پر ''عدل'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے والے شخص کے علانیہ اور خفیہ معاملات برابر ہوں۔ ''احسان'' سے مراد یہ ہے کہ اس کے خفیہ معاملات ظاہری معاملات سے بہتر ہوں اور فحشاء اور منکر سے مراد یہ ہے کہ اس کے ظاہری معاملات اس کے خفیہ معاملات سے بہتر ہوں۔''[4]

① التوبة 9:34,35.
② تفسیر ابن کثیر: 2/461.
③ النحل 16:90.
④ تفسیر ابن کثیر: 2/769.

⑰ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝﴾

''اور اس (یحییٰ) پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا، جس دن وہ مرے گا اور جس دن وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔''[1]

اس سے سفیان رحمہ اللہ نے نہایت خوبصورت استدلال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''آدمی کو سب سے زیادہ گھبراہٹ اور وحشت تین مواقع پر ہوتی ہے:

- جس دن وہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس جگہ سے باہر نکلا ہوا پاتا ہے جس میں وہ پہلے موجود تھا۔
- جس دن وہ فوت ہوتا ہے تو وہ ایسے لوگ دیکھتا ہے جنھیں اس نے پہلے نہیں دیکھا ہوتا۔
- جس دن اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہ اس وقت اپنے آپ کو ایک بہت بڑے میدان حشر میں موجود پائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان مواقع پر سلامتی سے مخصوص کر کے آپ پر احسان کیا، پھر آپ نے مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔[2]

⑱ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝﴾

''اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور اور اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے جو تمھاری طرح الگ امت نہ ہو۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو) پھر وہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے

[1] مریم 15:19. [2] تفسیر ابن کثیر: 153/3.

جائیں گے۔"[1]

اس آیت میں اللہ کے فرمان: ﴿اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ کے معنی ہیں: پرندے اور جانور بھی تمھارے جیسی جماعتیں اور گروہ ہیں اور اللہ نے انھیں اسی طرح پیدا کیا ہے جس طرح اس نے تمھیں پیدا کیا ہے، نیز اس نے ہر چیز کے متعلق اپنے علم اور تقدیر کے مطابق (اپنی مشیت کے تحت) انھیں اسی طرح رزق دیا ہے جس طرح اس نے تمھیں رزق دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ چرند اور پرند اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور اس کے وجود پر رہنمائی کرنے میں تمھارے مانند ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چرند اور پرند میدانِ حشر میں جمع کیے جانے کے اعتبار سے تمھارے مانند ہیں۔ یہ قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جانوروں اور پرندوں کی کوئی بھی قسم ایسی نہیں ہے جس کے ساتھ کسی نہ کسی اعتبار سے انسانوں کی مشابہت نہ ہو، مثلاً: بعض انسان شیر کے مانند بھاگتے ہیں، بعض انسان خنزیر کے مانند ندیدے اور حریص ہوتے ہیں، بعض انسان کتے کے مانند بھونکتے ہیں اور بعض انسان مور کے مانند شیخی بگھارتے اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔"[2]

(19) فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝﴾

"اور اگر تمھیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان

(1) الأنعام 6:38.　(2) تفسیر ابن کثیر: 2/164.

کے بجائے ان عورتوں میں سے جو تمھیں اچھی لگیں، دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو، پھر اگر تمھیں ڈر ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے (نکاح کرو) یا اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے (ازدواجی تعلق رکھو) یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس طرح تم ناانصافی کرنے سے بچے رہو گے۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے ﴿ اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ کی تفسیر یہ کی ہے کہ تم اس طرح تنگدست نہیں ہو گے۔[2]

⑳ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ﴾

''اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے تو یقیناً اللہ نے اس کی (اس وقت) مدد کی تھی جب کافروں نے اسے (مکہ سے) نکال دیا تھا (وہ) دو میں سے دوسرا تھا جبکہ وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اکیلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا تمام مسلمانوں کو اپنے نبی کے سلسلے میں ڈانٹ پلائی ہے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس ڈانٹ سے خارج ہیں۔'' پھر آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔[4]

㉑ فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ ﴾

''پھر اگر وہ تمھاری فرمانبرداری کریں تو انھیں ستانے کی راہ نہ ڈھونڈو۔ بے شک اللہ بہت بلند اور نہایت بڑا ہے۔''[5]

① النسآء 4:3. ② روح المعاني: 4/197. ③ التوبة 9:40.
④ روح المعاني: 10/100. ⑤ النسآء 4:34.

﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اگر وہ صحبت کرنے میں تمھاری فرمانبرداری کریں تو پھر انھیں ستانے کی راہ نہ ڈھونڈو، یعنی بیوی میں مختلف کمزوریاں مت چھانٹو۔'' جبکہ سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اسے محبت کا مکلّف نہ ٹھہرا کیونکہ اس کا دل اس کے قبضے میں نہیں ہے۔''[1]

① زاد المسیر: 76/2.

بطور شارح حدیث

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن کی تفسیر میں ابن عیینہ رحمہ اللہ کا ایک مقام ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں بھی آپ کو ایک مقام اور سبقت حاصل ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو سفیان رحمہ اللہ سے زیادہ عمدہ حدیث کی تشریح کر سکتا ہو۔''①

ابن مہدی فرماتے ہیں: ''قرآن کی جو معرفت اور حدیث شریف کی جو تشریح سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس ہے وہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس نہیں ہے۔''②

حدیث کی شرح کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

① ایوب بن حسان واسطی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: ''اے ابو محمد! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا یہ فرمان نقل کیا ہے، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي ، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ»

''ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے ماسوا روزے کے کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''③

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ حدیث تمام احادیث سے عمدہ اور محکم احادیث میں سے

① سير أعلام النبلاء: 458/8. ② سير أعلام النبلاء: 458/8.

③ صحيح البخاري، اللباس، باب مايذكر في المسك، حديث: 5927، و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث: 1151.

ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب اپنے بندے سے حساب کتاب لے گا تو اس کے تمام اعمال میں سے اس کے گناہوں کا بدلہ چکاتا چلا جائے گا حتی کہ صرف روزہ باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے باقی ماندہ گناہوں کی ذمہ داری اٹھا لے گا اور روزے کی بنا پر اسے جنت میں داخل کر دے گا۔[1]

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ مجھے سفیان رحمہ اللہ کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ انھوں نے (الصَّوْمَ) ''روزے'' کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ (صَوْمٌ) صبر کو کہتے ہیں اور روزے میں انسان کھانے، پینے اور امور نکاح سے صبر کرتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ۝﴾

''بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔''[2]

لہٰذا روزے کے ثواب کے کثیر ہونے کی وجہ سے اس کے حساب کا کوئی علم نہیں ہے۔

ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو امور سفیان رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح اور تقویت دیتے ہیں، ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿السَّٰٓئِحُونَ﴾ کی تفسیر ہے۔ اس کی تفسیر (الصائمون) ''روزے داروں'' سے بھی کی جاتی ہے۔ پس روزہ دار (سائح) یعنی ''سیاح'' کے مانند ہے۔[3]

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعَرَةٍ جَنَابَةً، فَاغْسِلُوا الشَّعَرَ، وَأَنْقُوا الْبَشَرَةَ»

''بلاشبہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے، لہٰذا بال دھویا کرو اور جلد کو صاف کیا کرو۔''[4]

① شعب الإيمان: 3/295. ② الزمر 39:10. ③ شعب الإيمان: 3/295.

④ سنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب تحت كل شعرة جنابة، حديث: 597. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعيف سنن ابن ماجه، ص: 49، حديث: 118)

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جلد صاف کرنے سے مراد شرمگاہ دھونا اور اسے صاف کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہاں اس سے کنایہ کیا ہے۔[1]

③ ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ''کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا:

«إِنِّي لَأَمْزَحُ وَلَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا»

''بلاشبہ میں مزاح کرتا ہوں تو صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔''[2]

(إِنِّي لَأَمْزَحُ) ''میں مزاح کرتا ہوں'' سے مراد یہ ہے کہ میں قول وفعل دونوں سے مزاح کرتا ہوں۔ آپ کے فرمان کو صرف پہلی چیز، یعنی قول کے ساتھ خاص قرار دینا غیر مقبول ہے۔ (وَلَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا) ''اور میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں'' کیونکہ میں قول وعمل میں ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ اور معصوم ہوں۔

اسی طرح نبی ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا تھا:

«زَوْجُكِ فِي عَيْنِهِ بَيَاضٌ»

''تیرے خاوند کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔''[3]

ایک دوسری خاتون سے آپ نے فرمایا:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوزٌ»

''جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی۔''[4]

① فيض القدير:2/445.

② المعجم الأوسط للطبراني: 298/1. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الجامع، حدیث:2494)

③ یہ حدیث کتب احادیث میں نہیں مل سکی۔

④ أخلاق النبي ﷺ لأبي الشيخ: 82، وشمائل الترمذي: 39/2. اس حدیث کو شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الصحيحة: 1221/6، حديث: 2987، و مختصر الشمائل)

ایک مرد سے فرمایا:

«إِنِّي حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ نَاقَةٍ»

"میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔"[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا مزاح عیب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: "بلکہ سنت ہے۔ بشرطیکہ کوئی عمدہ مذاق کرے۔ رسول اللہ ﷺ تو اس لیے مزاح کرتے تھے کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ آپ کا اسوہ اختیار کریں اور آپ کی ہدایت کی اقتدا کریں۔ اگر آپ لطافت اور بشاشت ترک کر دیتے اور ترش روئی اور تیوری چڑھانے کو جزو لاینفک بنا لیتے تو لوگ دلی طور پر اُسے اختیار کر لیتے باوجود یکہ یہ جبلی شفقت اور فطری توجہ اور لگاؤ کے خلاف ہے، چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اس لیے مزاح فرمایا تاکہ لوگ آپس میں مذاق کریں، نیز آپ کا مزاح فرمانا اس حدیث کے معارض نہیں ہے:

«مَا أَنَا مِنْ دَدٍ وَّلَا الدَّدُ مِنِّي»

"میرا کھیل کود سے کوئی تعلق ہے نہ لہو ولعب کا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔"[2]

کیونکہ (یہ حدیث ضعیف ہے، نیز) کھیل کود اور لہو ولعب باطل اور فضول چیزیں ہیں جبکہ آپ جب مذاق فرمایا کرتے تھے تو حق اور صحیح بات ہی کرتے تھے، چنانچہ جو منحرف اور گمراہ گروہ ان دونوں احادیث میں تناقض اور تعارض کا گمان رکھے تو بلاشبہ یہ اس کی اپنی من گھڑت بات ہے۔

---

① سنن أبي داود، الأدب، باب ماجاء في المزاح، حديث: 4998، وجامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في المزاح، حديث: 1991، واللفظ له.

② الأدب المفرد، حديث: 785. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔(سلسلة الأحاديث الضعيفة: 469/5، حديث: 2453، وضعيف الجامع، حديث: 4673,4674)

امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عقل مند آدمی جب مذاق کرتا ہے تو اس کے پیش نظر دو اُمور میں سے کوئی ایک ضرور ہوتا ہے:

❁ اپنے احباب اور ہم مجلس دوستوں کو اپنے آپ سے مانوس کرنا اوران کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرنا۔ یہ چیز اس خوبصورت اور پسندیدہ گفتگو اور عمدہ فعل سے حاصل ہوتی ہے جس کا عقل مند شخص عادی ہوتا ہے جیسا کہ کسی دانا اور حکیم شخص نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ''اے میرے بیٹے! اپنے مزاح میں میانہ روی اختیار کر کیونکہ مزاح میں افراط سے وقار چلا جاتا ہے اور بے وقوفی کا اظہار ہوتا ہے، اور مزاح میں کوتاہی سے ہمدرد دوستوں کی کمی ہو جاتی ہے اور ہم مجلس ساتھیوں سے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔''

❁ ایسا مزاح اختیار کرنا جو کسی کے ساتھ پیش آیا ہو اور اس نے کسی غم ناک واقعے کا سامنا کیا ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے: جس کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے بیان کر دے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح ان دونوں امور سے خارج نہیں ہوتا تھا۔

ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''مجھے فلاں عورت کے ساتھ احتلام ہو گیا ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اسے دھوپ میں کھڑا کرو اور اس کے سائے پر حد زنا کے کوڑے برساؤ۔''

رہا ایسا مذاق جو شرم و حیا کو خیر باد کہہ دے یا گالی گلوچ تک پہنچا دے تو وہ قابل مذمت، ناشائستہ اور گھٹیا ہے۔

ابن عربی کہتے ہیں: ''دین کے احکام میں مزاح کا استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ گائے کے قصے کی بابت خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ

﴿اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○﴾

''(موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:) بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ انھوں نے کہا: کیا تو ہم سے ہنسی مذاق کرتا ہے؟ موسیٰ نے کہا: میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں شامل ہو جاؤں۔''[1]

فرمایا: ''اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ میں احکام دین میں مذاق نہیں کرتا کیونکہ یہ جاہلوں کا فعل ہے بلکہ تم گائے ذبح کرو، عنقریب تم اس قتل کی حقیقت کو دیکھ لو گے۔''[2]

④ ابن عیینہ رحمہ اللہ سے فضیلت علم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ اس نے علم سے اپنے کلام کا آغاز کیا ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾

''پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیے۔''[3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب العلم میں یہ باب قائم کیا ہے:

بَابٌ : اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ

قول و فعل سے پہلے علم کا بیان کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

''پس (اے نبی!) آپ جان لیجیے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔''[4]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے علم سے آغاز کیا ہے۔[5]

⑤ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① البقرة 2:68. ② فيض القدير: 3/13. ③ محمد 47:19.
④ محمد 47:19. ⑤ صحيح البخاري، العلم، باب: 10.

«اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ»

''(روز قیامت) بندہ اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾

''اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔''[2]

فرمایا: ''تمھیں اپنے رب کی محبت نصیب ہوگی۔''

نیز انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھیں گواہ بنالے گا جبکہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند کرتا ہے نہ ظالموں کو اپنا تقرب عطا فرماتا ہے۔''[3]

⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اِلْتَمَسْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي شَعْرِهِ، فَقَالَ: «قَدْ جَاءَكِ شَيْطَانُكِ». فَقُلْتُ: أَمَا لَكَ شَيْطَانٌ؟ فَقَالَ: «بَلَى! وَلٰكِنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمُ»

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو (اندھیرے میں) ٹٹولا اور میں نے اپنا ہاتھ آپ کے بالوں میں داخل کر دیا، تو آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ تیرے پاس تیرا شیطان آ گیا ہے۔'' میں نے کہا: ''کیا آپ کا شیطان نہیں ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی، چنانچہ میں اس

① صحيح البخاري، الأدب، باب علامة الحب في الله......، حديث: 6168، و صحيح مسلم، البر والصلة، باب المرء مع من أحب، حديث: 2641,2640.

② آل عمران 31:3. ③ اعتقاد أهل السنة: 70/1.

سے محفوظ رہتا ہوں۔''[1]

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں موجود لفظ أسلمُ کو سبھی راوی أسلَمَ فعل ماضی کا صیغہ کہتے ہیں لیکن سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: فَأَسْلَمُ مِنْ شَرِّهِ ''چنانچہ میں اس کے شر سے بچ گیا ہوں۔'' اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''شیطان اسلام قبول نہیں کرتا۔''

شیخ (خطابی) فرماتے ہیں: ''ابن عیینہ رحمہ اللہ کا فرمان عمدہ ہے جو شیطان کی مخالفت میں مجاہدے کے اثرات ظاہر کرتا ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی (دوسری) حدیث سے یوں معلوم ہوتا ہے گویا وہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کے فرمان کی تردید کرتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ اللهُ بِهِ قَرِينَهُ مِنَ الْجِنِّ» قَالُوا: وَإِيَّاكَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «وَإِيَّايَ، إِلَّا أَنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ، فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ»

''تم میں سے ہر ایک جنوں میں سے اپنے ایک ساتھی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ بھی؟'' آپ نے فرمایا: ''میں بھی! مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے، چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ مجھے بھلائی ہی کا حکم دیتا ہے۔''[2]

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صرف صحیح مسلم میں ہے۔ اس کا ظاہری مفہوم شیاطین کا قبول اسلام ہے جبکہ اس میں دوسرے قول کا بھی احتمال ہے۔''[3]

[1] سنن النسائي، عشرة النساء، باب الغيرة، حديث: 3412.

[2] صحيح مسلم، صفات المنافقين، باب تحريش الشيطان......، حديث: 2814.

[3] تلبيس إبليس، ص: 46.

⑦ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَّتَرُوحُ بِطَانًا»

''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اسی طرح بھروسا کرو جس طرح اس پر بھروسا کرنے کا حق ہے تو تمھیں بھی اسی طرح رزق دیا جائے جیسے پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر شکم ہو کر واپس آتے ہیں۔''[1]

حسین بن زیاد مروزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''توکل کی تفسیر یہ ہے کہ بندہ اس پر راضی ہو جائے جو اس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔''[2]

⑧ ابو عمر بن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں کسی نے بتایا کہ مالک بن انس، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی اور معمر بن راشد رحمہم اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کے بارے میں فرمایا: ''جس طرح یہ احادیث وارد ہوئی ہیں انھیں اسی طرح جاری رکھو، یعنی ان میں تاویل نہ کرو۔''[3]

⑨ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَا أَلْفَيَنَّ أَحَدَكُمْ جِيفَةَ لَيْلٍ، قُطْرُبَ نَهَارٍ»

''میں تم میں سے کسی شخص کو رات کے وقت لاش اور دن کے وقت ''متحرک رہنے والے کیڑے'' (قُطْرُب) کے مانند مت پاؤں۔''

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''قطرب اس کیڑے کو کہتے ہیں جو ایک گھڑی یہاں بیٹھتا ہو اور ایک گھڑی وہاں بیٹھتا ہو۔''[4]

① جامع الترمذي، الزهد، باب في التوكل على الله، حديث:2344.

② تلبيس إبليس، ص:342. ③ ذم التأويل لابن قدامة، ص:21. ④ حلية الأولياء:130/1.

فقہ میں امام صاحب کا درجہ

اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما کر سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ پر احسان فرمایا تھا۔ وہ تفقہ فی الدین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''احکام کے بارے میں بنیادی احادیث پانچ سو سے کچھ اوپر ہیں۔ سوائے تیس احادیث کے باقی سب کی سب امام مالک رحمہ اللہ کے پاس موجود ہیں۔ اور سوائے چھ احادیث کے باقی سب کی سب (500 احادیث) ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس ملتی ہیں۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ حدیث رسول کے بغیر فتویٰ نہیں دیا کرتے تھے۔

عبدالوہاب بن حبیب عبدی بیان کرتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس موجود تھے تو آپ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی:

«مَنِ اسْتَنْشَقَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ»

''جو شخص ناک میں پانی چڑھائے، اسے چاہیے کہ اس کو جھاڑے، اور جو ڈھیلے استعمال کرے، اسے چاہیے کہ طاق استعمال کرے۔''[2]

① سیر أعلام النبلاء: 459/8.

② سنن الدارمي، الوضوء، باب في الاستنشاق والاستجمار، حديث: 707. نیز مفہوم کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح البخاري، الوضوء، باب الاستنثار في الوضوء، حديث: 161، و صحیح مسلم، الطهارة، باب الإيتار في الاستنثار......، حديث: 237 میں بھی موجود ہے۔

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ”(اس حدیث کے بارے میں) تمھیں معلوم ہے نہ تم پوچھتے ہو! آپ نے جس آدمی سے یہ بات کہی تھی، اس نے کہا: ”کیا آپ مالک کے قول پر راضی ہو جائیں گے؟“ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ”تمھیں اس آدمی پر تعجب نہیں ہوتا؟ یہ مجھ سے کہتا ہے کہ آپ مالک کے قول پر راضی ہو جائیں گے؟ کیا تم میری اور مالک کی مثال جانتے ہو؟ میری اور مالک کی مثال وہ ہے جو جریر نے بیان کی ہے:

وَابْنُ اللَّبُونِ إِذَا مَا لُزَّ فِي قَرَنٍ

لَمْ يَسْتَطِعْ صَوْلَةَ الْبُزْلِ الْقَنَاعِيسِ

”نوجوان اونٹ کو جب رسی کے ساتھ باندھ دیا جائے تو وہ ڈیل ڈول والے تجربہ کار ادھیڑ عمر اونٹ کے حملے (سے بچاؤ) کی استطاعت نہیں رکھتا۔“

مالک اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ اس آدمی نے کہا: ”وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد استنجاء ہے۔“ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو انھوں نے فرمایا ہے وہی صحیح ہے۔“[1]

① أدب الإملاء، ص: 62.

چند مسائل کے بارے میں نقطۂ نظر

دعائے ختم القرآن

جب تم ''سورۃ الناس'' کی تلاوت سے فارغ ہو جاؤ تو رکوع سے پہلے ہی دعا کے لیے اپنے ہاتھ بلند کر لو اور جو چاہو دعا کرو۔ اہل مکہ اسی طرح کیا کرتے تھے اور سفیان بن عیینہ بھی ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔

عباس بن عبدالعظیم کہتے ہیں کہ ہم نے بصرہ اور مکہ مکرمہ میں لوگوں کو اسی طرح دعا کرتے ہوئے دیکھا اور اہل مدینہ اس کے بارے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی کوئی فرمان بھی بیان کیا کرتے تھے۔[1]

خطبۂ جمعہ کے دوران میں تحیۃ المسجد پڑھنا

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام کے خطبے کے دوران میں جو شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعتیں (تحیۃ المسجد) پڑھے بغیر نہ بیٹھے اور ان دو رکعتوں میں اختصار کرے۔ یہی قول حسن، ابن عیینہ، مکحول، شافعی، اسحاق، ابو ثور اور ابن منذر کا ہے۔''[2]

عرفہ کے دن تکبیرات پڑھنا

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عرفہ کے دن نماز فجر سے تکبیرات کہنے کی ابتدا ہوتی

[1] المغني:1/838. [2] المغني:2/164

ہے۔ علمائے امت کے مابین اس کے بارے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تکبیرات کہنا عیدالاضحیٰ میں مشروع ہے لیکن انھوں نے اس کے دورانیے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ ہمارے امام (احمد رحمہ اللہ) نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ یوم عرفہ کی فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں۔ یہی قول حضرت عمر، علی، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا ہے اور اسی رائے کو ثوری، ابن عیینہ، ابو یوسف، محمد، ابو ثور اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے۔[1]

نماز جنازہ میں سلام پھیرنا

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام اپنی دائیں جانب ایک ہی مرتبہ سلام پھیرے گا۔ نماز جنازہ میں ایک مرتبہ ہی سلام پھیرنا سنت ہے۔''

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول آپ کی سنت یہی ہے کہ نماز جنازہ میں صرف ایک سلام ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں ابراہیم سے مروی اختلاف کے علاوہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایک مرتبہ سلام پھیرنا حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس، جابر، ابوہریرہ، انس بن مالک، ابن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یہی قول سعید بن جبیر، حسن، ابن سیرین، ابوامامہ بن سہل، قاسم بن محمد، حارث، ابراہیم نخعی، ثوری، ابن عیینہ، ابن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی اور اسحاق رحمہم اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔''[2]

بچے اور مجنون کے مال سے زکاۃ ادا کرنا

ابن قدامہ فرماتے ہیں: ''بچے اور مجنون کی جانب سے ان کا ولی (نگران) ان کے

① المغني: 246,245/2. ② المغني: 366/2.

مال سے زکاۃ نکالے گا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ بچے اور مجنون کے مال میں تینوں شرائط کے پائے جانے پر زکاۃ واجب ہوجاتی ہے۔

یہ قول حضرت عمر، علی، ابن عمر، عائشہ، حسن بن علی اور جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اسی قول کو جابر بن زید، ابن سیرین، عطاء، مجاہد، ربیعہ، مالک، حسن بن صالح، ابن ابی لیلیٰ، شافعی، عنبری، ابن عیینہ، اسحاق، ابوعبید اور ابوثور رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔'' [1]

حالت احرام میں اپنے اوپر سایہ کرنا

ابن قدامہ فرماتے ہیں: ''(حالت احرام میں) پالکی اور ڈولی وغیرہ سے اپنے سر پر سایہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی اس کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس پر دم لازم آتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ پالکی اور ڈولی وغیرہ سے اپنے اوپر سایہ کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے، نیز آپ خاص طور پر اونٹ پر ہودج یا اس طرح کی دوسری چیزوں، مثلاً: پگڑی اور کھجور کے پتے سے سایہ کرنا مکروہ (حرام) سمجھتے تھے۔

اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مالک، عبدالرحمٰن بن مہدی اور اہل مدینہ رحمہم اللہ نے مکروہ (حرام) قرار دیا ہے جبکہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قطعاً سایہ نہیں کرنا چاہیے۔'' [2]

---

[1] المغني: 488/2.

[2] المغني: 285/3. محرم آدمی بوقت ضرورت چھتری، خیمہ، گاڑی (ہودج) یا اس طرح کی دوسری اشیاء سے سایہ حاصل کرسکتا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمرہ وادی میں خیمہ لگانے کا حکم دیا تھا جس سے آپ نے سایہ حاصل کیا۔ دیکھیے صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218.

فتویٰ میں آپ کا مقام ومرتبہ

امام ابن عیینہ رحمہ اللہ فتویٰ دینے میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم اور فہم دونوں چیزوں سے نوازا تھا اور آپ نے اکثر علوم ذہن نشین کر لیے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ فتویٰ دینے میں انتہائی محتاط تھے۔ اسی وجہ سے آپ سے فتاویٰ بہت نادر منقول ہوئے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دینے کی وہ تمام صلاحیتیں جمع کر دی ہوں جو اس نے ابن عیینہ کو ودیعت کیں اور نہ میں نے ان سے بڑھ کر فتویٰ دینے میں کسی کو خاموش اور ساکت دیکھا ہے۔''[1]

ابو عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''فتویٰ دینے میں جلدی کی جسارت وہ شخص کرتا ہے جو سب لوگوں سے کم علم ہو۔''[2]

آپ علماء کی ڈھال بکثرت استعمال کرتے تھے اور وہ ڈھال یہ کہنا ہے کہ میں نہیں جانتا یا مجھے معلوم نہیں ہے۔

محمد بن صباح بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب کوئی عالم یہ جملہ (لَا أَدْرِي) ''میں نہیں جانتا'' چھوڑ دیتا ہے تو ہلاکت اسے آلیتی ہے۔''[3]

[1] آداب الفتوٰی: 16. [2] آداب المفتي والمستفتي: 12. [3] صفة الصفوة: 233/2.

آپ کو جس بات کا اچھی طرح علم نہ ہوتا اس کا جواب نہیں دیتے تھے۔

احمد بن ابوداود بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سفیان بن عیینہ کے ساتھ ایک نماز جنازہ پڑھی۔ اس موقع پر ایک آدمی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''مجھے یہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔'' ایک مرتبہ مسجد الحرام میں ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ وہاں ایک آدمی نے آپ سے پوچھا: ''اے ابومحمد! ہم روم کے علاقے میں جنگ کر رہے ہیں، کیا ہم اپنے ساتھ چکی لے جا سکتے ہیں؟'' آپ نے جواب دیا: ''اس کے بارے میں اہل شام سے پوچھیے، وہ اس کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔''[1]

مروان بن محمد کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفیان رحمہ اللہ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''مجھے نہیں معلوم۔'' اس آدمی نے آپ سے کہا: ''اے ابومحمد! بلاشبہ یہ مسئلہ وقوع پذیر ہو چکا ہے۔'' سفیان نے فرمایا: ''اگر وہ وقوع پذیر ہو چکا ہے اور مجھے نہیں معلوم تو پھر کیا کیا جائے؟''[2]

سفیان رحمہ اللہ کے لیے عبادات کے متعلق فتویٰ دینا سہل تھا جبکہ ازدواجی تعلقات کے سلسلے میں طلاق وغیرہ کے مسائل میں فتویٰ دینا اُن پر شاق گزرتا تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے جب کوئی مناسک (احکام حج وغیرہ) کے بارے میں سوال کرتا تو آپ کے لیے اس کا جواب دینا آسان ہوتا اور جب کوئی آپ سے طلاق کے بارے میں مسئلہ پوچھتا تو آپ بہت مشکل محسوس کرتے۔''[3]

جب آپ اپنے سوا کسی دوسرے ایسے شخص کو دیکھتے کہ وہ فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتا ہے تو آپ اس پر انحصار فرماتے۔

① حلية الأولياء: 295/7. ② حلية الأولياء: 295/7 ③ تهذيب الكمال: 190/11.

ایک آدمی نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے اس شخص کے کفارے کے متعلق پوچھا جس نے نماز میں کسی سبب سے پھونک ماری ہو، آپ نے اپنی مجلس میں موجود امام شافعی رحمہ اللہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: (نَفَخْ) ''پھونک مارنا'' تین حروف ہیں، لہٰذا ان کا کفارہ (سُبْحَانَ) ''اللہ کی پاکیزگی کا بیان'' ادا کر دے گا کیونکہ وہ چار حروف ہیں اور ان کا ہر حرف ایک دوسرے کے مقابلے میں آجائے گا اور ایک حرف زائد بچ جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیاں ہیں۔ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ میں بھی ان کے مانند عمدہ جواب دینے والا ہوتا۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ ایسے لوگوں کو فتویٰ دینے سے ڈرایا کرتے تھے اور انھیں اس کی سنگینی سے متنبہ کیا کرتے تھے جنھیں فتویٰ دینے کی استعداد اور مہارت حاصل نہ تھی، نیز آپ لوگوں کو مایوس کرنے سے بھی ڈرایا کرتے تھے۔

سفیان رحمہ اللہ سے ایک فقیہ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا اور نہ انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے سلسلے میں چھوٹ اور رخصت دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے۔ گناہوں کے معاملے میں رخصت مستقبل کے لیے ہوتی ہے اور رحمت الٰہی سے مایوسی ماضی کے گناہوں پر ہوتی ہے۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اپنے پاس موجود ایک بزرگ سے کہا: ''شیخ! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ اپنے شہر میں فتویٰ دیتے ہیں۔'' اس نے کہا: ''اے ابو محمد! جی ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہ احمق ہے۔''[3]

سعید بن منصور بیان کرتے ہیں کہ سفیان مکہ مکرمہ تشریف لائے تو وہاں آل منکدر

① حلية الأولياء: 92/9. ② حلية الأولياء: 294/7. ③ حلية الأولياء: 295/7.

میں سے ایک آدمی فتویٰ دیتا تھا۔ سفیان رحمہ اللہ بھی بیٹھ کر فتویٰ دینے لگے۔ اس منکدری آدمی نے کہا: ''کوئی جانتا ہے کہ ہمارے شہر میں آ کر یہ کون شخص فتویٰ دینے لگا ہے؟'' سفیان رحمہ اللہ نے اس کی جانب اپنی سند سے یہ لکھ کر بھیجا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''تورات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میرا دشمن وہ ہے جو میرے کام جیسا کام کرتا ہے۔'' پھر وہ منکدری آدمی فتویٰ دینے سے باز آ گیا۔ [1]

[1] حلیة الأولیاء: 292/7.

سفیان رحمہ اللہ کے چند فتوے

سفیان رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو امامت کرواتا یا اذان دیتا ہے اور بغیر کسی مطالبے کے اس عمل کی اسے اجرت دی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی رضا کے لیے ان دونوں بہنوں کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ ان کے والد نے انھیں رزق پیش کیا تو آپ نے قبول فرمالیا تھا۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سوال کرنا دو طرح کا ہوتا ہے: ایک سوال اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے جس کا سوالی ماجور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آدمی کو حلال رزق تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے تو وہ حرام سے بچنے کے لیے لوگوں سے سوال کرے۔ دوسرا وہ سوال ہے جس کے کرنے پر سوالی کا محاسبہ ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و ملامت ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ آدمی حرام رزق کی جستجو اور تلاش کرے، پھر حرام رزق نہ پائے تو لوگوں سے سوال کرنے لگے اور اگر اسے حرام رزق مل جائے تو پھر سوال نہ کرے۔''[2]

ابوسہل مدائنی کہتے ہیں کہ میں ابن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک آدمی نے آپ سے یہ سوال کیا: ''اے ابومحمد! اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام کرتا ہے: اذان دیتا ہے، امامت کرواتا ہے، اپنے بھائی کی اعانت کرتا ہے یا کوئی اور نیکی کا کام کرتا ہے تو اسے کوئی چیز دی جاتی ہے؟'' آپ نے

① تاریخ بغداد: 406/14. ② تاریخ بغداد: 482/9.

فرمایا: ''وہ اسے قبول کرلے۔ کیا تم نے موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیکھا کہ انھوں نے اجرت کے لیے کام نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کام کیا تھا، تب اُن کو اللہ کے رزق میں سے رزق پیش کیا گیا تو اُنھوں نے اسے قبول فرما لیا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡكَ لِیَجۡزِیَكَ اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا ؕ﴾

''بے شک میرے والد تجھے بلاتے ہیں تاکہ وہ تجھے اس کی مزدوری دیں جو تو نے ہماری خاطر پانی پلایا ہے۔''[1]

عمرو بن عثمان رقّی بیان کرتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ''اے ابو محمد! ایمان میں کمی بیشی ہونے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ایمان بڑھتا ہے جتنا اللہ چاہتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے حتی کہ تیرے پاس تھوڑا سا ایمان بھی باقی نہیں بچتا۔'' آپ نے اپنی تین انگلیوں کو بند کیا اور انگشت شہادت اور انگوٹھے کے ساتھ دائرہ بنایا اور فرمایا: ''بلاشبہ ایک گروہ کہتا ہے کہ ایمان کلام ہے۔''

نیز فرمایا: ''(ہاں!) بلاشبہ احکامِ ایمان اور اس کی حدود کے نزول سے پہلے دور کے متعلق تو ان کا قول ہی صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام دے کر مبعوث فرمایا کہ لوگ اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔ اگر وہ اس بات کا اقرار کر لیں تو انھوں نے اسلام کے متعین کردہ حق کے سوا اپنے مال اور خون کو محفوظ کر لیا اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ انھوں نے سچے دل سے اس کا اقرار کر لیا ہے تو اس نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انھیں نماز

[1] القصص 28:25. دیکھیے شعب الإیمان: 5/377.

ادا کرنے کا حکم دیں، چنانچہ آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے آپ کی تعمیل کی۔ اگر وہ آپ کی تعمیل نہ کرتے تو ان کا پہلا اقرار انھیں کوئی فائدہ نہ دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس (نماز ادا کرنے کے) معاملے میں ان کے دلوں کی سچائی کو جان لیا تو اللہ نے نبیٔ اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انھیں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیں، چنانچہ آپ نے انھیں یہ حکم دیا تو انھوں نے آپ کے اس ارشاد کی بھی تعمیل کی۔ اگر وہ آپ کے حکم کے مطابق ہجرت نہ کرتے تو ان کا پہلا اقرارِ توحید اور نماز انھیں کوئی فائدہ نہ دیتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کی سچائی ان کے دلوں سے معلوم کر لی تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انھیں حکم دیں کہ وہ واپس مکہ مکرمہ چلیں اور اپنے آباء اور اپنے بیٹوں کے ساتھ قتال کریں حتی کہ وہ بھی اسی طرح اقرار کر لیں جس طرح انھوں نے اقرار کیا ہے اور وہ بھی ان کی گواہی کے مانند توحید کی گواہی دیں۔

پھر ایسا بھی ہوا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں سر لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! یہ گمراہ بوڑھے کا سر ہے۔'' چنانچہ آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے تعمیل کی۔ اگر وہ یہ کام آپ کے حکم کی تعمیل میں نہ کرتے تو انھیں ان کا اقرارِ توحید، ہجرت اور نماز کوئی فائدہ نہ دیتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ان کے دلوں سے ان کی سچائی معلوم کر لی تو انھیں حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا بطور عبادت طواف کریں اور عاجزی اور انکسار کے ساتھ اپنے سر منڈوائیں، چنانچہ انھوں نے اسی طرح کیا۔ اگر وہ حج نہ کرتے تو انھیں اقرارِ توحید کوئی فائدہ دیتا نہ نماز اور ہجرت کوئی فائدہ دیتی اور نہ مکہ مکرمہ کی طرف قتال کرتے ہوئے لوٹنا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کی حقانیت ان کے دلوں سے معلوم کر لی تو اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انھیں زکاۃ ادا کرنے کا حکم دیں، خواہ نصاب کے اعتبار سے تھوڑی ہو یا زیادہ، چنانچہ آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تو انھوں نے آپ کے حکم کی

تعمیل کی۔ اگر وہ زکاۃ ادا نہ کرتے تو انھیں ان کا اقرارِ توحید، نماز، ہجرت، مکہ مکرمہ کی طرف لوٹنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور اپنے سر منڈوانا کوئی فائدہ نہ دیتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر پے در پے نازل ہونے والے فرائض اور ان فرائض کی ادائیگی میں ان کا اتباع دیکھ لیا تو اپنے نبی سے فرمایا کہ انھیں کہہ دیجیے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ ﴾

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''[1]

جس شخص نے ان فرائض میں سے کوئی بھی فرض کسل مندی اور سستی یا تمسخر اور گستاخی کی وجہ سے چھوڑ دیا تو ہم اس پر اس کی فہمائش کریں گے اور اس کی تربیت کریں گے، نیز وہ شخص ہمارے ہاں ناقص ایمان والا شمار ہوگا۔ جس شخص نے کسی فرض کو جان بوجھ کر ترک کر دیا تو وہ اس کے ترک کرنے پر کافر قرار پائے گا۔ سنت طریقہ یہی ہے۔ مسلمانوں میں سے جو شخص بھی اس کے بارے میں تجھ سے سوال کرے تو میری طرف سے اسے پہنچا دے۔''[2]

① المآئدة 5:3. ② حلية الأولياء: 7/295.

انساب پر عبور

سفیان رحمہ اللہ کو اہل عرب کے نسب، ان کے احوال اور گزرے ہوئے لوگوں کی سیرتوں کا نہ صرف بخوبی علم تھا بلکہ آپ اس کا گہرا فہم رکھتے تھے۔

ابن ابی عمر عدنی بیان کرتے ہیں کہ اپنے دور میں اہل مکہ کے پیشوا اور امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مقام ابراہیم بیت اللہ کے ساتھ تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور (اس سے پہلے) اس آیت کے نزول کے بعد اس کی جگہ تبدیل کر دی (اور اسے وہاں رکھ دیا جہاں وہ اب موجود ہے اور وہ آیت مندرجہ ذیل ہے:)

﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ ﴾

''اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔''[1]

سفیان بیان کرتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام ابراہیم کی جگہ تبدیل کرنے کے بعد سیلاب اسے اپنی اس جگہ سے بہا کر لے گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دوبارہ اسی جگہ (جہاں انھوں نے پہلے نصب کیا تھا) لوٹا دیا۔''

سفیان فرماتے ہیں: ''مجھے نہیں معلوم کہ مقام ابراہیم کی تحویل سے قبل بیت اللہ اور مقام ابراہیم کے مابین کتنا فاصلہ تھا اور میں نہیں جانتا کہ مقام ابراہیم بیت اللہ کے ساتھ

[1] البقرة 2:125.

جڑا ہوا تھا یا نہیں۔“[1]

سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عربوں نے بتوں اور پتھروں کی عبادت کا آغاز کیونکر کیا؟ انھوں نے فرمایا: ”پتھروں کی عبادت کرنے میں ان کی بنیاد یہ تھی کہ انھوں نے کہا کہ بیت اللہ پتھر ہی (سے بنا) ہے، لہٰذا ہم جہاں بھی کوئی پتھر نصب کر دیں وہ بیت اللہ کا قائم مقام ہے۔“[2]

ابو غسان مالک بن اسماعیل کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں، یعنی عبدالمطلب کی بیٹیاں (پانچ ہیں اور وہ) عاتکہ، ام حکیم، جو ”بیضاء“ کہلاتی اور عبداللہ کی جڑواں بہن تھی، صفیہ رضی اللہ عنہا، جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، برّۃ اور اُمیمہ ہیں۔“[3]

مالک بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ”حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی نسل کو (اَبْنَاءُ الْفَوَاطِم) ”فاطماؤں کے بیٹے“ کہنا ان کے ددھیال اور ننھیال میں فاطمہ نامی خواتین کی وجہ سے ہے۔ ان میں سے ایک نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عبداللہ بن عمرو بن عمران بن مخزوم ہیں، ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں اور تیسری حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“[4]

سفیان رحمہ اللہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال سے بھی بخوبی واقف تھے۔

امام احمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ بیعت

① تفسیر ابن کثیر: 231/1. ② تلبیس إبلیس: 76.
③ الجرح و التعدیل: 53/1. ④ الجرح و التعدیل: 53/1.

عقبہ ثانیہ کے موقع پر مقرر کیے گئے نقباء (ذمہ دار سردارانِ انصار) کے نام بیان کیجیے۔ تو آپ نے فرمایا: ''وہ سعد بن عبادہ، اسعد بن زُرارہ، سعد بن ربیع، سعد بن خَیْثَمہ، عبداللہ بن رواحہ، منذر بن عمرو، بنو عبدالاشہل کے ابوالہیثم بن تیہان، براء بن معرور، اُسَید بن حُضَیر، بنو سلمہ کے عبداللہ بن عمرو، عبادہ بن صامت اور بنو زُرَیق کے رافع رضی اللہ عنہم تھے۔'' نیز فرمایا: ''عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو نقیب (سردار انصار)، بدری (جنگ بدر میں حصہ لینے والے) اور شجری (بیعت رضوان میں شریک) ہیں۔''[1]

[1] تهذيب الكمال: 190/11.

نمایاں عادات وخصائل

ابن عیینہ رحمہ اللہ پیکرِ تہذیب تھے اور سلیقہ مندی، شائستگی اور اعلیٰ اخلاق کا آپ پر گہرا اثر تھا اور اس نے آپ کو ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ کی پرورش ایسے خاندان میں ہوئی تھی جو بڑا مذہبی، دینی، علمی اور متقی خاندان تھا۔ کم سنی ہی سے آپ کی تربیت علماء کے زیرِ سایہ ہوئی۔ آپ علمائے کرام کا بہت زیادہ ادب واحترام کرنے والے تھے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باعمل اہل ایمان اور ربانی (اللہ والے) علماء جیسا حسن اخلاق مرحمت فرمایا تھا۔

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''بشاشت اور خندہ روئی محبت ومودت کی شکارن ہے اور نیکی باوقار رہنے، ہنس مکھ ہونے اور نرم کلامی کا نام ہے۔ یہ ایسے عالم کے رویّے کے برعکس ہے جو اپنے رخسار کو لوگوں سے بے رخی کرتے ہوئے پھیر لیتا ہے گویا (یوں محسوس ہو کہ) وہ ان سے اعراض کر رہا ہے اور یہ اس عبادت گزار کے رویّے کے بھی برعکس ہے جو ترش رو ہو، اس کا چہرا بگڑا ہوا اور اس کی پیشانی شکن آلود ہو گویا (یوں محسوس ہو کہ) وہ لوگوں سے بچتا ہے، ان سے نفرت کرتا ہے یا ان پر غضب ناک ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ مسکین نہیں جانتا کہ ورع اور تقویٰ پیشانی میں نہیں ہے کہ بندہ اسے شکن آلود کر لے اور تیوریاں چڑھا لے اور نہ وہ چہرے ہی میں ہے کہ بندہ اسے خاک آلود کر لے اور نہ وہ رخسار میں ہے کہ آدمی اسے ٹیڑھا کر لے (لوگوں

سے بے رخی برتے)، اور نہ پیٹھ میں ہے کہ آدمی اسے دوہرا کرلے (اپنی بزرگی ظاہر کرے)، اور نہ وہ کپڑے کے دامن میں ہے کہ بندہ اسے اکٹھا کرلے بلکہ تقویٰ تو صرف اور صرف تیرے دل میں ہے، نیز شریعت میں عمدہ اور معروف چیز، یعنی نیکی کا حکم دینا اور شریعت میں ناپسندیدہ اور مکروہ سمجھی جانے والی چیز سے تیرا رُکنا بھی تقویٰ ہے۔[1]

ابوتوبہ ربیع بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق استفسار کیا گیا:

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾

''بلاشبہ ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے، اس میں تمھارا ہی ذکر ہے۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟''[2]

ابوتوبہ کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''قرآن کریم مکارم اخلاق اور عمدہ عادات کی تعلیمات بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ یہ مکارم اخلاق ہی ہیں جن کے ساتھ انھیں (مومنوں کو) عزو شرف سے نوازا گیا، انھی کی وجہ سے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی جاتی ہے۔ یہ عمدہ اخلاق معاہدوں اور وعدوں کی پاسداری، مبنی برحقیقت گفتگو، صدق کلامی، امانت کی ادائیگی اور عمدہ ہمسائیگی وغیرہ ہیں۔''

نیز فرمایا: ''بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے پاس تمھارے مکارم اخلاق اور عمدہ عادات لے کر آئے ہیں جن کی وجہ سے تمھیں عزت، شرف اور عظمت و تعظیم دی جائے گی۔ دیکھو! کیا وہ کوئی ایسی چیز لے کر آئے ہیں جو تمھارے نزدیک قابلِ مذمّت ہے اور جسے تم قبیح اخلاق اور برے اوصاف میں شامل ہونے کی وجہ سے برا بھلا کہتے تھے؟ اب قبیح کو

[1] فیض القدیر: 226/3.

[2] الأنبیاء 10:21.

برا بھلا کہا جاتا ہے نہ عمدہ اخلاق کو اچھا گردانا جاتا ہے۔ حسن بن ابوالحسن فرماتے ہیں: ''اپنے دین کو سنبھالو اور اسے مضبوطی سے تھامو جو کہ قرآن کریم کا اعلیٰ اخلاق ہے۔'' اور مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝﴾

''ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر اونچا کر دیا۔''[1]

وہ تفسیر میں فرماتے ہیں: ''میرے ذکر کے ساتھ ہی آپ کا ذکر کیا جائے گا جیسے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ ﷺ.[2]

سفیان رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''ادب کے بغیر علم لکڑیوں کے بغیر آگ کے مانند ہے اور علم کے بغیر ادب جسمِ بے جان کی طرح ہے۔'' (مفہوم یہ ہے کہ تہذیب کے بغیر علم کا وجود نہیں رہتا اور علم سے خالی تہذیب اور شائستگی جسم کے بغیر روح کے مانند ہے۔) بلاشبہ علم کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے آگ کے سوا علم سے مشابہت رکھنے والی کوئی چیز نہیں پائی کیونکہ ہم آگ سے شعلہ لیتے ہیں تو اس سے آگ میں کوئی کمی نہیں کرتے (یہی علم کی مثال ہے کہ دوسرے کو علم سکھانے سے اپنا علم کم نہیں ہوتا۔)[3]

سفیان بیان کرتے ہیں کہ محمد بن علی رحمہ اللہ کا محمد بن منکدر رحمہ اللہ کے پاس سے گزر ہوا تو انھوں نے فرمایا: ''کیا ہوا میں آپ کو مغموم محسوس کرتا ہوں؟'' ابو حازم راوی کہتے ہیں: ''آپ اس لیے غمگین تھے کہ قرض نے انھیں گراں بار کر دیا تھا۔'' محمد بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے۔'' انھوں نے فرمایا: ''ٹھیک ہے!''

[1] الانشراح 94:4.   [2] حلية الأولياء: 191/7.

[3] الجامع لأخلاق الراوي: 80/1.

محمد بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کسی بھی حاجت میں بندے کو سب سے زیادہ برکت اپنے رب سے بکثرت دعا کرنے ہی سے حاصل ہوتی ہے، خواہ یہ دعا جو بھی ہو۔''[1]

حسن بن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا: ''تمھیں کیا ہوا احادیث بیان نہیں کرتے؟'' ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں کیونکر احادیث بیان کرسکتا ہوں جبکہ آپ موجود ہیں۔''[2]

سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔[3]

آپ کے حسن ادب اور تہذیبی رکھ رکھاؤ کی بڑی شہرت تھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے بارے میں یہ صفت لوگوں کے ہاں معروف رہی۔

جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے سعید فوت ہوئے اور ابراہیم حربی عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے پاس تشریف لائے تو وہ آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے۔ ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا: ''تم میرے لیے کیوں کھڑے ہوئے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: ''میں کیوں نہ کھڑا ہوں؟ اللہ کی قسم! اگر میرے والد امام احمد آپ کو دیکھ لیتے تو وہ بھی آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوجاتے۔'' ابراہیم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر ابن عیینہ آپ کے والد کو دیکھ لیتے تو وہ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوجاتے۔''[4]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے معمر کے ساتھ کردیا۔ وہ امام زہری کے پاس احادیث سننے جایا کرتے تھے اور میں ان کی سواری کو ان کے لیے تھامے رکھتا تھا۔ ایک دن معمر اندر داخل ہوگئے تو میں نے ایک آدمی سے کہا کہ وہ اس جانور کو

[1] شعب الإيمان: 210/7.
[2] الجامع لأخلاق الراوي: 318/1.
[3] الإخوان لابن أبي الدنيا: 197.
[4] تاريخ بغداد: 35/6.

تھامے اور خود میں اندر داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قریش کے سردار امام زہری رحمہ اللہ کے اردگرد بیٹھے ہیں۔ میں نے زہری رحمہ اللہ سے کہا: اے ابوبکر! نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث کیسے ہے کہ بدترین کھانا مال داروں کا کھانا ہے؟ یہ سن کر لوگ بآواز بلند مجھے سُنانے لگے۔ امام زہری نے مجھ سے کہا: ''ادھر آؤ! یہ حدیث اس طرح نہیں ہے، پھر انھوں نے باسند بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعٰى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ لَّمْ يُجِبْ، فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ»

''بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں مال داروں اور اہل ثروت کی خاطر داری کی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص دعوت (ولیمہ) قبول نہیں کرتا، بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔''[1]

سفیان فرماتے ہیں: ''یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے امام زہری رحمہ اللہ سے سنی۔''[2]

علی بن حرب بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: ''جب تیرے اور تیرے بھائی کے درمیان محبت مضبوط ہو جائے تو تیری اپنے بھائی سے ملاقات نہ بھی ہو تو تجھے کوئی نقصان نہیں ہو گا (تمھاری محبت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔)''[3]

سفیان رحمہ اللہ نہایت کریم النفس، نرم خو، رحم دل اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے حتی کہ جو شخص آپ کے ساتھ جہالت سے پیش آتا، اس کے ساتھ بھی آپ حسن سلوک کا رویہ برقرار رکھتے تھے۔

یحییٰ بن عثمان کہتے ہیں کہ ایک خراسانی شخص سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی مجلس میں آیا،

[1] سنن ابن ماجه، النكاح، باب إجابة الداعي، حديث: 1913.
[2] الجامع لأخلاق الراوي: 214/1. [3] شعب الإيمان: 333/6.

اُس نے آپ کی جانب دو درہم پھینکے اور کہنے لگا: ''ان دو درہموں کے بدلے میں مجھے احادیث سنائیے۔'' آپ کے شاگردوں نے اسے پکڑنا چاہا تو آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔'' پھر آپ نے سر جھکا لیا اور رونے لگے۔ پھر فرمایا:

اِعْمَلْ بِقَوْلِي وَإِنْ قَصَّرْتُ فِي عَمَلِي

يَنْفَعُكَ قَوْلِي وَلَا يَضُرُّكَ تَقْصِيرِي

''میرے قول پر عمل کرو اگرچہ میں (اس قول پر) عمل میں کوتاہی کروں۔ تجھے میرا قول فائدہ دے گا اور میری تقصیر اور کوتاہی تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔''[1]

بلاشبہ سفیان رحمہ اللہ نے اپنے دور کے اہل علم اور اپنے مشائخ سے ادب و تہذیب کے نہایت دقیق نکات کی تعلیم پائی تھی۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب اور پسندیدہ اعمال یہ ہیں کہ قدرت ہونے کے باوجود درگزر سے کام لیا جائے۔ سخت غصے کے موقع پر غصہ ٹھنڈا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ نرمی اختیار کی جائے۔'' نیز عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص قدرت نہیں رکھتا، اس کا درگزر کرنا کوئی حیثیت رکھتا ہے نہ اسے کوئی فضیلت حاصل ہے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عمر بن ذر رحمہ اللہ ایسے شخص کے قریب سے گزرے جو آپ کی عیب جوئی اور برائی بیان کیا کرتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''ہمیں سب و شتم کرنے میں مشغول ہونے سے گریز کرو اور امن اور دوستی کے لیے کوئی موقع باقی رکھو۔ ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے شخص کا اس سے بہتر صلہ

[1] حلية الأولياء: 275/7. [2] شعب الإيمان: 318/6.

نہیں ہے کہ ہم اس کے معاملے میں اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کریں۔"[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسعر رحمہ اللہ کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا:

إِنِّي مَنَحْتُكَ يَا كِدَامُ! نَصِيحَتِي
فَاسْمَعْ لِقَوْلِ أَبٍ عَلَيْكَ شَفِيقِ

أَمَّا الْمُزَاحَةُ وَالْمِرَاءُ فَدَعْهُمَا
خُلُقَانِ لَا أَرْضَاهُمَا لِصَدِيقِ

إِنِّي بَلَوْتُهُمَا فَلَمْ أَحْمَدْهُمَا
لِمُجَاوِرٍ وَّلَا لِرَفِيقِ

"اے کِدام! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں، لہٰذا تو اپنے باپ کی بات سن جو تجھ پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ مزاح اور جھگڑے دونوں کو ترک کردے کیونکہ یہ دونوں ایسے اخلاق ہیں جنھیں میں اپنے دوست کے لیے پسند نہیں کرتا۔ بلاشبہ میں نے ان دونوں کو آزمایا تو کسی پڑوسی اور رفیق (دوست) کے لیے اسے قابل تعریف نہیں پایا۔"[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹوں کی تربیت کرنے والے اور انھیں ادب سکھانے والے سے کہا: "انھیں اسی طرح سچائی سکھائیے جس طرح آپ انھیں قرآن کریم سکھاتے ہیں اور علماء اور معزز لوگوں کو ان کے ساتھ بٹھائیے کیونکہ یہ لوگ ادب سکھانے میں سب سے اچھے ہیں اور دنیا کی ترغیب نہیں دیتے۔

[1] شعب الإيمان: 333/6.   [2] ذم الكلام: 156/5.

انھیں نفرت، بڑائی اور رکھ رکھاؤ سے دور رکھیے کیونکہ یہ چیز انھیں بگاڑنے اور ہلاک کرنے والی ہے۔ ان کے شعور اور سوچ کو عمدہ اور اعلیٰ بنائیے۔ ان کی گردنیں مضبوط کیجیے اور انھیں گوشت کھلائیے جس سے یہ قوی اور شجاع بنیں گے۔ اشعار سے انھیں سیراب کیجیے جس سے ان کی تراش خراش ہوگی اور یہ بہادر اور دلیر بن جائیں گے۔ انھیں مسواک کرنے کا حکم دیجیے، نیز انھیں حکم دیجیے کہ وہ غٹا غٹ لمبے لمبے گھونٹ بھر کر پانی نہ پئیں بلکہ آہستہ آہستہ چسکیوں کے ساتھ پانی پئیں کیونکہ بڑے بڑے گھونٹ بھر کر پانی پینے سے جگر کا مرض (دردِ جگر) پیدا ہوتا ہے۔[1]

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی سفر سے واپس آیا تو اس کا اپنی ماں سے سامنا اس حال میں ہوا کہ وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھی، چنانچہ اسے یہ بات ناگوار محسوس ہوئی کہ وہ بیٹھ جائے جبکہ اس کی ماں کھڑی ہے۔ اس کی ماں نے بھی اس کا ارادہ بھانپ لیا تو اس نے اپنی نماز طویل کر دی تاکہ بیٹے کے اجر میں اضافہ ہو جائے۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ادب کے مفاہیم سمجھنے میں اپنے دیگر محدّث بھائیوں کے موافق تھے۔ ان سب کا منہج، راستہ اور طریق کار ایک ہی تھا جس میں ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں تھا۔

احمد بن شیبان رملی بیان کرتے ہیں: ''سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ اکٹھے ہوئے تو وہ اس حدیث کے مفہوم کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے لگے:

«إِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ لَيُبْلِغُ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ»

[1] نفقة العيال لابن أبي الدنيا: 513.

[2] مكارم الأخلاق لابن أبي الدنيا: 77.

"بلاشبہ حسن اخلاق بندے کو روزہ دار اور شب بیدار (رات کو قیام کرنے والے) کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔"[1]

چنانچہ ان سب نے حسن اخلاق کے مفہوم میں تین چیزوں پر اتفاق کیا: کشادہ روئی، کسی کی تکلیف دور کرنا اور نیکی پھیلانا۔[2]

[1] یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ سنن ابوداود میں ہے۔ دیکھیے سنن أبي داود، الأدب، باب في حسن الخلق، حديث:4798. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے "صحیح" قرار دیا ہے۔(صحيح الترغيب والترهيب، حديث:2643)

[2] شعب الإيمان:6/257.

تواضع وانکسار

سفیان رحمہ اللہ انتہا درجے کے متواضع، منکسر مزاج اور نرم دل تھے۔ آپ میں بڑائی یا تکبر دکھائی نہیں دیتا تھا بلکہ جب آپ سے کوئی سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ علمائے کرام سے سوال کرو۔ آپ ہمیشہ کسر نفسی سے کام لیتے تھے اور اپنے آپ کو حقیر ٹھہراتے تھے۔

امام علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ جب ابن عیینہ رحمہ اللہ سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے: ''مجھے اچھی طرح معلوم نہیں۔'' وہ آدمی کہتا: ''تو پھر کس سے پوچھا جائے؟'' آپ فرماتے: ''علمائے کرام سے پوچھو اور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگو۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں اور محدث بھائیوں سے کم تر سمجھا کرتے تھے۔ خالد بن نزاز بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں سفیان ثوری کے غلاموں میں سے ہوں۔''[2]

محمد بن صباح بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم میرے پاس آتے ہو تو مجھے اپنی ذات پر بہت غصہ آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس بھلائی کے حصول کے لیے میرے پاس آتے ہیں جس کے بارے میں انھیں گمان ہے کہ وہ میرے پاس ہے۔''[3]

① حلیة الأولیاء: 274/7. ② الجرح والتعدیل: 224/4.
③ حلیة الأولیاء: 285/7.

محمود بن آدم بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر اللہ عزوجل ہماری پردہ پوشی نہ کرے تو ہم کسی کے پاس بھی بیٹھنے کے قابل نہ رہیں۔''[1]

عبید بن جناد کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث نے آپ سے احادیث بیان کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں حدیث کے قابل سمجھتا ہوں نہ اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتا ہوں کہ مجھ سے کوئی (باوثوق اور معتبر) علم حاصل کیا جائے گا۔ میری اور تمھاری مثال ایسے ہی ہے جیسے پہلے لوگوں نے کہا: جب ان کا راز فاش ہو گیا تو انھوں نے گٹھ جوڑ کر لیا۔''[2]

سُنَید بن داود کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص کی معصیت اور نافرمانی کسی خواہش کی بنا پر ہو تو مجھے اس کی توبہ کی امید ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے خواہش کی وجہ سے نافرمانی کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا۔ اگر بندے کی معصیت تکبر کی وجہ سے ہو تو مجھے اس خطا کار اور گناہ گار پر لعنت کا خدشہ ہے کیونکہ ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے سجدے سے انکار کیا تھا، چنانچہ وہ لعنت کا مستحق ٹھہرا۔''[3]

بِشر بن حارث بیان کرتے ہیں کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا: ''اگر تجھے یہ گمان ہو کہ اس مسجد میں صرف ایک آدمی تجھ سے بہتر ہے تو بلاشبہ تو آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔''[4]

حبان بن صخر بن جویریہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے نفس کی حقیقت پہچان لے، اسے تعریف اور مدح کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔''[5]

[1] شعب الإيمان: 123/4.
[2] سير أعلام النبلاء: 467/8.
[3] شعب الإيمان: 259/6.
[4] شعب الإيمان: 303/6.
[5] الصمت لابن أبي الدنيا: 274.

ابو قدامہ سرخسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو اکثر اپنے آپ کا مرثیہ پڑھتے ہوئے سنا۔ وہ یہ شعر کہا کرتے تھے:

ذَهَبَ الزَّمَانُ فَسُدتُّ غَيْرَ مُسَوَّدٍ

وَمِنَ الشَّقَاءِ تَفَرُّدِي بِالسُّؤْدَدِ

''زمانہ چلا گیا اور میں بغیر سردار بنائے سردار بن گیا۔ یہ میری بدبختی ہے کہ میں سرداری میں اکیلا ہوں۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ اپنے محدث بھائیوں اور مشائخ سے تواضع اور انکسار سیکھا کرتے تھے۔

فضیل رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے فرمایا: ''اگر تو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ تیرے مانند ہو جائیں تو بلاشبہ تو نے اپنے رب کے لیے خیر خواہی کا فریضہ سرانجام نہیں دیا چہ جائیکہ تو یہ بات پسند کرے کہ لوگ تجھ سے کم تر اور گھٹیا ہوں۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علی بن حسین رحمہ اللہ کو چلتے وقت ہاتھ ہلاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن حسین رحمہ اللہ نے فرمایا: تواضع و انکسار کے مقابلے میں سرخ اونٹ بھی مجھے خوش نہیں کر سکتے۔''[4]

[1] الجرح والتعديل: 51/1. [2] شعب الإيمان: 303/6.
[3] التواضع لابن أبي الدنيا: 293. [4] الحلم لابن أبي الدنيا: 56.

دنیا سے بے نیازی کی چند جھلکیاں

علماء کی زندگیوں پر غور کریں تو اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انھوں نے دنیا کو آخرت کے لیے ایک گزرگاہ قرار دے رکھا تھا، لہٰذا وہ دنیا سے مسافر کے مانند زادراہ لیتے تھے۔ دنیا انھیں اللہ تعالیٰ کے حق سے غافل کر سکی نہ انھیں نیکی سے روک سکی اور نہ وہ انھیں معصیت اور نافرمانی تک لے جاسکی۔

مسیّب بن واضح بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ سے زہد کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''زہد ان امور سے بچنے میں ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ رہی وہ چیزیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے تو بلاشبہ وہ مباح ہیں کیونکہ انبیائے کرام نے نکاح کیے، سواری اختیار کی اور کھاتے رہے لیکن جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمایا تھا، وہ اس سے باز رہے اور اسی وجہ سے وہ سب سے بڑے زاہد کہلائے۔''[1]

ساجی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے زہد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''زہد یہ ہے کہ حلال چیز تیرے شکر پر اور حرام چیز تیرے صبر پر غالب نہ آئے۔''[2]

احمد بن ابی حواری کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا: ''دنیا سے زہد (کنارہ کشی)

① حلیة الأولیاء: 297/7.　② حلیة الأولیاء: 316/9.

کیا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''جب بندے کو نعمتیں عطا کی جائیں تو شکر کرے اور جب کسی آزمائش میں اسے مبتلا کیا جائے تو صبر کرے۔'' میں نے کہا: ''اے ابو محمد! بندے پر انعامات کیے گئے تو اس نے شکر کیا، آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو صبر کیا، حالانکہ نعمتوں میں زندگی گزارنے والا کیسے زاہد ہوسکتا ہے؟'' انھوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے مارا اور فرمایا: ''جس شخص کو نعمتیں شکر کرنے سے اور آزمائش صبر کرنے سے نہ روکے تو وہی زاہد (کنارہ کش) ہے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں تو بندے کے لیے یہ بات پسند کرتا ہوں کہ وہ زندگی مالداروں کی سی گزارے اور فقراء کی موت کے مانند اسے موت آئے۔'' پھر سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے سائے میں نہایت خوشگوار زندگی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ پر فراخی کرتا تو آپ اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر فراخی کرتے اور اگر آپ پر تنگی آجاتی تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے اور اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہوجاتے۔

ابو یوسف فسوی کہتے ہیں کہ میں ابن عیینہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے سامنے جو کی دو روٹیاں پڑی ہوئی تھیں۔ انھوں نے فرمایا: ''اے ابو یوسف! بلاشبہ چالیس سال سے یہی میرا کھانا ہے۔''[3]

طالب علم کی حصول علم میں مشغولیت اپنی اولاد کی سرپرستی، ان کی تربیت اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے درمیان حائل ہوتی ہے، چنانچہ عبدالصمد بن نعمان کہتے ہیں

[1] الزهد وصفة الزاهدين: 23. [2] حلية الأولياء: 304/7.
[3] طبقات المحدثين بأصبهان: 180/3.

کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے فرمایا: ''اے ابو علی! عیال دار کو اپنے جیسا نہ سمجھو، میرا عیال میری نیکیاں لے گیا ہے۔''[1]

حمیدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس آدمی کے گھر میں بھی سیاہی کی دواتیں داخل ہو جائیں، وہ اس آدمی کی بیوی اور بچوں کو پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہیں۔''[2]

امام سفیان رحمہ اللہ زاہد تھے۔ زہد میں آپ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزیں اعتدال کے ساتھ استعمال کرتے اور اپنے تصرف میں لاتے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو ترک کرتے تھے۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ زہد کی تعریف کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''زہد یہ ہے کہ تو خوشی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور آزمائش کی حالت میں صبر کرے۔''[3]

احمد بن ابی حواری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: ''اے ابو محمد! دنیا کے معاملے میں زہد کیا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''جب کسی آدمی پر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا انعام کرے تو وہ اس کا شکر ادا کرے اور جب وہ کسی آزمائش اور مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو صبر کرے، یہی زہد ہے۔'' میں نے ان سے کہا: ''اے ابو محمد! اگر اللہ نے اس پر اپنی نعمت کا فیضان کیا تو اس نے شکر کیا اور مصیبت میں مبتلا ہوا تو صبر کیا جبکہ اس کے پاس نعمتوں کی فراوانی ہے، وہ کیسے زاہد ہو سکتا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''خاموش ہو جاؤ، جس شخص کو آزمائش صبر سے اور نعمت شکر سے نہیں روکتی، وہی شخص زاہد ہے۔''[4]

① العيال لابن أبي الدنيا: 631. ② حلية الأولياء: 275/7.
③ شعب الإيمان: 228/7. ④ حلية الأولياء: 273/7.

دنیا سے حلال چیز حاصل کرنا اس کے ساتھ محبت میں سے نہیں ہے، لہٰذا اللہ نے دنیا کو آخرت کے لیے سواری بنایا ہے۔

نعمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تیرا دنیا سے وہ چیز لینا جس کے بغیر گزارہ نہیں ہے، اس کا دنیا کی محبت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''[1]

حامد بن یحییٰ بلخی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں: ''ذرا گمان کر کہ تو دنیا میں ہے اور تو اس میں رہنے کا نہیں، تو آخرت میں ہے اور وہاں تجھے ہمیشہ رہنا ہے، اور تو دنیا میں سب سے آخر میں مرنے والا ہے جس پر موت آچکی ہے۔'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ جس طرح ابن آدم کی موت کا ایک وقت ہے، اسی طرح دنیا کا بھی ایک وقت ہے، جب وہ آجائے گا تو وہ مرجائے گی۔''[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ»

''تمھاری دنیا سے دو چیزیں: عورتیں اور خوشبو میرے لیے محبوب بنادی گئی ہیں۔''[3]

اس سے معلوم ہوا کہ ترک نکاح کا زہد سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ امام الزاہدین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا ہے، اسے ترک نہیں کیا۔

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے بڑھ کر زاہد تھے، حالانکہ آپ کی چار بیویاں تھیں اور دس سے زائد لونڈیاں تھیں۔ جو لذت انسان کے ساتھ بشری

[1] حلیة الأولیاء:273/7. [2] حلیة الأولیاء:273/7.

[3] سنن النسائی، عشرة النساء، باب حب النساء، حدیث:3392,3391، ومسند أحمد:285/3. ان دونوں کتابوں میں معنوی طور پر اس حدیث کے الفاظ پائے جاتے ہیں جبکہ بعینہ یہی الفاظ الجامع الصغیر میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں اور شیخ البانی نے ان الفاظ کو صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح الجامع الصغیر، حدیث:3124)

ضروریات کے اعتبار سے لاحق ہے، وہ زہد کے معاملے میں نقصان نہیں پہنچاتی بشرطیکہ اسے مقصد حیات اور مطلوب زندگی نہ قرار دیا جائے۔"[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام عورتوں کے خواہش مند نہیں تھے کیونکہ ان کی تخلیق نطفے سے نہیں ہوئی تھی۔"[2]

جی ہاں! بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زہد کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے حتی کہ ان کے بعد میں آنے والے ان کے پیروکاروں نے اسے حقیقی شریعت اور قابل اتباع سنت شمار کیا جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے میانہ رو اور سہل شریعت لے کر آئے تھے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام صبح کا کھانا شام کے لیے اور شام کا کھانا صبح کے لیے بچا کر محفوظ نہیں رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "ہر شب و روز کے ساتھ اس کا رزق ہے۔ رزق کا کوئی مخصوص گھر نہیں جسے خراب کر دیا جائے۔" آپ سے کہا گیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ انھوں نے فرمایا: "کیا میں فوت ہونے والی عورت سے شادی کروں؟" آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنا گھر کیوں نہیں بناتے؟ انھوں نے جواب دیا: "میں راستے پر سفر کر رہا ہوں۔"[3]

پس زہد انسان کو دنیا کی حلال چیز حاصل کرنے میں کوتاہی اور کمی کرنے پر مجبور نہیں کرتا اور نہ دوسرے لوگوں پر بوجھ بننے پر مجبور کرتا ہے۔

احمد بن محمد بن مدرک بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "جس نے کسی گھٹیا اور کمینے شخص سے اپنی کسی ضرورت کا سوال کیا، بلاشبہ اس نے اس شخص کی قدر و منزلت میں اضافہ کر دیا۔"[4]

[1] فیض القدیر: 422/5. [2] سیر أعلام النبلاء: 469/8.
[3] حلیة الأولیاء: 273/7. [4] شعب الإیمان: 446/7.

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ علمائے کرام میں سے کسی فرد نے فرمایا: ''میں تیس سال سے دو چیزوں پر عمل کی کوشش کرر ہا ہوں: میرے اور دیگر لوگوں کے مابین جو کچھ ہے اس کا لالچ ترک کرنا اور اللہ عزوجل کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''دنیا سے بے رغبتی اور زہد، صبر اور موت کا منتظر رہنے کا نام ہے۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر میں ان دو چیزوں پر کاربند ہو جاؤں: مصیبت پر صبر کروں اور قضا وقدر پر راضی ہو جاؤں تو میرا ہر کام پورا ہو جائے گا۔''[3]

① حلية الأولياء: 271/7.

② حلية الأولياء: 272/7.

③ حلية الأولياء: 271/7.

ورع وتقویٰ

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بڑے متقی اور پرہیز گار امام تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء اور امور پر انحصار کرنے والے، حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کا علم رکھنے والے تھے۔ آپ ایسے شبہے کی وجہ سے دین میں حدود سے تجاوز نہیں کرتے تھے جس سے امورِ دین خلط ملط اور مشکوک ہو جائیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے: ''ورع (پرہیز گاری اور پارسائی) اس علم کے حصول کا نام ہے جس سے ورع کو پہچانا جائے۔''[1]

سلمہ بن عفان بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر یہ کہا جائے کہ تیرے اندر شر ہی شر ہے کوئی خیر نہیں ہے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ کہا جائے کہ تیرے اندر خیر ہی خیر ہے، خواہ یہ خیر واقعی تیرے اندر موجود ہو، پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ﴾

''بے شک جو لوگ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے وہ تمھی میں سے ایک گروہ ہیں، تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ اپنی خلوتوں میں بھی نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ آپ بڑے گہرے

[1] سیر أعلام النبلاء: 8/464. [2] النور 24:11، حلیة الأولیاء: 7/285.

مسائل اور مخفی امور پر غور وفکر کرتے رہتے تھے۔

موسیٰ بن اسماعیل کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''ایک رات مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور میں رونے لگا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کاش! میرے بعض احباب اور بھائی میرے پاس ہوتے تو میرے ساتھ ان کے دل بھی نرم ہوجاتے، پھر مجھے تھوڑی سی اونگھ آگئی تو کوئی آنے والا میری نیند میں آیا اور اس نے میرے سینے پر لات ماری، پھر کہا: اے سفیان! اپنا اجر انھی سے لے جن کے بارے میں تو نے یہ پسند کیا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ سے ورع وتقویٰ کے نہایت دقیق پہلوؤں کی تعلیم حاصل کی تھی۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب ذر بن عمر بن ذر رحمہ اللہ فوت ہوئے تو ان کے والد عمر بن ذر رحمہ اللہ ان کی قبر کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''اے میرے بیٹے! تیرے حساب کتاب کے بارے میں رنج وغم نے مجھے تیری جدائی کے غم سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کیا کہا ہے اور تجھ سے کیا کہا گیا ہے؟ اے اللہ! بلاشبہ تو نے اسے اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ساتھ تو نے ہی اسے میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے میرے حق میں جو کوتاہی کی ہے وہ کوتاہی میں نے اسے معاف کردی ہے، لہٰذا تو بھی اس کی اس کوتاہی کو بخش دے جو اس نے تیرے حق میں کی ہے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن منکدر رحمہ اللہ نے اہل مدینہ میں سے کسی ایسے آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی جس پر برائی کی تہمت لگائی جاتی تھی اور فرمایا: ''مجھے اللہ عزوجل

[1] تاریخ بغداد: 25/4.
[2] شعب الإیمان: 246/7.

سے اس بات کی بڑی شرم آتی ہے کہ اسے میرے دل سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ میں نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس شخص کی مغفرت سے عاجز آ گئی ہے۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ کا بیٹا بیمار ہو گیا تو ہمیں اس پر اندیشہ ہوا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو ابو جعفر اس پر نہایت بے تاب اور بے صبر ہو گئے، پھر لوگوں کے ساتھ شامل ہوئے تو کسی نے ان سے کہا: ''ہمیں آپ کے متعلق خدشہ تھا (کہ آپ یہ غم برداشت نہیں کر سکیں گے۔)'' انھوں نے فرمایا: ''ہم اللہ تعالیٰ سے اس چیز کی دعا کرتے ہیں جو ہمیں پسند ہو اور جب کوئی ایسی چیز وقوع پذیر ہو جاتی ہے جو ہمیں ناپسند ہوتی ہے تو اس ناپسندیدہ چیز کو پھیرا اور تبدیل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ معاملے میں اس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔''[2]

ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ فخر وغرور اور تکبر کو ترک کر دے اور قبر میں طویل قیام کو یاد کر۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ربیعہ رحمہ اللہ ایک مرتبہ رونے لگے تو ان سے پوچھا گیا: ''آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''اپنی ریاکاری اور خفیہ خواہشات نے۔ لوگ اپنے علماء کے پاس یوں ہوتے ہیں جیسے بچے اپنی ماؤں کی گود میں۔ اگر وہ انھیں کوئی حکم دیں تو وہ ان کی تعمیل کرتے ہیں اور اگر وہ انھیں کسی بات سے منع کریں تو وہ باز آ جاتے ہیں۔''

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''علماء کا یہ عمل دراصل ان کے لیے باعثِ ذلت ہے اور اس کا مرتکب انسان سب سے بڑی پیشی (قیامت) کے موقع پر مجرموں کے ساتھ اپنے

[1] حسن الظن بالله لابن أبي الدنيا: 101. [2] شعب الإيمان: 244/7.
[3] حلية الأولياء: 283/7.

رب کے حضور سر جھکائے ہوئے ہوگا۔ دیکھو! ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جنھیں علم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا زعم تھا اور وہ اپنا مال خرچ کرتے اور اپنے وقار کو تج دیتے تھے اور سلاطین اور بادشاہوں سے وظائف جاری کروانے کے لیے ان کی خدمت میں طرح طرح کی ذلتیں اور بے عزتی برداشت کیا کرتے تھے۔ معلم اپنے شاگرد سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ صرف اسی کا ہو رہے، اسی پر انحصار کرے اور دوسروں سے قطع تعلق ہو جائے اور ہر مصیبت میں وہ اس کے ساتھ کھڑا ہو۔ اس کے دوست کی وہ مدد کرے اور اس کے دشمن سے عداوت رکھے۔ اس کی ضروریات کے موقع پر وہ اس کے گدھے (سواری) کو تیار کر کے رکھے۔ اس کے مقاصد، خواہشات اور مہمات کی تکمیل میں وہ اس کا پابند رہے۔ اگر وہ تھوڑی سی کوتاہی کرے تو استاد اس پر ناراض ہو اور اسے سزا دے۔ ایسا عالم نہایت ذلیل کیا اور دھتکارا جائے گا جو اپنے لیے اس مرتبے کا خواہش مند ہے، پھر وہ اس پر شرمسار نہیں ہوتا بلکہ خوش ہو کر کہتا ہے کہ تدریس سے میرا مقصد تقرب الٰہی کے لیے علم پھیلانا ہے۔'' یہ امام غزالی رحمہ اللہ کے دور کا حال تھا۔ اگر وہ ہمارے دور کا حال دیکھ لیتے تو پھر کیا کہتے؟!

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس بنا پر ہر عالم کو چاہیے کہ اس کا عمل خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہو۔ یہ غرض اور مقصد نہ ہو کہ لوگوں کے ہاں اس کا جاہ وجلال اور عزت بڑھ جائے۔ اپنے ہم عصر ساتھیوں سے اس کا مرتبہ بلند ہو جائے اور اس کے مخالفین کی ذلت اور تحقیر میں اضافہ ہو جائے۔ اس کی خواہش یہ نہ ہو کہ اس سے علم حاصل کرنے والے زیادہ ہو جائیں اور جب لوگ آئیں تو وہ دیکھیں کہ دوسروں کی نسبت اس سے زیادہ لوگ علم حاصل کر رہے ہیں۔ اس کا علم لوگوں کے ہاں دیگر علماء کے علم کی نسبت زیادہ مشہور نہ ہو بلکہ صرف یہ مقصد ہو کہ اس کے ذمے جو امانت ہے وہ اسے ادا کر دے

اوراس کی غرض دین کے بڑے بڑے شعائر (علامتوں) کا احیاء اوران کو بوسیدہ ہونے سے بچانا ہو۔'' آخر میں انھوں نے کہا: ''اپنے وجود کو نامعلوم زمین میں دفن کر دو کیونکہ کسی بیج کو جب تک دفن نہ کیا جائے اس وقت تک اس کے نتائج مکمل نہیں ہوتے۔''[1]

ورع کے بارے میں آپ کے متعدد اقوال ہیں جو آپ کی صفائی قلب اور باطن کی پاکیزگی سے پردہ اٹھاتے ہیں:

حفص بن ماہان کہتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی مجلس میں تھے کہ ایک آدمی آپ کی جانب متوجہ ہو کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''اے ابو محمد! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا جس دن تُو نے یہ علم حاصل کیا تھا اس دن اسے اللہ کی خوشنودی کے لیے حاصل کیا تھا؟ سفیان رحمہ اللہ نے اس سے اعراض کیا تو وہ آدمی دوبارہ کھڑا ہوا اور اسی طرح اس نے آپ سے گفتگو کی اور آپ نے اس سے بے رخی برتی، پھر وہ تیسری مرتبہ کھڑا ہوا اور اسی طرح آپ سے کہا تو سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم نے ادب، فہم وفراست اور بلاغت سیکھنے کے لیے علم حاصل نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو تسلیم کرے گا کہ یہ صرف اسی کے لیے حاصل کیا گیا ہے۔''[2]

ابو ولید طیالسی کہتے ہیں کہ تقریباً ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ پہلے میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''اگر ہم نے علم حدیث اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے حاصل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی سزا دے گا جسے تم دیکھ لوگے۔''[3]

صامت بن معاذ کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص نے لوگوں (کے دکھاوے) کے لیے اپنے آپ کو ایسی چیز سے مزین کیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے بارے میں

[1] فیض القدیر: 188/1. [2] المحدث الفاصل: 183.
[3] جامع بیان العلم: 750.

کوئی اور چیز معلوم ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بدزیب اور بھدا بنا دے گا۔‘‘[1]

ابراہیم بن اشعث بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا تو اس کا عمل اس چیز کے لیے بھی کفایت کرے گا جو اسے معلوم نہیں ہے۔‘‘[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ’’بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک وہ اپنے اور حرام کے درمیان حلال کی اوٹ اور رکاوٹ کھڑی نہ کر لے اور گناہ اور گناہ سے مشابہت رکھنے والے امور ترک نہ کر دے۔‘‘[3]

ایک مرتبہ سفیان رحمہ اللہ سے ورع (تقویٰ) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ’’ورع اس علم کے حصول کا نام ہے جس سے ورع کی پہچان حاصل ہو۔ ایک گروہ کے ہاں ورع کا مفہوم طویل خاموشی اور قلت کلام ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ کلام کرنے والا عالم ہمارے نزدیک اس جاہل سے افضل اور زیادہ متقی ہے جو خاموش رہے۔‘‘[4]

سفیان رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا: ’’اہل تقویٰ کو ’’متقین‘‘ اس لیے کہا جاتا ہے کہ بلاشبہ وہ اس چیز سے بچتے ہیں جس سے بچنا محال ہے۔‘‘[5]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’بلاشبہ علم صرف اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرا جائے، اپنی آخرت کے لیے عمل کیا جائے اور اپنے نفس سے دنیا و آخرت کی آلائشیں اور برائیاں دُور ہٹائی جائیں ورنہ اگر کوئی عالم اپنے علم کے ذریعے سے اللہ سے ڈرتا نہیں ہے تو وہ جاہل کے مانند ہے۔‘‘[6]

نیز فرمایا: ’’جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس دن خالص کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی زبان کو اس حکمت کے ساتھ چلاتا ہے اور اس کو

① حلیة الأولیاء: 271/7.
② سیر أعلام النبلاء: 467/8.
③ الورع للإمام أحمد: 50.
④ تهذیب الکمال: 194/11.
⑤ حلیة الأولیاء: 284/7.
⑥ تاریخ بغداد: 213/4.

دنیا کے عیوب و نقائص اور اس کی بیماریاں دکھاتا اور ان کا علاج سمجھاتا ہے۔''

نیز فرمایا: ''تمھارے لیے بدترین حکمرانوں اور ایسے علم سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان دہ نہیں ہے جس پر عمل نہ کیا جائے۔''①

اسی طرح فرمایا: ''آدمی اس وقت تک تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے اور حرام کے مابین حلال کی رکاوٹ حائل نہ کر لے اور گناہ اور گناہ سے مشابہت رکھنے والے امور چھوڑ نہ دے۔''②

نیز آپ نے فرمایا: ''آدمی کہتا ہے کہ مجھے اپنے نفس کی اچھائی اور اپنے نفس کی برائی کا علم ہے، حالانکہ آدمی کے شر اور بدبختی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے نفس میں کوئی برائی دیکھے لیکن وہ اس کی اصلاح نہ کرے۔''③

① حلية الأولياء: 287/7. ② حلية الأولياء: 287/7.
③ حلية الأولياء: 281/7.

رقت قلبی اور خوف الٰہی

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا شدید خوف رکھتے تھے۔اس معاملے میں آپ پر آپ کے مشائخ کے مواعظ اور نصائح کا گہرا اثر تھا۔ جب آپ کوئی وعظ سنتے یا کوئی قابل عبرت چیز دیکھتے تو آپ کا دل کانپ اٹھتا اور آپ کی آنکھیں آنسو بہانے لگتیں۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے سفیان رحمہ اللہ سے فرمایا: ''جب تجھے یہ زعم ہے کہ تو اسے (اللہ کو) جانتا ہے مگر عمل اس کے علاوہ کسی اور کے لیے کرتا ہے۔ اگر (اس معاملے میں) تجھ سے درگزر نہ کیا گیا تو تیرے لیے ہلاکت ہے۔''[1]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس وادی میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا ہاتھ تھاما اور ان سے کہا: ''اگر تجھے یہ گمان ہو کہ روئے زمین پر کوئی ایسا آدمی باقی ہے جو تجھ سے اور مجھ سے بڑھ کر برا ہے تو تیرا یہ گمان بہت برا ہے۔''[2]

راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا: ''کیا آپ ابو علی فضیل بن عیاض کو نہیں دیکھتے کہ ان کے آنسو خشک ہی نہیں ہوتے؟'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب دل خوش ہوتا ہے تو آنکھیں خشک ہو جاتی ہیں۔'' یہ کہہ کر آپ نے ٹھنڈا سانس بھرا۔[3]

عبداللہ بن ثعلبہ رحمہ اللہ نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: ''اے ابو محمد! حزن و ملال پر صد افسوس!''

[1] حلية الأولياء: 95/8. [2] حلية الأولياء: 101/8.
[3] الحزن لابن أبي الدنيا: 72.

تو سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کیا تو اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم پر کبھی غمزدہ ہوا ہے؟''
عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آپ نے مجھے خوش ہونے کے قابل نہیں چھوڑا۔''[1]

محمد بن ایوب کہتے ہیں کہ ابن عیینہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے بشر بن منصور زاہد نے کہا: ''اے سفیان! لوگوں کے ساتھ جان پہچان کم کر دے، شاید کل قیامت کے روز جب تجھے تیری بداعمالیوں کے ساتھ پکارا جائے تو اس وقت تیری رسوائی کم ہو جائے۔''[2]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سفیان رحمہ اللہ کے سر کے قریب کھڑے ہوئے جبکہ آپ کے ارد گرد آپ کے شاگردوں کی جماعت موجود تھی، اور انھوں نے فرمایا: ''اے ابو محمد! کہہ دیجیے: یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے، اسی پر تمھیں خوش ہونا چاہیے! یہ اس چیز سے بہت بہتر ہے جسے تم جمع کرتے ہو۔'' سفیان رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا: ''اے ابو علی! اللہ کی قسم! آدمی اس وقت تک کبھی خوش نہیں ہو سکتا جب تک وہ قرآن کریم کی دوا لے کر اسے اپنے دل کی بیماری پر نہ رکھ لے۔''[3]

اسحاق بن ابی اسرائیل کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا کہ ہائے افسوس! میں کبھی غمگین نہیں ہوا۔'' آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس سے مراد اس کا دل ہے، یعنی اس کے دل نے کبھی گناہوں پر افسوس کیا نہ غمزدہ ہوا۔[4]

جو شخص اس عالم ربانی کے اقوال میں غور و فکر کرتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ یہ اقوال ان کے اللہ تعالیٰ سے شدید خوف اور بہت زیادہ ڈر کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں، نیز بندے پر جن حقوق کی ادائیگی لازم ہے اور وہ ممنوع امور جن سے دوری اور اجتناب نہایت ضروری ہے، ان میں کوتاہی کے خوف کی وجہ سے یہ اقوال ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ مختلف

① الحزن لابن أبي الدنيا: 31. ② حلية الأولياء: 286/7.
③ حلية الأولياء: 279/7. ④ حلية الأولياء: 286/7.

اقسام کے خوف، مثلاً: موت کے حملہ آور ہونے کا خوف، قبر اور منکر نکیر کے ہاں لغزش کا خوف، اعمالنامے کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں تھامنے کا خوف، پل صراط پر ٹھوکر لگنے کا خوف اور جنت وجہنم میں سے ایک میں داخل ہونے کا خوف وغیرہ میں گھرے ہوئے تھے۔

علی بن سلمہ لبقی بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سب سے کم گناہ کرنے والا شخص وہ ہے جسے سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا ڈر اور خوف ہے کیونکہ اس کا دل سب سے زیادہ صاف اور پاک ہے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ خوف اور غم سے لطف اندوز ہوتے تھے اور آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ دل میں خوف وغم کی ہمیشہ موجودگی اپنے رب کی عبادت سے ان کے زیادہ لطف اندوز ہونے کا باعث ہے۔

منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے احادیث سنائیں اور میں نے انھیں وعظ ونصیحت کی۔ جب حزن وملال نے ان کے آنسوؤں کو ابھارا تو انھوں نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا اور بار بار اپنی آنکھیں آسمان میں گھمائیں۔ میں نے پھر کہنا شروع کیا: ''اے ابومحمد! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے کیوں نہ آنسو بہانے شروع کر دیے اور انھیں اپنے رخساروں پر مسلسل بہنے کے لیے چھوڑ دیا؟'' انھوں نے مجھ سے فرمایا: ''اے منصور! بلاشبہ اگر ایک بھی آنسو پلکوں میں رہ جائے تو وہ پیٹ میں حزن وغم کو باقی رکھتا ہے۔'' سفیان رحمہ اللہ کا خیال یہ تھا کہ آپ کا دل حزن وملال سے معمور رہے اور آپ کی زندگی کے ایام غم واندوہ میں ڈوبے رہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ آنسو بہا کر مطمئن اور پرسکون ہو جاتے اور دوسروں کے ساتھ (رونے میں) شریک ہو جاتے۔''[2]

[1] شعب الإيمان: 538/1. [2] طبقات المحدثين بأصبهان: 471/3.

منصور بن عمار بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں گفتگو کی جس میں سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ شریک تھے تو سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں، پھر وہ آنسوؤں سے خشک ہوگئیں جبکہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے آنسو بہنے لگے اور فضیل رحمہ اللہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ جب فضیل اور ابن مبارک اٹھ کر چلے گئے تو میں نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: ''اے ابو محمد! آپ کو کس چیز نے روکا کہ آپ کے بھی اسی طرح آنسو جاری ہوجاتے جس طرح آپ کے ساتھیوں کے ہوئے؟'' انھوں نے فرمایا: ''یہ چیز زیادہ افسردہ خاطر کرنے اور رنجیدہ کرنے کا باعث ہے کیونکہ جب آنسو نکل جائیں تو دل کو سکون اور اطمینان ہوجاتا ہے۔''[1]

بلاشبہ خوف نے سفیانؒ رحمہ اللہ کے دل کو بھر رکھا تھا۔ اسی لیے آپ کی گفتگو عبرتوں اور وعظ ونصائح کا مرقع ہوتی تھی حتی کہ جو شخص آپ کو دیکھتا یا آپ کی گفتگو سنتا وہ گواہی دیتا تھا کہ یہ آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تم اس وقت تک اس معاملے (علم حدیث) کی چوٹی تک پہنچ سکتے ہو نہ اس کے عروج کو پا سکتے ہو یہاں تک کہ تمھیں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ ہو۔ جو شخص قرآن مجید سے محبت کرتا ہے درحقیقت وہی اللہ سے محبت کرتا ہے، جو تم سے کہا جاتا ہے اسے سمجھو۔''[2]

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ دن تین قسم کے ہیں: گزشتہ کل الوداع کہنے والا حکیم ہے جس نے اپنی حکمت ترک کردی اور اسے تیرے پاس باقی رکھا۔ آج کا دن الوداع کہنے والا دوست ہے، وہ طویل غیر حاضری اور غیب میں تیرے ساتھ محبت کرتا تھا حتی کہ وہ تیرے پاس آگیا جبکہ تو اس کے پاس نہیں گیا اور وہ بہت جلد تجھ سے روانہ

[1] حلية الأولياء: 299/7. [2] حلية الأولياء: 299/7.

ہونے والا ہے۔ آنے والا کل جس کے بارے میں تجھے نہیں معلوم کہ تو اس میں رہنے والوں میں موجود ہوگا یا نہیں ہوگا۔''[1]

عمرو بن سکن بیان کرتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ کے پاس تھا تو اہل بغداد میں سے ایک آدمی کھڑا ہوکر کہنے لگا: ''اے ابو محمد! مجھے مطرف کے اس کے قول کے بارے میں بتائیے: میرا امراض و آفات سے محفوظ رہ کر اللہ کا شکر کرنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ابتلاء و آزمائش میں گرفتار ہوکر صبر کروں۔'' آپ کے ہاں یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے یا ان کے بھائی ابو العلاء کا یہ قول زیادہ محبوب ہے: ''اے اللہ! میں اپنے نفس کے لیے اسی بات پر راضی ہوں جس پر تو راضی ہے۔'' آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: ''مطرف کا قول مجھے زیادہ پسند ہے۔'' اس آدمی نے کہا: ''اس کا قول کیسے محبوب ہے جبکہ ابو العلاء اپنے لیے اسی بات پر راضی ہے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نے قرآن کریم پڑھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی امراض و آفات سے محفوظ رہنے کے ساتھ یہ صفت پائی:

﴿ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ؕ﴾

''(وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔''[2]

اور حضرت ایوب علیہ السلام کی مصائب و آزمائش میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یہ صفت پائی:

﴿ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝﴾

''(وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔''[3]

چنانچہ دونوں صفات برابر ہوئیں، ان میں سے ایک امراض و آفات سے محفوظ شخص ہے اور دوسرا مصائب اور آزمائش میں مبتلا شخص ہے لیکن دونوں صفات میں برابر ہیں،

[1] حلیة الأولیاء: 287/7. [2] صٓ 30:38. [3] صٓ 44:38.

پھر میں نے شکر کو صبر کے برابر کھڑا ہوا پایا۔ جب دونوں اقوال برابر ہیں تو شکر کے ساتھ امراض و آفات سے عافیت مجھے صبر کے ساتھ آزمائش اور مصائب سے زیادہ محبوب ہے۔''[1]

[1] حلیة الأولیاء: 7/283.

عبادت وریاضت میں ابن عیینہ کا انہماک

جن وانس کی تخلیق، انبیاء ورسل کی بعثت اوران کی دعوت کا مقصد عبادت الٰہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

''اور میں نے جن اورانسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔''[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے بندوں کواس لیے پیدا کیا ہے تا کہ وہ صرف اس اکیلے کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اسے وہ کامل جزا عطا کرے گا اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی، اسے وہ سخت عذاب دے گا، نیز اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ وہ ان کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ سارے کے سارے فقیر ومحتاج ہیں۔''

یہ عبادت اللہ کی معرفت، اس کی محبت، اس کی جانب رجوع، اس کی جانب توجہ اوراس کے علاوہ باقی سب سے منہ موڑنے سے عبارت ہے اور یہ سب کچھ بندے کی اپنے نفس کی پہچان اوراپنے رب کی معرفت پر موقوف ہے۔ بندے کی اپنے نفس کے بارے میں معرفت یہ ہے کہ اسے معلوم ہو کہ وہ جاہ وجلال، مال و دولت اور بادشاہت وغیرہ کے جس عروج اور درجے تک بھی پہنچ جائے، وہ عاجز، درماندہ اورضعیف ہے۔ وہ

[1] الذّٰریٰت 51:56.

اپنی ذات کے لیے نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا، وہ موت وحیات کا مالک ہے نہ دوبارہ جی اٹھنے پر قادر ہے۔ بندے کو اپنے نفس کے بارے میں جس قدر حقانیت کا علم ہوگا اسی قدر اس کا نفس اللہ تعالیٰ کے حضور عاجز، متواضع اور منکسر المزاج ہوگا۔ اس کی کبریائی اور تکبر مٹ جائے گا، اور اس کا فقر بڑھ جائے گا۔ جس قدر اسے اپنے رب اور اپنے اس خالق کے بارے میں علم ہوگا جس نے اسے پیدا کیا اور اسے صحیح سالم ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اسی قدر اس کا فقر، محتاجی اور ناداری بڑھے گی اور اپنے آقا اور رب کے حضور اس کی عاجزی اور انکسار میں اضافہ ہوگا اور اس کی امیدیں غیر اللہ سے منقطع ہو جائیں گی۔

بندے کو جس قدر اپنے رب کے اسماء وصفات کا علم ہوگا اسی قدر وہ اپنے رب کی تعظیم اور اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق اس کی قدر کرنے کے لیے فارغ ہو جائے گا اور اس کے دل میں دوسروں کا خوف نکل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی سطوت، جبروت، قہر، غلبے، بادشاہت اور دبدبے کا رعب اس کے دل میں بیٹھ جائے گا، نیز اسے معلوم ہو جائے گا کہ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور منشا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ اپنے آپ پر حسرت کرتے ہوئے سب سے کمتر بات جو کہے گا وہ یہ ہوگی: ''ہائے افسوس! نیکوکار اور عبادت گزار آگے بڑھ گئے اور مجھے اکیلے کو پیچھے چھوڑ گئے۔''

وہ جان لے گا کہ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اسے اپنے رب کی عبادت سے الگ نہیں ہونا چاہیے اور اگر اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آ گیا تو وہ ہلاک اور برباد ہو جائے گا۔ جس قدر اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیاں اس پر آشکار ہوں گی اسی قدر اس کا دل نفس کی خواہشات اور لہو ولعب سے خالی ہو جائے گا اور اس کے وجود کے ہر ایک عضو پر اللہ کی عبادت کا اثر ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ

لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾

’’کہہ دیجیے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اسی (بات، یعنی توحید) کا حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔‘‘[1]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں پر ہر جگہ اور ہر دور میں صرف اسی کی عبادت کرنا لازم ہے، خواہ بندہ پسند کرے یا نہ کرے۔ اس پر ہر قسم کی آسائشوں اور تنگ دستیوں کے باوجود اپنے اللہ کی عبودیت اور غلامی لازم اور فرض ہے۔

مخلوق میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو بعض اوقات اور بعض مقامات پر تو عبودیت اور غلامی کا حق ادا کرتے ہیں لیکن دوسرے اوقات اور مقامات پر نہیں کرتے۔ وہ آسائش اور خوشی کے مواقع پر تو عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیے جاتے ہیں تو اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ جس معاملے کو وہ پسند کریں اس میں تو حق عبودیت ادا کرتے ہیں لیکن جب وہ کسی ایسے معاملے میں مبتلا کر دیے جاتے ہیں جسے وہ ناپسند کرتے ہیں تو عبادت سے رک جاتے ہیں۔ ایسے ہی مقامات پر بندوں کے مراتب میں اونچ نیچ اور تفاوت پیدا ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی منازل مقرر کی جاتی ہیں۔

اسی لیے پسندیدہ اور محبوب بات یہ ہے کہ بندے پر جب اللہ تعالیٰ کا انعام ہو تو وہ اس کا شکر ادا کرے اور جب وہ اسے آزمائے تو صبر کرے اور جب کوئی گناہ کر لے تو استغفار اور توبہ کرے۔ اگر وہ اطاعت کی جگہ پر ہو تو اللہ کی حمد و ثنا کرے اور اس کا شکر گزار بنے، نیز بھلائی کے کاموں میں مددگار ثابت ہو۔ اور اگر وہ معصیت کی جگہ پر ہو تو نیکی

[1] الأنعام 6:162,163.

کا حکم دے، برائی سے روکے، اس پر غضب ناک ہو اور لوگوں کو اس کے ارتکاب پر ڈانٹے کیونکہ یہی وہ امور ہیں جو بندے کی سعادت کی نشانی اور اس کی دنیا و آخرت میں فلاح کی علامت ہیں۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جعفر بن محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہم نے تمام انسانوں کے علم کو چار چیزوں میں پایا ہے:

① یہ کہ تو اپنے رب کو پہچان لے۔

② اس بات کو جان لے کہ تیرا رب تیرے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔

③ یہ جان لے کہ تیرا رب تجھ سے کیا چاہتا ہے۔

④ ان چیزوں کو جان لے جو تجھے تیرے دین سے نکال سکتی ہیں۔"[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ عبادت و استقامت میں ضرب المثل تھے۔ عبادت اور استقامت عالم، عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پاسداری کرنے والے شخص کی خصلت ہوتی ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: "ان شاء اللہ اوّاب (خوب رجوع کرنے والا) اور حفیظ (احکام الٰہی کی حفاظت کرنے والا) وہ شخص ہے جو جب بھی کسی مجلس میں بیٹھتا ہے تو وہاں سے اٹھنے سے پہلے توبہ اور استغفار کرتا ہے۔"[2]

محمد بن میمون خیاط بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر میرا دن بے وقوف کے دن کے مانند اور میری رات جاہل آدمی کی رات کے مانند ہو تو میں اس علم کا کیا کروں گا جو میں نے لکھا تھا؟!"[3]

① جامع بیان العلم: 62. ② أدب الإملاء: 76.

③ حلیة الأولیاء: 271/7.

ابراہیم جوہری کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ارباب علم وہ لوگ ہیں جو اس کی اہلیت رکھنے والے ہیں، اور اس کی اہلیت وہ لوگ رکھتے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں۔''[1]

بلاشبہ سفیان رحمہ اللہ کے پاس ظاہری عبادت ہی کا اس قدر محفوظ سرمایہ موجود ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس قدر عبادت کرنے سے عاجز ہے۔ آپ نے اسی (80) مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا ہے۔

سلیمان بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں اسی (80) مرتبہ (حج کے لیے) میدان عرفات میں حاضر ہوا ہوں۔''

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سفیان رحمہ اللہ ہر حج کے موقع پر یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْكَ

''اے اللہ! اس (میدان عرفات میں اجتماع حج) کو اپنے ساتھ آخری رابطہ نہ بنانا!''

جس سال آپ نے وفات پائی اس سال آپ نے ایسی دعا نہیں کی تھی اور آپ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آ گئی۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: ''دعا کو ترک نہ کیا کرو۔ اور تم اپنے نفوس کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو وہ تمھیں دعا کرنے سے نہ روکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ابلیس کی دعا بھی قبول کی ہے جو مخلوق میں سب سے برا ہے، اس نے کہا تھا:

﴿فَأَنْظِرْنِيْ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝﴾

''اب تو مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

[1] حلية الأولياء: 271/7.

[2] سير أعلام النبلاء: 465/8.

اللہ نے فرمایا: پس بلاشبہ تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے۔"[1]

سفیان بن عیینہ اپنی سند سے عبید بن عمیر کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "مومن کے اعمال نامے میں لکھا ہوا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کا کلمہ اس کے لیے دنیا کے ان پہاڑوں سے بہتر ہے جن کے ساتھ (ندیوں میں) سونا بہتا ہے۔"[2]

① صٓ38:79,80، شعب الإيمان:2/53.

② شعب الإيمان:1/453.

حکیمانہ اقوال

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے عمدہ اور نفیس ترین اقوال میں سے ایک قول یہ ہے: ''جب بندے کا ظاہر اور باطن ایک ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاں اہلِ عدل میں لکھ دیتا ہے، پھر اگر وہ ٹھوکر کھائے اور اپنے رب کی رضا کے خلاف کسی گناہ کا ارتکاب کرے جس سے لوگ مطلع نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاں ظالموں میں لکھ دیتا ہے کیونکہ اس کا گناہ اس کے ظاہر کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن اگر بندے کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہو تو اللہ اسے اپنے ہاں اہلِ فضل میں لکھ دیتا ہے، پھر اگر وہ ٹھوکر کھائے اور اپنے رب کی رضا کے خلاف کسی کا ارتکاب کرے جس کے بارے میں لوگوں کو اطلاع نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اہل فضل کے درجے سے اہل عدل کے درجے کی طرف لوٹا دیتا ہے اور ظالموں میں اس کا نام نہیں لکھتا کیونکہ اس کا گناہ اس کے ظاہر کی وجہ سے قابل برداشت ہوتا ہے۔ کتنے ہی ایسے دو پڑوسی ہوتے ہیں کہ ایک تو لوگوں کے سامنے تجارت کے شعبے سے منسلک ہونے کا اظہار کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے باخبر ہوتا ہے کہ وہ دنیا سے کنارہ کش، بے رغبت اور زاہد ہے۔ اور دوسرا لوگوں کے سامنے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا اظہار کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے باخبر ہوتا ہے کہ وہ دنیا سے محبت رکھنے والا ہے۔''[1]

آپ فرمایا کرتے تھے: ''سب سے بڑی نیکی مصائب کو چھپانا ہے۔ اس برے آدمی

[1] حلیة الأولیاء: 282/7.

کی طرح مت ہونا جس پر کوئی مصیبت ابھی آئی نہیں اور وہ اس سے پہلے ہی اس کا شور مچانا شروع کر دیتا ہے، نیز اذان سے پہلے نماز کے لیے آیا کرو۔"

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: "نماز کی توقیر اور عزت افزائی یہ ہے کہ تو نماز کے لیے اقامت سے پہلے آیا کر۔"[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے حضور فروتنی، عاجزی اور انکسار کا اظہار کرنے والے، بکثرت اس کی طرف رجوع کرنے والے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر ایک بندے پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہے۔ یہ حجت یا تو گناہ کی وجہ سے ہے یا کسی نعمت کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کی وجہ سے ہے۔"[2]

محمد بن رافع کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: "آپ نے اپنے حافظے اور یادداشت کو کیسے عمدہ بنایا؟" آپ نے فرمایا: "گناہوں کو ترک کر کے۔"[3]

آپ فرمایا کرتے تھے: "غیبت قرض سے زیادہ سخت اور نقصان دہ ہے کیونکہ قرض کی ادائیگی کی جا سکتی ہے لیکن غیبت کی قضا نہیں دی جا سکتی۔"[4]

نیز آپ نے فرمایا: "شب و روز کی 24 گھڑیاں ہیں۔ پہلی گھڑی دوسری سے بہتر ہے، دوسری تیسری سے اور تیسری چوتھی سے بہتر ہے......" اسی طرح آپ گھڑیاں شمار کرتے ہوئے آخری عدد تک پہنچے۔[5]

سفیان رحمہ اللہ جلیل القدر اور عظیم الشان عبادتوں سے زیادہ ایک عبادت کے بہت شائق اور مشتاق تھے اور وہ عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی عنایتوں کا

① حلية الأولياء: 285/7. ② حلية الأولياء: 285/7.

③ شعب الإيمان: 272/2. ④ حلية الأولياء: 275/7.

⑤ طبقات المحدثين بأصبهان: 247/3.

تذکرہ کرنا۔

ابن ابو الحواری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ صبح تک آپس میں اسی بات پر مذاکرہ کرتے رہے کہ دنیا کی جو شہوات اور لذتیں ان دونوں پر مخفی ہیں ان پر اللہ کی حمد و ثنا کی جائے، چنانچہ سفیان رحمہ اللہ فرمانے لگے: ''اللہ تعالیٰ نے فلاں معاملے میں ہم پر انعام کیا ہے اور ہمارے ساتھ فلاں فلاں حسن سلوک کیا ہے۔''

سفیان بن عیینہ اللہ کے اس فرمان:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''ہم انھیں آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) لے جائیں گے اس طرح کہ انھیں علم تک نہ ہوگا۔''[1]

کے بارے میں کہتے ہیں: ''ہم ان پر نعمتیں کرتے چلے جائیں گے اور شکر کرنے سے انھیں روک دیں گے۔'' نیز فرمایا: ''وہ جب بھی کوئی نیا گناہ کریں گے تو میں انھیں نئی نعمت دوں گا۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر ہمارے قلوب پاکیزہ ہو جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے کبھی سیر نہ ہوں۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے اوپر کوئی ایسا دن یا رات آئے جس میں میں کلام اللہ کو نہ دیکھوں، یعنی قرآن کریم کو اوپر دیکھ کر نہ پڑھوں۔''[3]

ابو روح کہتے ہیں: ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس چیز کو بندہ ناپسند کرتا ہے وہ اس چیز سے بہتر ہے جسے وہ پسند کرتا ہے کیونکہ جو چیز اسے ناپسند ہے وہ اسے دعا کے لیے

① القلم 68:44. ② الشكر لابن أبي الدنيا:41.
③ حلية الأولياء:272/7.

ابھارتی ہے اور جس چیز کو وہ پسند کرتا ہے وہ اسے غافل کر دیتی ہے۔‘‘ ①

سفیان رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ اور اساتذہ سے عبادت کے اصولوں اور ان میں شدید محنت اور جدوجہد کی تعلیم پائی تھی۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ’’ابواسحاق رحمہ اللہ گرمیوں میں پوری رات اور سردیوں میں رات کے پہلے اور آخری حصے میں قیام کرتے اور درمیانی رات میں ہلکی نیند سوتے تھے۔‘‘ ②

نیز آپ نے فرمایا: ’’میں نے سلیمان تیمی رحمہ اللہ کو اس وقت دیکھا جب وہ بہت بزرگ ہو چکے تھے، ان کی آستین میں لکھے ہوئے اوراق تھے اور وہ علم کی تلاش میں تھے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ نماز پڑھنے والوں میں سے تھے۔ آپ کے گھر کے راستے کی اسّی سیڑھیاں تھیں جنھیں چڑھ کر آپ اوپر جایا کرتے تھے۔ جب آپ آخری سیڑھی پر پہنچ جاتے تو (صحن میں) بیٹھنے سے پہلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتے تھے۔‘‘ ③

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ آخرت پر نگاہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی ملاقات کے منتظر رہتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے: ’’قیامت کے دن مومن آدمی کے لیے کھڑا ہونا اسی طرح آسان ہوگا جس طرح اس فرض نماز میں اس کے لیے کھڑا ہونا آسان ہے جو دنیا میں اس نے پڑھی ہے اور اس نے اس میں رکوع و سجود پورے پورے ادا کیے ہیں۔‘‘ ④

① شعب الإيمان: 211/7.
② التهجد لا بن أبي الدنيا: 195.
③ التهجد لابن أبي الدنيا: 193.
④ حلية الأولياء: 23/10.

عقیدہ و منہج

صحیح عقیدے اور واضح و پاک صاف منہج کا عبادت کی صحت پر بہت عظیم اور گہرا اثر ہے اور صحیح عقیدے ہی سے بندہ اپنے آقا اور رب کی جانب صحیح سفر کرسکتا ہے۔ کتنی ہی قومیں ایسی ہیں جنھوں نے عبادت میں بہت زیادہ محنت و مشقت برداشت کی، فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کیا لیکن طریق کار اور منہج میں غلطی کھانے کی وجہ سے ان کی عبادتیں اور اعمال بکھری ہوئی راکھ اور اڑتے ہوئے گرد وغبار کے مانند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴾

”اور انھوں نے جو (بظاہر نیک) عمل کیے ہوں گے، ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتا ہوا گرد وغبار بنا دیں گے۔“[1]

بسا اوقات بندہ بہت زیادہ عبادت گزار ہوتا ہے یا وہ استقامت کا دعوے دار ہوتا ہے لیکن اس کا اعتقاد فاسد ہوتا ہے یا اس میں کوئی خرابی ہوتی ہے اور اس کا منہج اور طریق کار غیر واضح ہوتا ہے تو وہ اہل بدعت کے کسی گروہ کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے، لہٰذا صحیح عقیدہ اور منہج اہل سنت کے عقیدے پر استقامت اور ان کے منہج کو لازم پکڑنے کے ساتھ ساتھ ہلاک ہونے والے گروہوں کے منہج اور طریقوں سے بچنے سے حاصل ہوتا ہے اور (جب یہ حاصل ہو جائے تو) بندے کو آخر تک اسی راستے اور عقیدے کو مضبوطی

[1] الفرقان 25:23.

سے تھامے رکھنا چاہیے۔

منہج سلیم اور صحیح عقیدے کے بغیر بندہ جتنے بھی دروازے کھٹکھٹا کر اور جتنی بھی گلیوں اور راستوں میں گھوم پھر کر حق کو تلاش کرنا چاہے وہ کبھی بھی حق تک نہیں پہنچ سکتا۔

خوارج اپنی کثیر نمازوں اور روزوں کے باوجود گمراہ لوگوں میں سے تھے کیونکہ وہ صحیح منہج سے بے علم رہے اور اہل سنت کے راستے سے ہٹ گئے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اہل سنت و الجماعت کے عقیدے پر گامزن تھے اور آپ صاحب سنت اور اس پر عمل پیرا تھے۔

ابو رجاء قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ ائمہ کرام کا وہ فرمان ہے جو اسلام اور سنت پر مبنی ہے (یہ کہ)

- اللہ تعالیٰ کی قضا اور فیصلے پر رضامندی کا اظہار۔
- اللہ کے حکم کی کامل اطاعت، اس کے حکم پر صبر کرنا، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا۔
- جس کا اللہ حکم دے اس پر عمل کرنا، اور جس چیز سے وہ روکے اس سے باز آنا۔
- اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا۔
- دین کے معاملے میں جنگ وجدال، مناظرے، بحث ومباحثے اور جھگڑے ترک کرنا۔
- موزوں پر مسح کرنا۔
- ہر خلیفہ کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف جہاد کرنا (اگر وہ فاسق و فاجر ہے تب بھی) تمھارے لیے اس کا جہاد مفید ہے اور اس کا شر اسی کے لیے (باعث نقصان) ہے۔
- ہر نیکوکار اور فاسق و فاجر کے ساتھ باجماعت نماز (جمعہ وعیدین وغیرہ) ادا کرنا۔
- اہل قبلہ میں سے ہر فوت ہونے والے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے۔
- ایمان قول وعمل کا نام ہے، نیز ایمان بڑھتا رہتا ہے۔

- قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔
- ہم اہل توحید میں سے کسی شخص کے ایمان کی قطعی گواہی دیتے ہیں نہ کسی کو جنت یا جہنم کا مستحق قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔
- ہم کسی کی تکفیر نہیں کرتے، خواہ وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے ماسوا اس شخص کے جو نماز ترک کرے۔
- ہم حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرتے اگرچہ وہ جنگ پر آمادہ ہوں۔
- ہم ہر اس شخص سے اظہار براءت کرتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تلوار (ہتھیار) اٹھانے کا قائل ہو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔
- اس امت کے نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر اور پھر عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔
- ہم اصحاب محمد (ﷺ) کی خامیاں اور عیوب بیان کرنے سے باز رہتے ہیں۔
- ہم ان میں سے کسی کا برائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں نہ ان میں سے کسی کی تنقیص کرتے ہیں۔
- دیدار الٰہی پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے منقول احادیث کی تصدیق کرتے ہیں۔
- ہم رسول اللہ ﷺ کی جانب سے آنے والی ہر حدیث کی پیروی اور اتباع کرتے ہیں ماسوا اس صورت میں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث منسوخ ہے تو پھر ناسخ پر عمل کیا جاتا ہے۔
- عذاب قبر حق ہے، میزان (روز قیامت ترازو کا نصب ہونا) حق ہے، حوضِ کوثر حق ہے، شفاعت نبی حق ہے، جہنم میں سے ایک گروہ کا نکالا جانا حق ہے، دجال کا نکلنا حق

ہے، صلہ رحمی حق ہے۔

❁ جب تو دیکھے کہ کوئی شخص سفیان ثوری، مالک بن انس، ایوب سختیانی، عبداللہ بن عون، یونس بن عبید، سلیمان تیمی، شریک، ابوالاحوص، فضیل بن عیاض، سفیان بن عیینہ، لیث بن سعد، ابن مبارک، وکیع بن جراح، یحییٰ بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن یحییٰ، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ سے اظہار محبت کر رہا ہے تو جان لے کہ بلاشبہ وہ صحیح راستے پر ہے۔ جب تو دیکھے کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ اہل تشکیک یا سوفسطائی (یونانی فلاسفہ سے متاثر ایک گروہ) ہیں تو اس سے بچ جا کیونکہ وہ صحیح راستے پر نہیں ہے۔ جب کوئی انھیں مُشَبِّهَهْ (صفات الٰہی میں تشبیہ کے قائلین) میں سے کہے تو اس سے بچ جا، وہ بلاشبہ جہمی ہے۔ اور جو شخص انھیں مُجَبِّرَة (جبریہ فرقے سے متعلق) کہے تو اس سے بھی بچ جا کیونکہ وہ قدری ہے۔ ایمان بڑھتا رہتا ہے۔ ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے۔ نماز ایمان کا حصہ ہے۔ زکاۃ ایمان کا حصہ ہے۔ حج ایمان کا حصہ ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیز دور کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں لوگ ''مومن'' ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہی نام رکھا ہے اور وہ اقرار توحید کرتے اور حدود اور وراثت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہم بعض باطل فرقوں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ شریعت میں فلاں عمل ''حق'' ہے بلکہ ہم اسے فرض یا واجب کہیں گے۔ اور ہم نبی ﷺ کو فقط عبداللہ (اللہ کا بندہ) نہیں بلکہ انھیں عبدہٗ ورسولہٗ (اللہ کا بندہ اور اس کا رسول) کہتے ہیں۔ اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان جبریل اور میکائیل کے ایمان جیسا ہے کیونکہ ان کا ایمان قبول کیا گیا ہے۔ کسی قدری، رافضی اور جہمی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ آیت مخلوق ہے۔ وہ کافر ہے، وہ آیت یہ ہے:

﴿ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ ﴾

”بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، چنانچہ تو میری ہی عبادت کر۔“ [1]

چنانچہ اللہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم نہیں دے رہا کہ وہ کسی مخلوق کی عبادت کرے جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان پر عرش پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ○﴾

”وہ رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور کرۂ خاک کے نیچے والی چیزیں (بھی۔)“ [2]

❁ جنت و جہنم دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، وہ کبھی فنا نہ ہوں گی۔ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رکوع، سجود اور اس میں قراءت کے ساتھ فرض ہے۔ [3]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بڑی مختصر عبارت اور چند کلمات میں اہل سنت کے منہج کی وضاحت فرمائی ہے۔

حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ سے لوگوں کے ”اہل سنت والجماعت“ اور ”سنی و جماعتی“ کہنے، نیز سنت اور الجماعت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”الجماعہ“ سے مراد (ان اصول و قواعد پر) اتفاق ہے جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کے ذریعے سے اکٹھے ہوئے تھے اور سنت سے مراد ہے حکمرانوں کے معاملے میں صبر کرنا ہے، خواہ وہ ظلم و زیادتی کریں۔ [4]

[1] طٰہٰ 14:20. [2] طٰہٰ 6,5:20.

[3] شعار أصحاب الحديث: 30. [4] مشيخة ابن الحطاب: 116.

ایمان کے بارے میں ابن عیینہ کا زاویۂ نظر

ابراہیم بن سعید جوہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایمان قول وعمل کا نام ہے اور وہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔''[1]

ایک مرتبہ سفیان رحمہ اللہ سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ایمان قول وعمل ہے اور وہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا اتنا وہ بڑھتا ہے اور وہ کم ہوتا ہے تو تیرے پاس اتنا ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔'' یہ کہہ کر انھوں نے اپنی انگلیوں کے ساتھ ایمان کی کمی کا اشارہ کیا۔[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ علمائے کرام نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے معاملے میں عقیدے کی اصلاح نہیں کرتا، وہ اپنی تقدیر کی اصلاح نہیں کرسکتا۔''[3]

یحییٰ بن آدم بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَرَحۡمَتِيۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٍ ؕ ﴾

''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔''[4]

تو شیطان نے اپنی گردن لمبی کی اور کہا کہ میں بھی ''چیز'' میں شامل ہوں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

① سیر أعلام النبلاء: 468/8. ② طبقات المحدثين بأصبهان: 243/2.
③ شعب الإيمان: 225/1. ④ الأعراف 156:7.

﴿فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''چنانچہ جلد ہی میں اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیز گار ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور ان کے لیے بھی جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔''[1]

یہ سن کر یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں لمبی کیں اور کہا: ''ہم تورات و انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو ابلیس اور یہود و نصاریٰ سے اچک لیا اور اُسے اس امت کے لیے مخصوص کر دیا اور فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾

''(یعنی) وہ لوگ جو اس رسول امی نبی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔''[2]

احمد بن ابو الحواری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کی قسم! تم اس وقت تک اس معاملے (دین اسلام) کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تمھیں اللہ عزوجل ہر چیز سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔ اور جو شخص قرآن کریم سے محبت کرتا ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔''

محبت کا مفہوم

حلیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے کئی مفہوم ہیں:

① یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کا نام قابل عزت ہے اور وہ ہر اعتبار سے لائق حمد و ستائش ہے، نیز اس کی ہر صفت درحقیقت اسی کی مدح و تعریف ہے۔

① الأعراف 156:7. ② الأعراف 157:7، دیکھیے شعب الإیمان: 343/1.

② یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا اوران پر فضل و انعام کرنے والا ہے۔

③ یہ اعتقاد رکھنا کہ بلاشبہ اللہ کی طرف سے ہونے والا احسان اس بات سے کہیں بڑا اور جلیل القدر ہے کہ بندے کے قول یا عمل سے اس کا بدلہ دیا جا سکے، خواہ بندہ کتنا ہی عمدہ اورزیادہ شکر کر لے۔

④ احکام الٰہی اوراس کے فیصلوں کو کم سمجھے نہ اس کی طرف سے لاگو کی ہوئی ذمہ داریوں کو زیادہ سمجھے۔

⑤ اپنے عمومی کرداراور طرز عمل میں ہر وقت اسے یہ ڈر، خدشہ اور خوف رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس سے اعراض اور بے رخی نہ کرے اوراس سے اپنی وہ معرفت چھین نہ لے جس کی وجہ سے اس نے اسے عزت بخشی ہے اوراس سے وہ عقیدہ توحید سلب نہ کر لے جس کے ساتھ اس نے اسے حسنِ کردار سے نوازا ہے۔

⑥ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کی تمام خواہشات اللہ تعالیٰ ہی کے ذریعے سے پوری ہوتی ہیں۔ کسی بھی حالت میں یہ خیال اس کے دل میں نہ سمائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہے۔

⑦ ان مفاہیم کی دل نشینی اسے اس بات پر ابھارے کہ وہ ہمیشہ اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق احسن انداز سے اللہ تعالیٰ (کی عبادت اوراس) کا ذکر کرے۔

⑧ وہ اپنے فرائض سرانجام دینے کی حرص رکھے اور بقدر استطاعت نوافل اور بھلائی کے کاموں کے ذریعے سے اللہ کے تقرب کے حصول کا لالچ رکھے۔

⑨ کسی دوسرے شخص سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سنے یا کسی کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے اوراس کے راستے میں خفیہ یا علانیہ جہاد کر رہا ہے تو

وہ اس کی مدد کرے، اس کی معیت اختیار کرے اور اس کے ساتھ دوستی رکھے۔

⑩ اگر وہ کسی آدمی کو اللہ کا نامناسب ذکر کرتے سنے تو اُسے اس طرح اُس کی مدد کرنی چاہیے کہ وہ اس کیفیت سے نکل جائے یا وہ اسے کسی پوشیدہ یا ظاہری گمراہی میں مبتلا پائے تو اس کی مخالفت کرے، اس کے آڑے آئے اور اسے چھوڑ دے۔

جب محبت کے یہ مفاہیم اور معانی کسی آدمی کے دل میں جمع ہو جائیں تو ان کا دل میں جمع ہونا ہی وہ چیز ہے جس کی طرف محبت الٰہی کے نام سے پہلے اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ معانی اگرچہ ایک ہی جگہ اکٹھے نہیں ملتے لیکن متفرق طور پر نبیٔ اکرم ﷺ سے یا دیگر معتبر شخصیات سے منقول ہیں۔[1]

ایمان کا قول و عمل پر مشتمل ہونا

اسحاق بن بہلول کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''ایمان قول و عمل کا نام ہے اور وہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ کیا تو یہ آیت نہیں پڑھتا؟

﴿ لِيَزْدَادُوٓا۟ إِيمَـٰنًا مَّعَ إِيمَـٰنِهِمْ ۗ ﴾

''تاکہ ان کے ایمان میں (مزید) ایمان کا اضافہ ہو۔''[2]

ابو عبداللہ محمد بن عبدالملک مصیصی بیان کرتے ہیں کہ 170ھ میں ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس موجود تھے تو ایک آدمی نے آپ سے ایمان کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ قول و عمل کا نام ہے۔'' اس آدمی نے پوچھا: ''کیا ایمان کم و بیش ہوتا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''جتنا اللہ چاہتا ہے اتنا بڑھتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے حتی کہ اتنا بھی باقی

① شعب الإیمان: 365/1. ② الفتح 48:4، السنة للخلال: 591/3. اس کی سند صحیح ہے۔

نہیں بچتا۔'' یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا۔ اس آدمی نے کہا: ''ہمارے ہاں ایک گروہ ہے، وہ کہتا ہے کہ ایمان عمل کے بجائے صرف قول کا نام ہے، اس گروہ کے ساتھ ہم کیا طرز عمل اختیار کریں؟'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ایمان کے احکام اور اس کی حدود مقرر ہونے سے پہلے دور کے متعلق تو ان لوگوں کا قول ہی صحیح ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف اس دعوت کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ سب لوگ اس بات کا اقرار کرلیں: '' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' لہٰذا جب انھوں نے اس کلمے کا اقرار کرلیا تو انھوں نے اسلام کے حق کے سوا اپنا خون اور اپنا مال اس کلمے کے ذریعے سے بچا لیا اور اب ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے اس بات کی سچائی کو جان لیا تو اس نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انھیں نماز کا حکم دیں، چنانچہ آپ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ کی قسم! اگر انھوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی ہوتی تو ان کا اقرار توحید انھیں کوئی فائدہ نہ دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے اس بات کی صداقت معلوم کرلی تو اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انھیں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیں، چنانچہ آپ نے انھیں اس کا حکم دیا تو انھوں نے اس کی تعمیل کی۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ہجرت نہ کرتے تو انھیں ان کا اقرار توحید اور نماز کوئی فائدہ نہ دیتی۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے دلوں سے اس بات کی صداقت معلوم کرلی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مکہ مکرمہ کی طرف لوٹنے کا حکم دیا تاکہ وہ اپنے آباء اور بیٹوں سے قتال کریں حتی کہ وہ بھی اسی طرح اس کلمۂ توحید کا اقرار کرلیں جس طرح انھوں نے کیا ہے، ان کی نماز کے مانند نمازیں ادا کریں اور ان کی ہجرت کے مانند ہجرت کریں، چنانچہ آپ نے انھیں اس کا حکم دیا تو انھوں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی حتی کہ ان میں سے

ایک آدمی اپنے باپ کا سر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! یہ کافروں کے سردار کا سر ہے۔'' اللہ کی قسم! اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو ان کا اقرار توحید انھیں کوئی فائدہ دیتا نہ ان کی نماز اور ان کی ہجرت انھیں کوئی فائدہ دیتی اور نہ ان کا قتال کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی صداقت کو ان کے دلوں سے معلوم کر لیا تو اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ انھیں بیت اللہ کا بطور عبادت طواف کرنے اور اپنے سروں کو بطور عاجزی منڈوانے کا حکم دے دیں، چنانچہ انھوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کا اقرار توحید، ان کی نمازیں، ان کی ہجرت اور اپنے باپوں کو قتل کرنا انھیں کوئی فائدہ نہ دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی صداقت کو ان کے دلوں سے معلوم کر لیا تو اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر کے انھیں پاک کریں، چنانچہ آپ نے انھیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی حتی کہ ان کے پاس تھوڑا بہت جو بھی تھا، وہ بطور صدقہ لے کر حاضر ہو گئے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو ان کا اقرار توحید، ان کی نمازیں، ان کی ہجرت، ان کا اپنے باپوں کو قتل کرنا اور ان کا طواف انھیں کوئی فائدہ نہ دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر پے در پے آنے والے شرعی احکام و حدود کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے میں ان کے دلوں کی تصدیق معلوم کر لی تو اللہ نے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ﴾

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''[1]

[1] المآئدة 5:3.

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے ایمان کی خصلتوں میں سے ایک خصلت کو بھی جان بوجھ کر ترک کیا، وہ شخص اسی خصلت کو ترک کرنے کی وجہ سے ہمارے نزدیک کافر ہے۔ جس شخص نے اسے سستی یا بے پروائی کی وجہ سے ترک کیا تو ہم اس کی تربیت اور فہمائش کریں گے اور وہ ہمارے نزدیک ناقص ایمان والا ہے۔ سنت اسی طرح ہے۔ میری طرف سے ہر اس شخص کو یہ سنت پہنچا دو جو تم سے ایمان کے بارے میں سوال کرے۔''[1]

حمیدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ایمان قول و عمل کا نام ہے اور وہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔'' اس پر آپ کے بھائی ابراہیم بن عیینہ رحمہ اللہ نے ان سے کہا: ''اے ابو محمد! یہ نہ کہو کہ وہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔'' یہ سن کر آپ بہت غضب ناک ہوئے اور فرمایا: ''اے بچے! خاموش ہو جا بلکہ وہ اس قدر کم ہو جاتا ہے کہ اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔''[2]

امام لالکائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہی قول فقہاء میں سے مالک بن انس، عبدالعزیز بن ابوسلمہ ماجشون، لیث بن سعد، اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز، ابن جریج، سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض، نافع بن عمر جمحی، محمد بن مسلم طائفی، محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان، مثنیٰ بن صباح، شافعی، عبداللہ بن زبیر حمیدی، ابو ابراہیم مزنی، سفیان ثوری، شریک، ابوبکر بن عیاش، وکیع، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، یحییٰ بن سعید قطان، عبداللہ بن مبارک، ابو اسحاق فزاری، نضر بن محمد مروزی، نضر بن شمیل، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو ثور اور ابو عبید رحمہم اللہ کا ہے۔''[3]

---

[1] الشريعة للآجري: 106. [2] الشريعة للآجري: 117.

[3] اعتقاد أهل السنة: 4/832.

ابوقدامہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں جب قرآن کریم کی آیت:

﴿مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا﴾

''جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلوا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کی مثل لے آتے ہیں۔''[1]

تلاوت کرتا تھا تو مجھے اس کا مفہوم معلوم نہیں تھا۔ میں کہتا تھا کہ یہ بھی قرآن ہے اور یہ بھی قرآن ہے تو یہ کیسے دوسرے سے بہتر ہوسکتا ہے حتی کہ مجھ سے یہ تفسیر بیان کی گئی کہ ہم تمھارے لیے وہ چیز لے کر آتے ہیں جو تمھارے لیے زیادہ بہتر، زیادہ آسان، زیادہ نرم اور زیادہ سہل ہے۔''[2]

محمد بن سلیمان لوین بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ایک آدمی کہتا ہے: ''کیا تو مومن ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''اس سے کہو: مجھے اپنے ایمان کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے اور تیرا مجھ سے سوال کرنا بدعت ہے اور کہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں بدبخت ہوں یا خوش بخت، کیا میرا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے یا غیر مقبول؟''[3]

ایک مرتبہ آپ نے لوگوں کو وعظ کیا جس سے ان کے دل نرم پڑ گئے تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر آپ سے کہا: ''اے ابومحمد! اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ اگر میں اس منبر کے پاس کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کروں کہ آج کے بعد میں کبھی اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔'' اس پر سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس سے بڑا تیرا جرم کیا ہوگا کہ تو اللہ تعالیٰ کے خلاف یہ قسم کھا لے کہ تیرے بارے میں اس کا حکم نہیں چلتا۔''[4]

[1] البقرة 2:106.　[2] السنة للمروزي: 1/70.　[3] الشريعة للآجري: 148.
[4] السنة للخلال: 3/561.

صفات الٰہی کے بارے میں سفیان رحمہ اللہ کا نظریہ

احمد بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے دلوں کے اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہونے اور بازاروں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے اللہ کے ہنسنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''ان صفات کو اسی طرح کیفیت بیان کیے بغیر جاری رہنے دو اور اسے تسلیم کرو۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا گیا:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾

''وہ رحمٰن ہے، عرش پر مستوی ہے۔''[2]

آخر اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح مستوی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا عرش پر متمکن ہونا معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت انسانی عقل سے ماوراء ہے۔ پیغام (رسالت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور رسول پر اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا اور ہم پر اس کی تصدیق کرنا فرض ہے۔''[3]

حافظ ابو نصر عبیداللہ بن سعید وائلی سجزی سنت کے بارے میں تالیف کردہ اپنی کتاب

---

① تهذيب الكمال:514/1. ② طٰهٰ 5:20.

③ اعتقاد أهل السنة:398/3.

''الابانہ'' میں فرماتے ہیں: ''ہمارے امام سفیان ثوری، مالک، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، فضیل، ابن مبارک، احمد اور اسحاق وغیرہ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود عرش کے اوپر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے۔ بلاشبہ وہ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے۔ وہ ناراض بھی ہوتا ہے اور رضامند بھی اور وہ جو کلام کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔''

میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ انھوں نے جو بات ائمہ سے نقل کی ہے وہ مشہور اور محفوظ بات ہے ماسوا ایک کلمے کے اور وہ ہے: بذاته (بذات خود) یہ کلمہ ان کی ذاتی رائے ہے جسے انھوں نے معنوی طور پر ان ائمہ کی طرف منسوب کر دیا ہے تاکہ وہ عرش اور عرش کے علاوہ دوسرے مقامات کے درمیان فرق ظاہر کر سکیں۔[1]

عیسیٰ بن موسیٰ بن اسحاق انصاری کہتے ہیں: میرے والد نے سفیان رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے جیسے بھی قرآن کریم میں اپنی صفت بیان کی ہے، اس کی قراءت و تلاوت ہی اس کی تفسیر ہے اور اس میں کسی قسم کی کیفیت اور تمثیل کا تذکرہ نہیں ہے۔''[2]

احمد بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے بڑے اصرار کے ساتھ سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: ''مجھے چھوڑ دو تاکہ میں سانس لے سکوں۔'' میں نے کہا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کیسے ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ يَحْمِلُ السَّمَاوَاتِ عَلٰى أُصْبُعٍ»

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنی انگلی پر اٹھاتا ہے۔''[3]

① العلو للعلي الغفار: 248. ② اعتقاد أهل السنة: 431/3.

③ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ......﴾، حديث: 4811، وصحيح مسلم، صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2786، والسنن الكبرى للنسائي: 447/6 واللفظ له.

اور یہ حدیث کیسے ہے:

«إِنَّ قُلُوبَ الْعِبَادِ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ»

''بلاشبہ بندوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔''[1]

اور یہ حدیث کیسے ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ يَعْجَبُ أَوْ يَضْحَكُ مِمَّنْ يَذْكُرُهُ فِي الْأَسْوَاقِ»

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر خوش ہوتا ہے یا ہنستا ہے جو بازار میں اس کا ذکر کرتا ہے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ صفات جیسے آئی ہیں ہم ان کا اسی طرح اقرار کرتے ہیں اور انھیں کیفیت کے بغیر بیان کرتے ہیں۔''[3]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے میں جو احادیث آپ روایت کرتے ہیں وہ کیسی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ''حق ہیں۔ ہم انھیں اسی طرح روایت کرتے ہیں جس طرح ہم نے انھیں ان لوگوں سے سنا جنھیں ہم معتبر سمجھتے ہیں، ان کی توثیق کرتے ہیں اور ان کے بیان پر راضی ہیں۔'' نیز فرمایا: ''ہم جہمی کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے۔ اور جہمی وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا۔''[4]

---

① صحيح مسلم، القدر، باب تصريف الله تعالى القلوب......، حديث: 2654، و مسند أحمد: 250/6، و السنة لابن أبي عاصم، ص: 115، حديث: 224، واللفظ له.

② اس حدیث کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں في الأسواق کے تذکرے کے ساتھ اس حدیث کو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ (دیکھیے مختصر العلو، ص: 165، رقم: 175)

③ سير أعلام النبلاء: 465/8، والتمهيد لابن عبدالبر: 149/7. اس واقعے کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (مختصر العلو، ص: 166,165)

④ اعتقاد أهل السنة: 503/3.

قیامت کے دن مومنوں کے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور تابعین سے روایات مروی ہیں۔ صحابۂ کرام کے آثار کو مالک بن انس، لیث بن سعد، اوزاعی، عبدالعزیز بن ابو سلمہ ماجشون، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شریک بن عبداللہ نخعی، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، خارجہ بن مصعب، جریر بن عبدالحمید، عبداللہ بن مبارک، وکیع، یزید بن ہارون، محمد بن ادریس شافعی، ابونعیم فضل بن دکین، سلیمان بن حرب، ابونضر ہاشم بن قاسم، عبداللہ بن وہب مصری، علی بن حسن بن شقیق اور ہشام بن عبیداللہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔[1]

① اعتقاد أهل السنة:3/470.

قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر دلائل و براہین

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾

''آگاہ رہو! پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کے لیے روا ہے۔''①

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کو بیان فرمایا ہے۔''②

محمد بن منصور جواز مکّی بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ سے کسی آدمی نے سوال کیا: ''اے ابو محمد! آپ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اسی سے اس کا صدور ہوا ہے اور وہ اسی کی جانب لوٹ جائے گا۔''③

اسحاق بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ہم اس سے عمدہ اور بہتر بات نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جبکہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام تبدیل کر دیں۔''④

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو اس بات کا قائل نہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور بلاشبہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا جائے گا، وہ جہمی ہے۔''⑤

① الأعراف 7:54.
② اعتقاد أهل السنة: 3/174.
③ العلو للعلي الغفار: 155.
④ اعتقاد أهل السنة: 2/348.
⑤ اعتقاد أهل السنة: 3/653.

ابو محمد یحییٰ بن خلف مقری کہتے ہیں کہ میں 167 ھ میں مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس تھا تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے ابو عبداللہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ کافر اور زندیق ہے، اسے قتل کر دو۔'' اس نے کہا: ''میں نے تو ایک سنی ہوئی بات آپ سے بیان کی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے تو یہ بات کسی سے نہیں سنی، صرف تجھی سے سنی ہے۔''

ابو محمد (یحییٰ) کہتے ہیں کہ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری، چنانچہ میں مصر آیا اور لیث بن سعد سے ملاقات کی۔ میں نے ان سے کہا: ''اے ابو حارث! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے؟'' پھر میں نے ان سے وہ گفتگو بھی بیان کی جو امام مالک کے ساتھ ہوئی تھی۔ انھوں نے کہا: ''وہ کافر ہے۔'' پھر میں ابن لہیعہ رحمہ اللہ سے ملا اور ان سے بھی اسی طرح کہا جس طرح لیث بن سعد رحمہ اللہ سے کہا تھا اور ان سے بھی وہی گفتگو بیان کی تو انھوں نے بھی فرمایا: ''وہ کافر ہے۔'' (یہاں تک ابو امیہ کی گفتگو ہے۔ اس کے بعد عباس ازہر کے الفاظ ہیں۔) عباس کہتے ہیں: ''میں مکہ مکرمہ آیا اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور ان سے اس آدمی کی گفتگو بیان کی تو آپ نے بھی فرمایا: ''وہ کافر ہے۔''[1]

محمد بن منصور جواز مکی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ قرآن کریم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ''وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اسی سے وہ صادر ہوا ہے اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔'' ابن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ دیدار الٰہی کے بارے میں آپ جو روایات بیان کرتے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دیدار الٰہی حق ہے۔ جن لوگوں کو ہم ثقہ سمجھتے ہیں اور ان

[1] اعتقاد أهل السنة: 250/2.

پر ہم راضی ہیں، ان سے سنی ہوئی تمام احادیث حق ہیں۔''

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نے 70 سال سے اپنے جن اساتذہ کو پایا ہے، جن میں عمرو بن دینار بھی شامل ہیں، وہ سبھی کہتے تھے: ''قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔''[1]

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عمرو بن دینار رحمہ اللہ کے اساتذہ صحابۂ کرام کی ایک جماعت ہے جس میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور کبار تابعین کی ایک جماعت ہے۔''

یہ قول (قرآن کریم کو کلام الٰہی کہنا) علی بن حسین، جعفر بن محمد الصادق، مالک بن انس، لیث بن سعد، سفیان بن عیَینہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی، محمد بن ادریس شافعی، یحییٰ بن یحییٰ، احمد بن حنبل، ابوعبید، محمد بن اسماعیل بخاری اور ان کے علاوہ کئی جلیل القدر مشائخ رحمہم اللہ سے منقول ہے۔ قرآن کریم کو مخلوق قرار دینے کی بدعت جعد بن درہم نے شروع کی جس سے جہم بن صفوان نے حاصل کی۔ جعد کو خالد بن عبداللہ قَسری رحمہ اللہ نے عیدالاضحیٰ کے دن ذبح کیا۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سنت اور اہل سنت سے محبت کرنے والے اور پاکیزہ عقائد والے لوگوں کا بہت احترام کرتے تھے، خواہ وہ عوام الناس ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں۔

اسد بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس تھے تو انھیں دراوردی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر پہنچی۔ آپ بہت بے تاب ہوئے اور آپ نے بے تابی کا اظہار کیا، حالانکہ وہ فوت نہیں ہوئے تھے۔ ہم نے کہا: ''ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ کو اس

[1] شعب الإیمان: 190/1. [2] شعب الإیمان: 190/1.

حد تک صدمہ پہنچے گا۔'' آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ وہ اہل سنت میں سے تھے۔''[1]

سفیان رحمۃ اللہ اہل بدعت پر بہت حیرت کا اظہار کرتے تھے کہ علم ہونے کے باوجود کیسے ان کے قدم ٹھوکر کھا گئے اور عوام کے عقائد ان کی جہالت کے باوجود کیسے سلامت رہے ہیں؟

عبداللہ بن زبیر مکی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابن عیینہ رحمۃ اللہ سے کہا: ''اے ابومحمد! وہاں (ہمارے علاقے میں) ایک آدمی ہے جو تقدیر کو جھٹلاتا ہے۔'' سفیان نے فرمایا: ''میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور میرے پہلو میں ایک بدو بھی خاموشی کے ساتھ طواف کر رہا تھا۔ جب اس کا طواف مکمل ہو گیا تو وہ مقام ابراہیم پر آیا اور دو رکعتیں پڑھیں، پھر وہ بیت اللہ کے برابر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ! لغزشوں، کوتاہیوں اور گناہوں میں مجھ سے بڑھ کر کون ہے؟ بلاشبہ تو نے مجھے کمزور پیدا کیا ہے اور معاف کرنے اور درگزر کرنے میں تجھ سے بڑھ کر کون ہے؟ میرے بارے میں تیرا علم سبقت لے گیا ہے۔ تیری قضا اور تقدیر مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ میں نے تیری اجازت سے تیری فرمانبرداری کی ہے اور تیری ہی طرف میری انتہا ہوگی۔ میں نے تیرے علم کے مطابق تیری نافرمانیاں کی ہیں اور تیری حجت میرے خلاف قائم ہو چکی ہے۔ پس میں اپنے اوپر تیری حجت کے واجب ہونے اور اپنی حجت کے منقطع ہونے، تیرے سامنے اپنے حاجت مند ہونے اور مجھ سے تیرے غنی اور بے پروا ہونے کی وجہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرما دے۔''

سفیان کہتے ہیں: ''جب میں نے ان کلمات کے ساتھ اس کی گفتگو سنی تو میں اس قدر خوش ہوا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں اس سے پہلے کبھی اس طرح خوش ہوا ہوں گا۔''[2]

[1] اعتقاد أهل السنة: 66/1. [2] اعتقاد أهل السنة: 653/3.

اہلِ بدعت اور نفس پرستوں کے بارے میں آپ کا موقف

سفیان رحمہ اللہ اہل بدعت کے شدید مخالف تھے۔ آپ لوگوں کو ان سے ڈراتے تھے اور خود ان کے قریب ہوتے نہ ان کے ساتھ کسی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔

محمد بن داود حدائی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا: ''ابراہیم بن ابو یحییٰ تقدیر کے متعلق گفتگو کرتا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس کے معاملے کی بابت لوگوں کو بتاؤ اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ سے ''قدریہ'' فرقے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''قدریہ نے وہ بات کہی ہے جو اللہ عزوجل نے کہی ہے نہ فرشتوں، انبیاء، اہل جنت اور اہل جہنم نے کہی حتی کہ ان کے بھائی ابلیس نے بھی نہیں کہی۔''[2]

ابو جعفر حذاء کہتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: ''ابراہیم بن ابو یحییٰ تقدیر کے بارے میں باتیں کرتا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''لوگوں کو اس کی بدعت سے روشناس کراؤ اور اپنے رب سے عافیت مانگو۔'' (امام احمد نے ''العلل'' میں دو جگہ اور عقیلی نے ''الضعفاء'' میں اسے روایت کیا ہے۔)[3]

عبداللہ بن سوار کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''زمین میں جو کوئی بھی بدعتی

① تلبيس إبليس: 22. ② مرهم العلل المضلة لعبد الله بن أسعد اليافعي: 147.
③ ذم الكلام: 4/218.

شخص ہے، وہ ضرور ایسی ذلت اور رسوائی پائے گا جو اسے ڈھانپ لے گی اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''کتاب اللہ میں کہاں ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ۚ﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے بچھڑے کو معبود بنایا، جلد ہی ان کے رب کا غضب ان پر آن پڑے گا اور (انھیں) دنیا کی زندگی میں ذلت نصیب ہوگی۔''[1]

لوگوں نے کہا: ''اے ابومحمد! یہ آیت تو بچھڑے والوں کے ساتھ خاص ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! ان الفاظ کے بعد میں جو ہے اسے پڑھو:

﴿وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ۝﴾

''اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔''[2]

لہٰذا یہ حکم قیامت تک آنے والے ہر بدعتی اور بہتان باندھنے والے کے لیے ہے۔''[3]

سعید بن ابومریم کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے ہمیں یہ حدیث سُنائی:

«مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ»

''جس شخص نے کسی بدعتی کی توقیر اور احترام کیا، بلاشبہ اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد کی۔''[4]

عمران بن موسیٰ طرسوسی کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص کسی بدعتی کے

① الأعراف 152:7. ② الأعراف 152:7.

③ حلية الأولياء: 280/7.

④ ذم الكلام: 136/5. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة: 340/4، حدیث: 1862)

جنازے میں شریک ہوا، وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا شکار رہتا ہے جب تک لوٹ نہ آئے۔"[1]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص کسی بدعتی کے جنازے میں حاضر ہوا، وہ اس وقت تک اللہ عزوجل کی ناراضی میں رہتا ہے جب تک وہ لوٹ نہ آئے اور بلاشبہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت کی ہے۔ فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا ، أَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ»

"جس نے اس میں کوئی نئی چیز جاری کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس کی کوئی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہیں کی جاتی۔"[2]

یہاں صَرْفٌ سے مراد فرضی اور عَدْلٌ سے مراد نفلی عبادت ہے۔"[3]

ابو مروان طبری کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "کسی رافضی کے پیچھے نماز پڑھو نہ کسی جہمی، قدری اور مرجی کے پیچھے۔"[4]

ابو بکر بن عفان کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ ایک دن ہمارے پاس آئے اور فرمایا: "آگاہ رہو! ابن ابی رواد مرجی سے بچو اور اس کے پاس نہ بیٹھو، ابراہیم بن ابو یحییٰ سے بھی بچو اور اس کی مجلس مت اختیار کرو۔"[5]

---

① ذم الكلام:144/5.

② صحيح البخاري، فضائل المدينة، باب حرم المدينة، حديث: 1870، وصحيح مسلم، الحج، باب فضل المدينة......، حديث: 1370، باختلاف يسير.

③ الصواعق المحرقة:709/2. ④ اعتقاد أهل السنة:735/4. ⑤ سير أعلام النبلاء :452/8.

حمیدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ بشر مریسی کہتا ہے کہ بلاشبہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس حقیر جانور کو ہلاک کرے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾

''ہرگز نہیں! بے شک اس روز وہ (کافر) اپنے رب (کے دیدار) سے یقیناً محروم رکھے جائیں گے۔''[1]

اگر اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور دشمنوں دونوں سے پردے میں رہے تو اللہ کے دوستوں کو اس کے دشمنوں پر کیا فضیلت ہوگی؟''[2]

ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس موجود تھے۔ منصور بن عمار[3] نے آپ سے قرآن کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے مارا اور اس کی جانب اپنی چھڑی کا اشارہ کیا۔ آپ سے کہا گیا: ''اے ابومحمد! بلاشبہ یہ عبادت گزار ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں تو اسے شیطان ہی سمجھتا ہوں۔''[4]

ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی عثمان، ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے

① المطففین 15:83. ② سیر أعلام النبلاء: 468/8.

③ ابوالسری منصور بن عمار الواعظ خراسانی بصری ایک مشہور زاہد تھا۔ وہ لیث، ابن لہیعہ، معروف خیاط اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابن سلیم، داود، احمد بن منیع، علی بن خشرم اور کئی اور نے روایت کی ہے۔ اس کے وعظ میں بڑی بلاغت تھی۔ وہ سامعین پر رقت طاری کر دیتا اور انھیں جوش دلاتا تھا۔ اس نے بغداد، شام اور مصر میں وعظ کیے اور بڑی شہرت حاصل کی۔ ابوحاتم کے نزدیک وہ روایت حدیث میں قوی نہیں تھا۔ ابن عدی اسے منکرِ حدیث گردانتے تھے اور عقیلی کہتے ہیں کہ اس میں جہمی عقیدہ پایا جاتا ہے، یعنی وہ صفاتِ الٰہی میں جہم کے خیالات کا پرچار کرتا تھا۔

④ سیر أعلام النبلاء: 94/9.

ہوئے تھے تو منصور بن عمار نے آپ سے پوچھا کہ کیا قرآن مخلوق ہے؟ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے اس کے سوال کو عجیب اور اجنبی سمجھا، آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''بلاشبہ میں تجھے شیطان سمجھتا ہوں۔'' جو چیز منصور لایا تھا، آپ نے اس کی تردید کی۔[1]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے پہاڑ کے اوپر سولی پر چڑھا دیا جائے۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''عبدالعزیز بن ابی رواد لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا تھا۔ جب اسے اصحاب حدیث نے چھوڑ دیا اور اس سے حدیث لینی ترک کردی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے ایسے چھوڑ دیا ہے جیسے میں بھاگنے والا کتا ہوں۔'' (عبدالعزیز بن ابی رواد مرجی تھا اور سفیان ثوری نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔)[3]

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن عبید نے کہا: ''کیا آپ کے والد نے آپ کو میرے پاس بیٹھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا: ''کیوں نہیں!''[4] (ابن عیینہ کو کوئی خطرہ نہیں تھا کہ عمرو کی نامناسب باتیں ان پر اثر انداز ہوں گی۔)

یحییٰ بن ابوقطیفہ سراج کہتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے تو لوگوں نے وہاں کھسر پھسر شروع کردی اور آپ کو پریشان کردیا۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''بشر آیا ہے۔'' آپ نے پوچھا: ''وہ کیا کہتا ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا: ''وہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے میرے پاس لاؤ اور دو گواہ بھی لے کر آؤ تاکہ میں گورنر سے کہوں کہ وہ اس کی گردن اڑا دے۔''[5]

① السنة لعبد اللّٰه: 169 . اس کی سند صحیح ہے۔

② السنة لعبد اللّٰه: 112 .

③ حلية الأولياء: 196/8 .

④ السنة لعبداللّٰه: 146/2 . اس کی سند صحیح ہے۔

⑤ السنة لعبداللّٰه: 174 .

عبدالرحمٰن بن عفان کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کے سامنے اس فتنے کا تذکرہ کیا گیا جس میں بشر مریسی [1] کو مارا گیا تھا تو ابن عیینہ رحمہ اللہ غصے کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ''تم ہلاک ہو جاؤ! قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ میں مختلف علماء کی صحبت میں رہا ہوں اور مختلف لوگوں سے ملا ہوں ۔ میں نے عمرو بن دینار اور ابن منکدر کی صحبت اختیار کی ہے......'' آپ نے منصور، اعمش اور مسعر بن کدام کا بھی تذکرہ کیا......اور فرمایا: ''ان سب نے معتزلہ، روافض اور قدریہ کے بارے میں کلام کیا ہے اور انھوں نے قوم کو ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہمیں تو صرف یہی معلوم ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور کہتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ان کا یہ قول کس قدر عیسائیوں کے قول سے ملتا جلتا ہے؟! ان کے پاس مت بیٹھو اور نہ ان کا کلام سنو۔'' عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس بشر مریسی کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے بشر کا مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا: ''وہ حقیر جانور کیا کہتا ہے؟ وہ حقیر جانور کیا کہتا ہے؟'' [2]

سعید بن نصر کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ حقیر جانور، یعنی بشر مریسی کیا کہتا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''اے ابو محمد! اس کا گمان ہے کہ قرآن کریم مخلوق ہے۔'' آپ نے

[1] بشر بن غیاث مریسی بدعتی اور گمراہ شخص ہے۔ اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس نے جو فقہ حاصل کی، اس کی کوئی وقعت نہیں۔ اس نے علم کلام میں خوب مہارت حاصل کی، پھر اس نے خلق قرآن کا نظریہ گھڑ لیا اور اس پر مناظرے بھی کرتا رہا۔ جہم بن صفوان سے اگرچہ اس کی ملاقات نہیں ہوئی لیکن اس کا نظریہ ضرور اپنا لیا تھا۔ اس پر بحث مباحثہ کرتا رہا اور اس نظریے کی دعوت بھی دیتا رہا۔ ابونضر ہاشم بن قاسم نے کہا: بشر مریسی کا والد یہودی، قسائی اور نصر بن مالک کے بازار میں رنگریز تھا۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں: بشر کو ہارون رشید کے دور میں اس کے اسی نظریے کی پاداش میں پکڑ کر سزا بھی دی گئی۔ (میزان الاعتدال: 322/1)

[2] خلق أفعال العباد: 33.

فرمایا: ''وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ﴾

''آگاہ رہو! پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا اسی کے لیے روا ہے۔''[1]

اَلْخَلْقُ سے مراد اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور الأمر سے مراد قرآن کریم ہے۔[2]

ابوبکر عبدالرحمٰن بن عفان بیان کرتے ہیں کہ جس سال بشر مریسی کو منیٰ میں پکڑا گیا، اسی سال میں نے سفیان رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ اپنی مجلس سے نہایت غصے سے اٹھے اور اسحاق بن میبّب کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو برا بھلا کہتے ہوئے اندر داخل ہو گئے اور فرمایا: ''بلاشبہ لوگوں نے تقدیر اور اعتزال[3] کے بارے میں باتیں کی ہیں، حالانکہ ہم نے انھیں ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا تھا۔'' نیز فرمایا: ''ہم نے اپنے علمائے کرام عمرو بن دینار، ابن منکدر...... (آپ نے دیگر علماء کے نام ذکر کیے اور یہ بھی فرمایا کہ ہم نے) ایوب بن موسیٰ، اعمش، منصور اور مسعر رحمہم اللہ وغیرہ کو دیکھا ہے وہ سبھی قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی سمجھتے تھے۔ جس نے قرآن کو کچھ اور سمجھا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (آپ

[1] الأعراف 7:54.　　[2] الشريعة للآجري: 84.

[3] اعتزال: اس اصطلاح کے لغوی معنی الگ ہونا ہیں۔ یہ دراصل مسلمانوں میں ایک مسلک اور عقیدہ ہے جس پر عمل پیرا لوگ معتزلہ کہلاتے ہیں۔ اموی دور کے آخر میں ان کا ظہور ہوا اور عہد عباسی میں یہ فرقہ خوب پھلا پھولا۔ یہ لوگ عقائد اسلامیہ کے فہم میں عقل ہی پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ درآمد شدہ فلسفہ بالخصوص یونانی افکار تھے جنھوں نے انھیں اہل سنت کے عقیدے سے انحراف پر ابھارا۔ اس فرقے کے مختلف نام ہیں: معتزلہ، قدریہ، اہل عدل وتوحید، مقتصدہ اور وعیدیہ۔ انھیں معتزلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو گئے یا یہ واصل بن عطاء سے یہ کہتے ہوئے علیحدہ ہوئے (اعتزلنا واصل) یا پھر یہ کبیرہ گناہ کے مرتکب سے اعتزال (علیحدگی) کو واجب قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے الموسوعة الميسرة في الأديان و المذاهب و الأحزاب المعاصرة: 1/64-75.

نے یہ کلمہ دو مرتبہ کہا) ان کا یہ کلام نصاریٰ کے کلام سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے، لہٰذا تم ان کے پاس مت بیٹھو۔"[1]

علی بن سلمہ لبقی بیان کرتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "تین لوگ ایسے ہیں جن کے معاملے میں کوئی بات غیبت شمار نہیں ہوتی: ظالم حکمران، علانیہ فاسق (جس کا فسق زبان زد عام و خاص ہو)، ایسا بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہو۔"[2]

ابوبکر مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سفیان بن عیینہ نے بتایا: "مجھ سے سفیان ثوری نے کہا کہ مِسعر[3] سے (ایمان کے بارے میں) بات کرو۔" ابوعبداللہ نے کہا: "وہ (مسعر) ایمان کے سوا ہر چیز میں شک کرتا ہے۔" وہ (ابوعبداللہ) کہتے ہیں کہ سفیان (ثوری) اس (مسعر) سے چاہتے تھے کہ (ایمان کے متعلق) استثناء کرے۔[4]

① حلية الأولياء: 297/7. ② شعب الإيمان: 318/5.

③ مِسعر مُرجیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور وہ یہ کہتے تھے کہ ایمان کا تعلق محض قول اور زبان سے ہے، عمل کو اس میں دخل نہیں، لہٰذا علماء اس باطل عقیدے کے حامل افراد کو جانچنے کے لیے ان سے کہتے تھے کہ استثناء کرو، یعنی ایمان کے متعلق اس عقیدے سے براءت کا اظہار کرو۔

④ السنة للخلال: 572/3.

طالبان علم اور امت کی خیر خواہی

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے شاگردوں اور امت کے لیے بہت خیر خواہ تھے۔ آپ انھیں بڑی وضاحت کے ساتھ ان امور کی تعلیم دیتے جو انھیں اللہ عزوجل کے قریب کر دیں اور عذاب الٰہی سے نجات دیں۔

ابوعبداللہ رازی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: ''اے ابو عبداللہ! کسی نعمت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ہے کہ تو اس نعمت پر اس کی حمد و ثنا بیان کرے، اس نعمت سے اس کی اطاعت میں مدد لے۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نعمت سے کسی معصیت میں مدد لی، اس نے گویا اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔''[1]

ابن عیینہ اپنے اہل علم اور اہل خیر بھائیوں سے ان کے احوال کا جائزہ لینے کے لیے پوچھتے رہتے تھے۔

ابوعبدالعزیز جرشی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کیا تو ابن عیینہ رحمہ اللہ سے ملاقات کی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں کا رہنے والا ہوں؟ میں نے جواب دیا: ''مصیصہ کا رہنے والا ہوں۔'' انھوں نے پھر پوچھا: ''نیکوکار بزرگ حارث بن عطیہ کیا کرتے ہیں؟ کیا وہ احادیث بیان کرتے ہیں؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' انھوں نے فرمایا: ''لوگوں کو اس کی ضرورت بھی ہے۔'' پھر انھوں نے پوچھا: ''عبادت گزار بزرگ

① حلية الأولياء: 278/7.

علی بن بکار کیا کرتے ہیں؟ کیا وہ اب بھی عبادت میں مشغول رہتے ہیں؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں! بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ عبادت کرتے ہیں۔'' انھوں نے فرمایا: ''میں اس وقت سے ان کی عبادت میں مصروفیت کو جانتا ہوں جب وہ بچے تھے۔ نیکو کار بزرگ محمد بن کثیر جن کی کندھوں تک زلفیں ہیں، وہ کیا کرتے ہیں؟ کیا وہ احادیث بیان کرتے ہیں؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' انھوں نے فرمایا: ''لوگوں کو اس کی ضرورت بھی ہے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص کو قرآن عطا کر دیا گیا، پھر اس نے قرآن کی نعمت کو حقیر سمجھتے ہوئے کسی اور چیز کی طرف اپنی نظریں دوڑائیں تو بلاشبہ اس نے قرآن کریم کی مخالفت کی۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾

''اور (اے نبی!) آپ ان چیزوں کی طرف اپنی نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو زندگانیٔ دنیا کی آرائش (کی خاطر) ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہیں، تاکہ ہم انھیں ان کے ذریعے سے آزمائیں، اور آپ کے رب کا رزق بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔''[2]

یہاں ''رزق'' سے مراد قرآن ہے۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ غیبت سے ڈراتے اور اس کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں فرمایا کرتے تھے: ''غیبت ایسا قرض ہے جسے بندے کی موت کے بعد ادا کرنا بہت مشکل ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسری چیزوں، مثلاً مال وغیرہ کی ادائیگی ممکن ہے۔''

[1] تاریخ دمشق: 122/55. [2] طٰہٰ 131:20. [3] حلیة الأولیاء: 303/7.

احمد بن عبدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پارچہ باف کے گھر میں آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو تم سے کہا جاتا ہے اسے سنو کیونکہ یہ چیز تمھارے لیے حدیث سے بھی زیادہ مفید ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے مال میں سے کچھ لے لے اور پھر مالک کے مرنے کے بعد یہ شخص محتاط ہوجائے اور پرہیز گاری اختیار کرلے اور اس مال کو لے کر اصل مالک کے ورثاء کے پاس آئے تو ہم سمجھیں گے کہ یہ اس کا کفارہ ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی آدمی کی عزت کے معاملے میں اس پر زیادتی کرے، پھر اس آدمی کی وفات کے بعد یہ شخص پرہیز گار بن جائے اور اس آدمی کے ورثاء اور تمام اہل زمین کے پاس آئے اور وہ سب مل کر اسُ کی براءت کی کوشش کریں، تب بھی اس کے لیے کوئی براءت نہیں ہے کیونکہ مومن کی عزت اس کے مال سے زیادہ محترم ہے، ذرا سوچو تو، (روز قیامت) تم سے کیا کہا جائے گا!''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ اپنے بھائیوں کو وعظ و نصیحت کرنے والے تھے۔ آپ وعظ و نصیحت میں فقط شرعی تقاضے ہی پورے نہیں کرتے تھے بلکہ دلوں پر رقت طاری کر دیتے، آخرت کی یاد دہانی کرواتے اور دھوکے کے گھر (دنیا کے علائق) سے ڈراتے تھے۔

علی بن فضیل رحمہ اللہ سفیان رحمہ اللہ کے پاس تھے اور آپ ایسی حدیث بیان کر رہے تھے جس میں جہنم کا تذکرہ تھا۔ علی رحمہ اللہ کے ہاتھ میں اس وقت نتھی کیے ہوئے کاغذ تھے۔ یہ حدیث سن کر ان کا سانس گھٹنے لگا، وہ رونے لگے اور بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ جو کاغذان کے ہاتھ میں تھے وہ انھوں نے خود پھینک دیے یا ان کے ہاتھ سے گر پڑے۔ سفیان رحمہ اللہ نے آپ کی جانب دیکھا اور فرمایا: ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم بھی یہاں موجود ہو تو میں یہ حدیث بیان نہ کرتا۔'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو علی رحمہ اللہ کو ہوش آیا۔[2]

[1] حلیة الأولیاء: 278/7. [2] حلیة الأولیاء: 298/8.

آپ کے وعظ نہایت پر اثر اور خوش بیان ہوتے تھے۔ آپ کی نصیحتوں میں نرمی ہوتی تھی اور لوگوں کے لیے سختی نہیں ہوتی تھی۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اپنی ماں کی گود میں یتیم بچہ تھا، چنانچہ انھوں نے مجھے ایک مکتب میں بھیج دیا جبکہ ان کے پاس معلم کو دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ معلم اس بات پر مجھ سے راضی ہوئے کہ جب وہ کھڑے ہوں تو میں ان (کی خدمت کے لیے ان) کے پیچھے چلوں۔ جب میں نے قرآن کریم ختم کر لیا تو میں مسجد میں جانے لگا اور علماء کی مجلس اختیار کرنے لگا۔ میں جو حدیث یا مسئلہ سنتا اسے یاد کر لیتا تھا۔ میری والدہ کے پاس مجھے دینے کے لیے کچھ نہ تھا کہ میں اس کے بدلے کاغذ خرید لوں، لہٰذا جب میں کوئی چوڑی اور سالم ہڈی دیکھتا تو اسے پکڑ کر اس پر لکھنا شروع کر دیتا۔ جب وہ بھر جاتی تو میں اسے اپنے پاس موجود ایک پرانے گھڑے میں ڈال دیتا۔

ایک مرتبہ یمن کا گورنر آیا تو بعض قریشی لوگوں نے اس کے ساتھ میرے بارے میں بات چیت کی کہ وہ مجھے اپنی سرپرستی میں لے لے۔ میری ماں کے پاس کوئی نقدی نہ تھی جس سے میں ڈھنگ کا لباس بنوا کر پہن لیتا، چنانچہ ماں نے 16 دینار کے عوض اپنی چادر گروی رکھی اور وہ مجھے دے دیے۔ میں نے ان دیناروں سے نئے کپڑے بنوائے اور پہن کر گورنر کے ساتھ چل دیا۔ جب ہم یمن پہنچے تو اس نے مجھ سے کوئی علمی کام لینا شروع کر دیا جس پر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا، پھر اس نے میرا کام بڑھا دیا تو اس پر بھی میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اس نے مزید کام دے دیا۔ جب ماہ رجب میں عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ آئے تو انھوں نے وہاں میری خوبیاں بیان کیں جس کی وجہ سے میری شہرت ہو گئی، چنانچہ میں یمن سے آ گیا۔ میں ابن ابی یحییٰ سے ملا اور اسے سلام کہا تو اس نے مجھے سخت سست کہا اور بولے: ”تم ہمارے پاس بیٹھتے ہو جبکہ تم یہ یہ کام کرتے ہو

(حکام کے دربار میں جاتے ہو۔) جب تم میں سے کسی کے سامنے کوئی شے آتی ہے تو تم اس کے درپے ہو جاتے ہو وغیرہ۔'' جب انھوں نے میرے ساتھ اس طرح کی باتیں کیں تو میں نے انھیں چھوڑ دیا۔

پھر میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ملا اور انھیں سلام کیا تو انھوں نے مجھے مرحبا (خوش آمدید) کہا اور فرمایا: ''ہمارے پاس تمھاری حکمرانوں کے دربار میں حاضری اور جو کچھ تمھارے بارے میں مشہور ہو چکا ہے، اس کی خبریں پہنچی ہیں، اور تم نے اللہ کے تمام حقوق ادا نہیں کیے، لہٰذا اب دوبارہ ایسا مت کرنا، چنانچہ سفیان کا مجھے وعظ و نصیحت کرنا اس سلوک سے زیادہ مؤثر ثابت ہوا جو ابن ابی یحییٰ نے میرے ساتھ کیا تھا۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ حوصلہ شکن نہیں تھے بلکہ نہایت ناصح، رفیق اور بھلائی کی رہنمائی کرنے والے تھے۔ آپ اپنے بھائیوں کی نصیحت اور خیر خواہی کا ذخیرہ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے (بلکہ لوگوں میں اسے تقسیم کرتے رہتے تھے۔)

سفیان رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''میں نے کبھی کسی فقیہ کو دل جوئی کرتے ہوئے دیکھا ہے نہ بحث و مباحثہ کرتے ہوئے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پھیلاتے ہیں۔ اگر اس حکمت کو قبول کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور اگر اسے رد کر دیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔''[2]

ابوعبداللہ رازی کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: ''اے ابوعبداللہ! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مخلوق کو نصیحت کرنا اور ان کی خیر خواہی کرنا فرض ہے کیونکہ تجھے اس سے افضل عمل نہیں ملے گا۔ خبردار! لوگوں کو نصیحت کرنے کے مقصد ہی سے مانوس مت رہنا (اسی میں مشغول نہ رہنا بلکہ خود بھی عمل کرنا۔) اگر آسمان سے کوئی اعلان

① جامع بيان العلم: 413. ② حلية الأولياء: 279/7.

کرنے والا اعلان کرے کہ بلاشبہ سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور صرف اکیلا میں جہنم میں داخل ہوں گا تو میں اس پر راضی ہوں گا۔'' یعنی مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں گناہ گار ہوں۔[1]

بسا اوقات اپنے شاگردوں اور ساتھیوں میں کسی شرعی امر کی مخالفت دیکھتے تو اس کے بارے میں انھیں نصیحت کرتے اور معاملے کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت کا قطعاً خیال نہ رکھتے تھے۔

سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مطرف بن طریف حارثی ملے تو انھوں نے کہا: ''آپ کو کیا ہوا، آپ ہمارے پاس نہیں آتے؟'' وہ اس وقت گدھے پر سوار تھے۔ میں نے انھیں جواب دیا: ''کاش! صدقے کی کوئی چیز ہوتی۔'' وہ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا: ''کیا تم لوگ مجھے بھول چکے ہو؟'' سفیان بیان کرتے ہیں کہ مطرف کہا کرتے تھے: ''اللہ کی قسم! تم لوگ مجھے میرے گھر والوں سے بھی زیادہ محبوب ہو۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ اپنے طلبہ کو سمجھاتے تھے کہ وہ اپنے ساتھیوں میں کند ذہن مشہور ہونے سے بچیں اور انھیں عالی ہمت ہونے اور فضیلت والے مکارم اخلاق پیدا کرنے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔

ابراہیم بن فہد کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے رفقاء اور ساتھیوں کو حقیر سمجھ کر ان کی مذمت کر رہا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ ہر جماعت کو ایک کتے کی معیت اور رفاقت حاصل ہوتی ہے۔ اگر تو کتا بننے سے بچ سکتا ہے تو بچ جا۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ کے اپنے شاگردوں اور امت کو کیے گئے عمومی مواعظ میں سے ایک آپ کا یہ فرمان ہے: ''عقل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی جا سکتی اور کوئی شخص اس وقت

[1] حلیة الأولیاء: 278/7. [2] طبقات ابن سعد: 345/6. [3] حلیة الأولیاء: 288/7.

تک عقل مند نہیں ہوسکتا جب تک اس میں دس خصلتیں نہ پیدا ہو جائیں۔ ان میں سے نو خصلتوں کو شمار کرلو (وہ یہ ہیں:) آدمی تکبر سے محفوظ ہو، رشدو ہدایت اس کی تمنا ہو، عاجزی وانکسار اسے غلبے سے زیادہ محبوب ہو، فقر اسے مال دار ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہو، دوسرے آدمی کی قلیل نیکی کو زیادہ سمجھے اور اپنی ذاتی کثیر نیکی کو بھی قلیل سمجھے، دنیا میں بقدر ضرورت ہی غذا اس کا حصہ قرار پائے، وہ ساری عمر طالب علم رہے اور آخری خصلت جس سے اس کی عزت ومجد میں اضافہ ہوگا اور اس کا تذکرہ اور شہرہ بلند ہوگا وہ یہ ہے کہ وہ جس شخص سے بھی ملے، اپنے آپ کو اس سے حقیر سمجھے۔ سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نیک عمل وہ ہے جس کے بارے میں تیری خواہش یہ ہو کہ اس پر تیری تعریف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کرے۔''[1]

① حلية الأولياء: 282/7.

معاصرین سے تعلقات

ہر دور میں اور ہر جگہ علماء اس بارش کے مانند ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں جہاں چاہتا ہے نازل کر دیتا ہے، پھر بعض زمینیں تو عمدہ ہوتی ہیں اور بعض سخت ہوتی ہیں (لہٰذا جس طرح زمینیں اپنی ہیئت کے مطابق اس بارش سے مستفید ہوتی ہیں، اسی طرح لوگ بھی چونکہ مختلف فطرت، عادات اور خصائل کے مالک ہوتے ہیں، اس لیے وہ علماء سے اپنی فطرت کے اختلاف کے مطابق کم یا زیادہ مستفید ہوتے ہیں اور اچھی فطرت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے) وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کر دیتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا ، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ ، قَبِلَتِ الْمَاءَ ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ ، أَمْسَكَتِ الْمَاءَ ، فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا ، وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى ، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَّا تُمْسِكُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ كَلَأً ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ»

''اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم مجھے دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال زوردار بارش

کی سی ہے جو زمین پر برسی تو بعض زمینی علاقے بہت عمدہ تھے جنھوں نے اس پانی کو جذب کرلیا اوراس سے بہت زیادہ گھاس اور سبزیاں اگائیں اور بعض زمینیں خشک اور سخت تھیں، انھوں نے پانی روک لیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، چنانچہ لوگوں نے وہ پانی خود پیا، اپنے جانوروں کو پلایا اوراس کے ساتھ اپنی فصلوں کو سیراب کیا۔ بعض ایسے علاقوں میں بارش کا پانی برسا جو چٹیل علاقے تھے، انھوں نے پانی کو روکا نہ اس سے گھاس اگائی۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی اوراسے اس چیز نے فائدہ پہنچایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ اس نے یہ علم خود سیکھا اور پھر دوسروں کو سکھلایا۔ یہ اس شخص کی بھی مثال ہے جس نے اس دین کے لیے سر ہی نہیں اٹھایا اوراس نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔‘‘[1]

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ابنائے زمانہ کبھی کسی عالم پر متفق نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے بعض لوگ تو اہل خیر اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں میں سے ہوتے ہیں، چنانچہ وہ لوگ علمائے کرام کے قریب ہوکر اوران سے استفادے کی کوشش کرکے بہت زیادہ بھلائیاں حاصل کرلیتے ہیں، اورابنائے زمانہ میں سے بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنھیں اپنے نفع کی امید نہیں ہوتی، وہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے ہم عصر لوگوں کے علم سے بے رخی کرنے اور علمائے کرام سے منہ پھیرنے کا شکوہ کیا کرتے تھے۔

[1] صحيح البخاري، العلم، باب فضل من عَلِمَ وعلّم، حديث: 79، و صحيح مسلم، الفضائل، باب بيان مابعث النبي ﷺ......، حديث: 2282.

مجاہد بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''دیکھو، ہم کن لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہیں! ہر پرندے کا پر اور ہر کپڑے کا چیتھڑا (بہترین اور باشعور لوگوں کے گزر جانے کے بعد اب ہر جاہل، گنوار اور ناہنجار) ہمارا ہم نشین ہے۔ تمھارے نزدیک میری پیروی کرنا اور اس لاٹھی کی پیروی کرنا برابر ہے۔ بلاشبہ میں تو چالیس سال سے تمھاری مجلسوں سے اکتا چکا ہوں۔''[1]

آپ کے شاگرد اور ساتھی بھی اپنے عہد کی اس اجنبیت میں آپ کے شریک تھے۔

یحییٰ بن ابوخصیب کہتے ہیں کہ سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ نے مجھے یہ لکھا: ''اما بعد! بلاشبہ ہمارے ہم عمر ساتھی اور جانے پہچانے چہرے چلے گئے ہیں۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مالک بن مغول رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: ''اے سفیان! بلاشبہ جو اہل زمانہ تیرے حاجت مند ہیں، وہ بہت برے لوگ ہیں۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بشر بن منصور نے فرمایا: ''لوگوں کے ساتھ تیری کم شناسائی قیامت کے دن تیری بے عزتی اور فضیحت میں کمی کا باعث ہوگی۔''[4]

ربیع بن نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے لوگوں کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ عنقریب ایسا دور آئے گا کہ لوگوں کے ہاں سب سے افضل عبادت ایک دوسرے پر ملامت ہوگی اور انھیں اَلنَّتْنٰی ''بدبودار اور متعفن'' کہا جائے گا؟

سفیان رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ بات (ملامت گری) انھیں کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ بلاشبہ انھوں نے ایسے لوگوں کو اَلنَّتْنٰی ''بدبودار'' کہہ کر اپنے آپ ہی کو ملامت کی ہے کیونکہ اگر یہ لوگ حق پہچانتے ہوتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ حق ان کے

[1] الجامع لأخلاق الراوي: 217/1. [2] الجرح والتعديل: 172/1.
[3] حلية الأولياء: 289/7. [4] التواضع لابن أبي الدنيا: 65.

ان برے اعمال سے بہت بہتر ہے جو ان کے لیے خوبصورت اور مزین بنا دیے گئے ہیں۔ لیکن وہ قوم ایسی ہے جو قبیح اور بری باتوں کو جانتی تو ہے لیکن انھیں بری سمجھ کر ان سے احتراز نہیں کرتی اور ان کا یہ کہنا عذاب کے شکار لوگوں کے اس قول کے مانند نہیں ہے:

﴿يَٰوَيۡلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ۝﴾

''ہائے ہم پر افسوس! بے شک ہم ہی ظالم تھے۔''[1]

دراصل ان لوگوں نے ظلم کا اقرار اس وقت کیا جب عذاب دیکھ لیا، تب انھوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا، لہٰذا دوزخیوں کے لیے لعنت ہے اور ظلم سے مراد شرک ہے۔''

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، وہ متعفن اور بدبودار ہے کیونکہ معصیت گندی چیز ہے۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ اپنے دور کے تغیرات پر بہت حیران ہوتے تھے حتی کہ بندوں کے درمیان نعمتوں کی فراوانی کے متعلق آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ غافل لوگوں کو آہستہ آہستہ ان نعمتوں کے ذریعے سے ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے۔

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کیا تو ان نعمتوں کو دیکھتا ہے گویا ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے (وہ ان لوگوں پر اتر رہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے) یا تو انھیں دیکھتا ہے کہ یہ غیر اہل لوگوں کے پاس پائی جاتی ہیں۔''[3]

ہر نیکوکار مرد یہ ضرور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اسے اس کے عیوب سے آگاہ کرے۔ لیکن اگر رہنمائی کرنے والا حاسد، سب وشتم کرنے والا اور عار دلانے والا ہو تو ساری مخلوق اس کا انکار کرتی ہے۔

① الأنبيآء 21:14. ② حلية الأولياء: 297/7.

③ تاريخ بغداد: 376/10.

ابن بشار رمادی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: ''کیا یہ بات آپ کے لیے خوش آیند ہے کہ کوئی آپ کو آپ کے کسی عیب سے آگاہ کرے؟'' آپ نے جواب دیا: ''اگر تو کوئی دوست یہ کام کرے تو بہتر ہے اور اگر کوئی سب وشتم کرنے والا یا ملامت کرنے والا ہو تو پھر ٹھیک نہیں۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے عبداللہ بن عروہ رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ مدینہ منورہ کیوں نہیں آتے؟ انھوں نے فرمایا: ''مدینہ منورہ میں صرف وہی لوگ باقی ہیں جو دوسروں کی نعمتوں پر حسد کرتے ہیں یا اپنی نعمتوں پر خوش ہوتے ہیں۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آدمی کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں نو خصلتیں پوری نہ ہو جائیں:

- بھلائی اس کی تمنا اور خواہش بن جائے۔
- وہ شر سے محفوظ ہو جائے۔
- لوگوں کی کثیر ضروریات اس سے وابستہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں سے نہ اکتائے۔
- فقر اس کے ہاں دولت وثروت سے زیادہ محبوب ہو۔
- عاجزی اور انکسار اس کو عزو وقار سے زیادہ پسندیدہ ہو۔
- نرمی اسے شدت کی نسبت زیادہ محبوب ہو۔
- اپنی کثیر نیکیوں کو کم سمجھے۔
- دوسرے لوگوں کی کم نیکیوں کو بھی زیادہ سمجھے۔
- نویں خصلت جس سے اس کی بزرگی اور عظمت بڑھ جائے گی اور اس کا مرتبہ بلند ہو جائے گا، یہ ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو جس آدمی سے بھی اس کی ملاقات

[1] شعب الإیمان: 6/113. [2] حلیة الأولیاء: 7/299.

ہو، وہ اسے اپنے سے بہتر سمجھے۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق کامل سرداری اور قیادت چند امور کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص اس کا موقع اور وقت آنے سے پہلے اسے حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے، اس کے حصے میں محرومیت ہی آتی ہے۔[2]

سفیان رحمہ اللہ اپنے اہل زمانہ کی دل جوئی کرتے اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے لیکن فساد اور یا وہ گوئی کے معاملے میں آپ ان کی صحبت اختیار کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صحیح حدیث کی اصل اور بنیاد قرآن کریم میں موجود ہے۔'' آپ سے کہا گیا: ''اے ابو محمد! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْإِيمَانِ الْمُدَارَاةُ»

''ایمان کے بعد عقل کا سرچشمہ آپس میں دل جوئی کرنا اور نرمی سے پیش آنا ہے۔''[3]

قرآن میں یہ نرمی کا برتاؤ کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴾

''اور انھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دیجیے۔''[4]

اچھے طریقے سے چھوڑنا درحقیقت نرمی سے پیش آنا ہی ہے۔ انھی فرامین سے ایک اللہ

① مداراة الناس لا بن أبي الدنيا: 48.　　② شعب الإيمان: 76/6.

③ شعب الإيمان: 343/6 دون لفظ بعد الإيمان. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف الجامع، ص: 451، حدیث: 3069)

④ المزمل 10:73.

تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾

''آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹال دیجیے جو احسن ہو۔''①

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾

''اور تم لوگوں سے اچھی باتیں کہنا۔''②

اور فرمایا:

﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾

''اور البتہ جو شخص صبر کرے اور معاف کردے تو بلاشبہ یہ ہمّت کے کاموں میں سے ہے۔''③

ابن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اڑ کر جا رہے ہیں اور یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں:

﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ ﴾

''عمل کرنے والوں کو تو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے چاہئیں۔''④

اس پر میں نے ان سے کہا: ''مجھے کوئی وصیت کیجیے۔'' انھوں نے فرمایا: ''لوگوں کے ساتھ شناسائی کم کر دے۔''⑤

① حٰمٓ السجدۃ 41:34. ② البقرۃ 2:83.

③ الشورٰی 42:43، دیکھیے فیض القدیر: 4/3.

④ الصّٰفّٰت 37:61. ⑤ فیض القدیر: 3/439.

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جیسے ہمارے سلف صالحین کہا کرتے تھے: ''ہمارے علماء میں سے جو لوگ خراب ہوئے ان میں یہودیوں کی مشابہت اور جو عام بندوں میں سے خراب ہوئے ان میں عیسائیوں کی مشابہت پائی جاتی ہے۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''بلاشبہ بعض لوگ حکمت کے اہل ہوتے ہیں، لہٰذا اگر تو نے حکمت اہلیت نہ رکھنے والوں کو دے دی تو وہ ضائع ہو جائے گی اور اگر تو نے اس کی اہلیت رکھنے والوں سے اسے روک لیا تو پھر بھی وہ ضائع ہو جائے گی۔ تو اس طبیب اور ڈاکٹر کے مانند ہو جا جو اپنی دوائی کو اسی جگہ رکھتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔''[2]

① فیض القدیر: 262/5. ② حلیۃ الأولیاء: 273/7.

ائمہ اور حکمرانوں کے متعلق ابن عیینہ کی رائے

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ حکمرانوں کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ ان کے خلاف خروج (بغاوت) کو جائز نہیں سمجھتے تھے، خواہ حکمران ظلم ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔ معصیت کے سوا آپ ان کی بات سننے اور ان کی اطاعت کرنے کو لازمی سمجھے تھے۔

آپ کی نرم مزاجی، تکلف سے دوری اور سادہ زندگی کو دیکھتے ہوئے حکمران بھی آپ سے محبت کرتے اور آپ کی قدر و تعظیم کرتے تھے۔

ابو ربیع نخاس کہتے ہیں کہ میں امیر المومنین ہارون الرشید سے ملا تو انھوں نے مجھ سے ہاشمیوں کے سربرآوردہ لوگوں کے بارے میں پوچھا، پھر مجھ سے فرمایا: ''سید الناس (لوگوں کے سردار) کیا کرتے ہیں؟'' میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ کے علاوہ لوگوں کا سردار کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ''لوگوں کے سردار تو سفیان بن عیینہ ہیں۔''[1]

یہی نہیں بلکہ ہارون الرشید سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے خاص تعلق رکھتے اور حق کے معاملے میں پیش آنے والے مصائب میں آپ کی اعانت کرتے تھے۔ آپ نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو ایک لاکھ درہم دیے تھے۔[2]

ہارون کا بیٹا مامون فتنۂ خلق قرآن کی حمایت کرنے سے پہلے آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے تھا۔

[1] تاریخ بغداد: 179/9. [2] سیر أعلام النبلاء: 290/9.

ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مامون بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: ''اے امیر المومنین! میرا بھائی فوت ہوگیا ہے اور اس نے چھ سو (600) دینار ترکہ چھوڑا ہے اور لوگوں نے مجھے ایک دینار دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہی تیرا حصہ ہے۔'' مامون نے کہا: ''تیرا حصہ یہی ہے۔ اس کے پیچھے چار بیٹیاں ہیں؟'' اس عورت نے کہا: ''جی ہاں!'' مامون نے کہا: ''چار سو دینار ان کے ہوئے۔ ایک اس کی والدہ ہے، چنانچہ سو دینار اس کے ہوئے۔ ایک اس نے بیوی چھوڑی ہے، 75 دینار اس کے ہوئے۔ اللہ کی قسم! کیا تیرے بارہ بھائی ہیں؟'' اس عورت نے کہا: ''جی ہاں۔'' اس پر مامون نے کہا: ''ان میں سے ہر ایک کے حصے میں دو دینار آئے ہیں اور تیرے حصے میں ایک دینار آتا ہے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ ابتدا میں حکمرانوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے، نیز ان کے پاس جو کچھ تھا اس سے دامن بچاتے اور احتراز کرتے تھے۔ انھی احوال میں ایک مرتبہ آپ یمن کے گورنر معن بن زائدہ کے پاس گئے۔ سفیان رحمہ اللہ اس وقت تک حکومت کے کسی معاملے میں ملوث نہیں ہوئے تھے، چنانچہ آپ معن کو نصیحت کرنے لگے اور اسے مسلمانوں کے معاملات کی یاد دہانی کروانے لگے تو معن کہنے لگا: ''کیا تو ان کا باپ ہے؟ کیا تو ان کا بھائی ہے؟''[2]

بلاشبہ عالم کے عظیم خصائل اور اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ان خلفاء اور حکمرانوں کے پاس جو کچھ ہے، اس سے احتراز کرے اور اپنا دامن بچائے۔ اگر کسی عالم نے اپنی دنیا کو ان سے بچالیا تو وہ ان سے اپنی عزت اور اپنا دین بھی بچالے گا۔

سفیان رحمہ اللہ نے حکمرانوں سے کچھ لینے کے معاملے میں نرمی اختیار کی حتیٰ کہ (بعد میں) خود آپ کو بھی اس بات کی سنگینی کا احساس ہوگیا۔ اس روش نے حکمرانوں کے ہاں

[1] الوافي في الوفيات: 2517/1. [2] الجرح والتعديل: 53/1.

آپ کی قدرو منزلت اور مقام و مرتبہ کو سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض رحمہما اللہ جیسے دیگر علماء کے مقابلے میں کم کر دیا تھا۔

بشر بن مطر بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اے اصحاب حدیث! کیا تم جانتے ہو کہ مجھے قرآن کریم کا فہم عطا کیا گیا تھا لیکن جب میں نے ابو جعفر سے تھیلی وصول کی تو یہ فہم مجھ سے چھین لیا گیا۔''[1]

بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر حکمران کسی عالم میں دنیا کی حرص پالیں تو وہ عالم ان کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ ایک سال امیر المومنین ہارون الرشید نے حج کیا۔ اسی دوران میں ایک رات میں مکہ مکرمہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا: ''کون ہے؟'' دروازہ کھٹکھٹانے والے نے کہا: ''امیر المومنین ہیں، جواب دہی کرو۔'' چنانچہ میں جلدی سے باہر نکلا اور میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! آپ نے میری طرف پیغام کیوں نہ بھیجا کہ میں آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔'' انھوں نے کہا: ''میرے جی میں کوئی بات اتری ہوئی ہے، لہٰذا کوئی آدمی دیکھ جس سے میں اس کی بابت پوچھ سکوں۔'' میں نے کہا: ''یہاں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ رہتے ہیں۔'' انھوں نے کہا: ''تو پھر مجھے ان کے پاس لے چلو۔'' چنانچہ میں انھیں آپ کے پاس لے گیا اور میں نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انھوں نے پوچھا: ''کون ہے؟'' میں نے کہا: ''جواب دہی کیجیے، امیر المومنین آئے ہیں۔'' اس پر وہ جلدی سے باہر آئے اور کہا: ''اے امیر المومنین! اگر آپ پیغام بھیج دیتے تو میں خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔'' ہارون نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: ''جس کام کے لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں وہ لے لیجیے،

[1] الجامع لأخلاق الراوي:1/367.

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔'' پھر انھوں نے آپ سے کچھ دیر گفتگو کی اور کہا: ''کیا آپ پر کوئی قرض ہے؟'' سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جی ہاں!'' ہارون نے کہا: ''اے عباس! ان کا قرض ادا کر دو۔'' پھر میری طرف دیکھا اور کہا: ''اے عباس! تمھارے ساتھی نے مجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا، لہٰذا کوئی اور آدمی دیکھو جس سے میں اپنا مسئلہ پوچھوں۔'' میں نے کہا: ''یہاں عبدالرزاق بن ہمام ہیں۔'' انھوں نے کہا: ''ہمیں ان کے پاس لے چلو۔'' چنانچہ میں انھیں ان کے پاس لے گیا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹا کر کہا: ''جواب دہی کرو، امیر المومنین آئے ہیں۔'' وہ جلدی سے باہر نکلے اور کہا: ''اے امیر المومنین! اگر آپ پیغام بھیج دیتے تو میں خود حاضر ہو جاتا۔'' ہارون نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! ہم آپ کے پاس جس کام کے لیے آئے ہیں وہ ہم سے لے لیجیے۔'' چنانچہ ہارون نے آپ سے تھوڑی سی گفتگو کی اور پوچھا کہ کیا آپ کے ذمے کوئی قرض ہے؟ انھوں نے کہا: ''جی ہاں!'' ہارون نے کہا: ''اے عباس! ان کا قرض ادا کر دو۔'' پھر میری طرف التفات کر کے فرمایا: ''تمھارے اس ساتھی نے ہمارا کام نہیں کیا، لہٰذا کوئی اور آدمی دیکھو جس سے ہم اپنا مسئلہ بیان کریں۔'' میں نے کہا: ''یہاں فضیل بن عیاض ہوتے ہیں۔'' ہارون نے کہا: ''ہمیں ان کے پاس لے چلو۔'' چنانچہ میں انھیں آپ کے پاس لے گیا، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور بار بار کتاب اللہ کی ایک آیت دہرا رہے ہیں۔ ہارون الرشید نہایت نرم دل اور رقیق القلب انسان تھے، لہٰذا یہ سن کر وہ بہت شدید روئے، پھر کہا: ''میرے لیے ان کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔'' چنانچہ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو فضیل نے پوچھا: ''کون ہے؟'' میں نے کہا: ''امیر المومنین آئے ہیں، ذرا ان کی خدمت میں جواب دہی کرو۔'' انھوں نے کہا: ''میرا امیر المومنین سے کیا تعلق؟'' میں نے کہا: ''سبحان اللہ! کیا آپ پر اطاعت فرض نہیں ہے؟ کیا یہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان

نہیں ہے؟

«لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ»

''کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کم تر سمجھے۔''[1]

چنانچہ وہ نیچے اترے اور انھوں نے دروازہ کھولا، پھر اپنے بالا خانے پر چڑھ گئے اور چراغ بجھا دیا اور بالا خانے کے کسی کونے میں چھپ کر پناہ لے لی۔ آپ وہاں بیٹھ گئے اور ہم نے آپ کی تلاش میں ادھر ادھر ہاتھ گھمانے شروع کر دیے تو ہارون الرشید کی ہتھیلی مجھ سے پہلے آپ تک پہنچ گئی۔ تب انھوں نے فرمایا: ''اوہ! یہ ہتھیلی کس قدر نرم و نازک ہے اگر یہ اللہ کے عذاب سے نجات پا جائے۔'' میں نے اپنے دل میں کہا: ''انھوں نے رات کے وقت پاکیزہ دل کے ساتھ کس قدر پاکیزہ اور عمدہ بات کہی ہے۔'' ہارون نے ان سے کہا: ''جس چیز کے لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں وہ لے لیجیے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے!'' انھوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ایک عامل (گورنر) نے ان سے شکوہ کیا تو اُنھوں نے اسے لکھا: اے میرے بھائی! اہل جہنم کی جہنم میں طویل شب بیداری کے ساتھ ساتھ ان کے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کو یاد کرو۔ بلاشبہ یہ چیز سونے اور جاگنے دونوں حالتوں میں تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے گی۔ بچ جا کہ دُنیا کی محبت اللہ تعالیٰ کی یاد سے تجھے پھیر دے کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو یہ تیرا اللہ کے ساتھ آخری تعلق ہو گا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے تیری امید منقطع ہو جائے گی۔'' جب اس گورنر نے ان کا نامہ پڑھا تو اس نے شہروں کے شہر طے کیے حتی کہ عمر رحمہ اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ عمر رحمہ اللہ نے اس سے کہا: ''کس چیز نے

[1] جامع الترمذي، الفتن، باب لا يتعرض من البلاء......، حديث: 2254، و سنن ابن ماجه، الفتن، باب قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾، حديث: 4016، و هو صحيح.

تجھے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''آپ نے اپنے خط کے ذریعے سے میرا دل دہلا دیا ہے۔ میں آیندہ کبھی ولایت (حکومت) قبول نہیں کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرلوں (فوت ہوجاؤں۔)'' یہ سن کر ہارون الرشید شدت سے روئے، پھر کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، مجھے اور نصیحت کیجیے۔'' فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خلافت سونپی گئی تو اُنھوں نے سالم بن عبداللہ، محمد بن کعب قرظی اور رجاء بن حیوہ رحمہم اللہ کو بلایا اور فرمایا: بلاشبہ مجھے ایک آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے، لہٰذا مجھے مشورے دیا کرو۔'' پس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خلافت کو آزمائش گردانا جبکہ تم نے اور تمھارے ساتھیوں نے اسے نعمت گردانا ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات چاہتا ہے تو تیرے نزدیک مسلمانوں کے عمر رسیدہ لوگ تیرے باپ، درمیانی عمر کے تیرے بھائی اور چھوٹی عمر کے تیرے بیٹے ہونے چاہئیں، لہٰذا تو اپنے باپ کی توقیر کر، بھائی کا احترام کر اور اپنے بیٹے پر شفقت کر۔'' سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ نے اُن سے کہا: ''اگر تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات چاہتا ہے تو پھر تو دنیا کا روزہ رکھ لے اور اس روزے کی افطاری موت سے ہونی چاہیے۔'' رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات چاہتا ہے تو مسلمانوں کے لیے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور ان کے لیے وہی چیز ناپسند کر جو تو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔'' (اے ہارون!) اللہ کی قسم! میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ بلاشبہ مجھے تیرے بارے میں اس دن کے متعلق بہت زیادہ خوف اور خدشہ ہے جس دن قدم لڑکھڑا جائیں گے۔ اللہ تجھ پر رحم فرمائے! کیا تیرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جو تجھے اس طرح کی باتوں کا حکم دیں؟'' یہ سن کر ہارون زار زار رویا حتی کہ اس پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے فضیل رحمہ اللہ سے کہا:

''امیر المومنین سے نرمی کیجیے۔'' اس پر انھوں نے فرمایا: ''اے ام ربیع کے بیٹے! تو اور تیرے ساتھی تو اسے ہلاک کر رہے ہوں اور میں اس سے نرمی کروں؟'' پھر ہارون کو افاقہ ہوا تو اس نے فضیل رحمہ اللہ سے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! مجھے مزید نصیحت کیجیے۔'' تب انھوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! اے حسین چہرے والے! تو ہی وہ شخص ہے جس سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس مخلوق کے بارے میں پوچھے گا۔ اگر تو اپنے چہرے کو آگ سے بچانے کی استطاعت رکھتا ہے تو ضرور اپنے چہرے کو بچا لے۔'' ہارون نے ان سے کہا: ''کیا آپ پر کوئی قرضہ ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''جی ہاں! میرے اوپر میرے رب کا قرضہ ہے (مجھے خدشہ ہے کہ) کہیں وہ مجھ سے اس کا حساب نہ لے لے۔ اگر اس نے مجھ سے پوچھ گچھ کی تو میرے لیے ہلاکت ہے۔ اگر اس نے پوچھ گچھ کے وقت مجھے درست جواب دینے کی توفیق نہ دی تو بھی میری ہلاکت ہے۔'' ہارون نے کہا: ''میری مراد عیال کا قرضہ تھا۔'' فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا بلکہ اس نے تو ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کے وعدے کو پورا کریں اور اس کے احکام کا اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝﴾

''اور میں نے جن اور انسان اسی لیے پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بلاشبہ اللہ تو خود ہی رزاق ہے، بڑی قوت والا، نہایت طاقت ور ہے۔''[1]

ہارون نے کہا: ''یہ ہزار دینار لے لیں، انھیں اپنے آپ پر خرچ کریں اور اس کے

[1] الذّٰریٰت 51:56-58.

ذریعے سے اپنے رب کی عبادت کے لیے تقویت حاصل کریں۔'' انھوں نے فرمایا: ''سبحان اللہ! میں نجات کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہوں اور تو مجھے اس طرح کی چیزوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کو توفیق بخشے۔'' ہم ان کے پاس سے نکل آئے۔ ابھی ہم ان کے دروازے ہی پر تھے کہ ان کی خواتین میں سے ایک عورت نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! آپ دیکھتے ہیں کہ ہم کس حال میں ہیں؟ اگر آپ اس مال کو قبول کر لیتے تو ہمیں اس سے خوشی ہوتی۔'' انھوں نے اس سے کہا: ''میری اور تمھاری مثال اس قوم کی سی ہے جن کا ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی لاتے تھے۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو انھوں نے اسے ذبح کیا اور اس کا گوشت کھا لیا۔'' جب ہارون نے یہ گفتگو سنی تو کہا: ''ہم ان کے پاس لوٹ چلتے ہیں، شاید اب وہ یہ مال قبول کر لیں۔'' جب فضیل رحمہ اللہ نے ہارون کو محسوس کیا تو کچی مٹی کی چھت پر جا بیٹھے۔ ہارون آ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گئے اور اس کے ساتھ کلام کرنے لگے لیکن وہ آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہے تھے۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اچانک ایک سیاہ رنگ کی لونڈی آئی اور اس نے کہا: ''آپ نے شیخ کو ساری رات ایذا میں مبتلا کیے رکھا ہے، واپس چلے جائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔'' چنانچہ ہم باہر نکل آئے تو ہارون الرشید نے کہا: ''اے عباس! جب تو کسی آدمی کی طرف میری رہنمائی کرے تو اس طرح کے آدمی کی جانب میری رہنمائی کیا کر۔ یہ مسلمانوں کے سردار ہیں۔''[1]

جعفر بن یحییٰ برمکی اور ان کے والد سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے ساتھ صلہ رحمی کرتے، آپ پر خرچ کرتے اور انھیں تلاش علم کے لیے فارغ رکھتے تھے۔ جب برامکہ پر ہارون الرشید کی طرف سے ابتلا اور سختی آئی تو جعفر بن یحییٰ کو قتل کر دیا گیا، چنانچہ سفیان رحمہ اللہ اس

[1] شعب الإيمان: 36/6.

کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

یحییٰ بن خالد برمکی ہر مہینے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو ایک ہزار درہم پیش کرتا تھا اور سفیان اس کے لیے اپنے سجدوں میں یہ دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ! بلاشبہ اس نے میرے اخراجات برداشت کیے تھے اور مجھے عبادت کے لیے فارغ کیا تھا، لہٰذا تو اس کے آخرت کے معاملے میں اس کے لیے کافی ہو جا۔'' جب یحییٰ فوت ہو گیا اور اس کے بعض احباب نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے سفیان کی دعا کی وجہ سے معاف کر دیا ہے۔''[1]

جب سفیان رحمہ اللہ کو جعفر بن یحییٰ کے قتل اور برامکہ[2] پر نازل ہونے والی مصیبت کی

[1] البداية والنهاية: 205/10.

[2] برامکہ جو پہلے وزراء و رؤساء تھے، زمانے کے ہیر پھیر نے انھیں فقیر و تنگ دست کر دیا۔ کوفہ کے خطیب محمد بن عبدالرحمٰن ہاشمی بیان کرتے ہیں: ''میں عیدالاضحیٰ کو اپنی والدہ کے ہاں گیا تو وہاں پرانے اور پراگندہ کپڑوں والی ایک بڑھیا بیٹھی تھی۔ میری والدہ نے کہا: ''کیا تو اسے پہچانتا ہے؟'' میں نے کہا: ''نہیں۔'' میری والدہ کہنے لگی: ''یہ جعفر برمکی کی ماں ہے۔'' چنانچہ میں نے اسے سلام کیا اور خوش آمدید کہا۔ میں نے اس سے کہا: ''تمھارے ساتھ کیا گزری؟'' کہنے لگی: ''میں نے ایسی عیدیں بھی گزاری ہیں کہ میری خدمت کے لیے 400 کنیزیں ہوا کرتی تھیں اور میرا خیال تھا کہ میرا بیٹا میرا نافرمان ہے۔ لیکن اب میں تمھارے پاس اس حالت میں آئی ہوں کہ میرا اوڑھنا بچھونا یہ چمڑے کے دو ٹکڑے ہیں۔'' محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: ''میں نے اسے پانچ سو درہم دیے جنھیں لے کر وہ اتنی خوش ہوئی کہ قریب تھا کہ خوشی سے مر جائے۔'' جعفر کے والد یحییٰ اور اس کی آل اولاد کو خاصی دیر قید میں رکھا گیا تھا مگر ان کی مالی حالت اچھی تھی حتی کہ ہارون الرشید یحییٰ کے چچا زاد عبدالملک بن صالح سے ناراض ہو گیا جس کی وجہ سے سب پر اس کا غصہ نازل ہوا اور پرانے الزامات کو نئے سرے سے عائد کر کے ان پر سختیاں کیں۔ ایک مدت تک جعفر کی نعش معلق رہی اور اس کے ہاتھ پاؤں جگہ جگہ ◄◄

خبر پہنچی تو آپ نے اپنا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور فرمایا: ''اے اللہ! بلاشبہ وہ دنیاوی کلفتوں میں میرے لیے کافی ہو گیا تھا، لہٰذا تو آخرت کی کلفت میں اس کے لیے کافی ہو جا۔''[1]
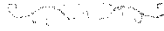
لٹکائے گئے۔ بعد میں اسے جلا دیا گیا۔(سیر أعلام النبلاء: 69/9)

[1] تاريخ بغداد: 159/7.

چند جواہر ریزے

عبدالرزاق کہتے ہیں: ''ابن جریج رحمہ اللہ کے بعد میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر عمدہ گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جب دل کی بات (باطن) بندے کے ظاہر کے مطابق ہو تو یہ عدل ہے۔ اگر بندے کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہو تو یہ احسان ہے اور جب بندے کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر ہو تو یہ ظلم ہے۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس بندے کی نافرمانی خواہش کی وجہ سے ہو تو مجھے اس سے توبہ کی امید ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے خواہش کی وجہ سے نافرمانی کی تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا۔ جب معصیت تکبر کی وجہ سے ہو تو مجھے اس معصیت کے مرتکب پر لعنت کا خدشہ ہے کیونکہ ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی، چنانچہ اس پر لعنت کی گئی۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ لا إله إلا الله آخرت میں اسی طرح ہے جس طرح دنیا میں پانی ہے۔ دنیا میں ہر چیز پانی کے ساتھ ہی زندہ رہ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ○﴾

① الجرح والتعديل: 52/1. ② تاريخ بغداد: 173/13. ③ حلية الأولياء: 272/7.

"اور ہم نے پانی سے ہر زندہ شے بنائی، کیا پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے؟"①

پس لا إله إلا الله کا مرتبہ وہی ہے جو دنیا میں پانی کا ہے۔ جس کے پاس لا إله إلا الله نہ ہو، وہ مردہ ہے اور جس کے پاس لا إله إلا الله ہو، وہ زندہ ہے۔"②

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "جہنم کی آگ کو رحمت کے طور پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ بندوں کو ڈرایا گیا ہے تاکہ وہ برے کاموں سے باز آجائیں۔"③

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "جن چیزوں کے ساتھ بندے جنت میں داخل ہوں گے، ان میں صبر سے زیادہ افضل کوئی چیز بندوں کو نہیں دی گئی۔"④

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "کہا جاتا ہے کہ بلاشبہ کوئی عقل مند شخص جب قلیل نصیحت سے فائدہ حاصل نہیں کرتا تو نصیحت کی زیادتی اس کے شر ہی میں اضافہ کرتی ہے۔"⑤

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض حکماء (دانا لوگوں) سے پوچھا گیا کہ صبر کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: "آدمی جس حال میں بھی ہو اور اس حال میں اس پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو وہ صبر کرے اور اپنے اسی حال پر برقرار رہے جس میں وہ مصیبت نازل ہونے سے پہلے تھا۔"⑥

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے قول السلام علیکم سے مراد یہ ہے کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے سلامتی میں ہوں، پھر دوسرا اس کے لیے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته (اور تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) لہٰذا اب دونوں کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ جب انھوں نے ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دے دی تو کسی ایک کے چلے جانے پر دوسرا غیبت وغیرہ کے ساتھ اس کا

① الأنبيآء 21:30. ② حلية الأولياء: 7/272. ③ حلية الأولياء: 7/275.
④ حلية الأولياء: 7/305. ⑤ تهذيب الكمال: 11/192. ⑥ حلية الأولياء: 7/281.

تذکرہ کرے۔''[1]

نیز فرمایا: ''زندہ لوگوں پر صرف اسی طرح رشک کرو جس طرح تم مردوں پر رشک کرتے ہو۔ میت پر رشک یہ کہہ کر کیا جاتا ہے کہ فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے اور (اس کا حساب کتاب آسان ہو گا کیونکہ) اس نے ترکے میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کینہ حسد ہی ہے۔ حسد سے جو چیز باہر نکل جائے وہ شر ہے اور جو چیز باقی رہے وہ کینہ ہے۔ کوئی شخص بھی حسد کی تھوڑی بہت موجودگی سے سلامت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جہاد دس قسم کا ہوتا ہے۔ دشمن کے خلاف جہاد ایک قسم کا ہے جبکہ تیرا اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا نو قسموں کا ہے۔''[3]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''شکر گزار بندہ وہ ہے جو یہ جانتا ہو کہ بلاشبہ نعمت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو اُس نے اس لیے اسے عطا کی ہے کہ وہ دیکھے کہ بندہ کیسے شکر کرتا ہے اور کیسے اس کی حالت تبدیل ہوتی ہے؟''[4]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن سب سے شدید حسرت اور افسوس کرنے والے تین آدمی ہوں گے: وہ آدمی جس کا کوئی غلام تھا، پھر وہ غلام قیامت کے دن عمل میں اپنے مالک سے افضل ہو گیا۔ وہ مال دار آدمی جس نے اپنے مال سے صدقہ نہ کیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو دوسرے لوگ اس کے مال کے وارث بن گئے اور انھوں نے اس مال سے صدقہ کیا۔ اور وہ عالم آدمی جس نے اپنے علم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ اس نے دوسروں کو وہ علم سکھایا تو انھوں نے اس سے فائدہ اٹھا لیا (ان تینوں کو روز قیامت اپنی آزادی، دولت اور علم پر شدید حسرت ہو گی۔)''[5]

[1] حلية الأولياء: 282/7. [2] حلية الأولياء: 282/7. [3] حلية الأولياء: 284/7.
[4] حلية الأولياء: 287/7. [5] حلية الأولياء: 287/7.

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لوگوں کی سرداری اور قیادت چار صفات: جامع علم، کامل تقویٰ، کامل بردباری اور عمدہ تدبیر سے مکمل ہوسکتی ہے۔ اگر یہ چاروں صفات نہ ہوں تو یہ چار صفات: بچھا ہوا دستر خوان، کھلی اور فراخ ہتھیلی (سخاوت)، جذبۂ ایثار اور لوگوں کے ساتھ عمدہ اور بہترین برتاؤ ہونی چاہئیں۔ اگر یہ چاروں صفات بھی نہ پائی جائیں تو پھر یہ چار صفات شمشیر زنی، نیزہ بازی، دلاوری اور عسکری منصوبہ بندی ضرور ہونی چاہئیں۔ اگر کسی بندے میں ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی نہ پائی جائے تو اس کے لائق نہیں ہے کہ وہ قیادت کی جستجو کرے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: 'لا إله إلا الله کی پہچان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی انعام نہیں کیا۔'' نیز فرمایا: ''بندوں کے لیے لا إله إلا الله کی آخرت کے دن وہی قدر و قیمت ہوگی جو دنیا میں ان کے لیے پانی کی ہے۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ خاموشی عالم کی زینت اور جاہل کی پردہ پوشی ہے۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف یہ وحی کی: جو شخص تیری خدمت کرے، تو اسے تھکا دے (وہ تجھے حاصل کرتا کرتا تھک جائے) اور جو شخص میری خدمت کرے، تو اس کی خدمت کر۔''[4]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''عقل مند شخص وہ نہیں ہے جو برائی سے بھلائی کو پہچان لے بلکہ عقل مند شخص وہ ہے جو بھلائی کو پہچان لے تو اس کا اتباع کرے اور برائی کو پہچان لے تو اس سے اجتناب کرے۔''[5]

---

① شعب الإیمان:76/6. ② الشكر لابن أبي الدنيا:34. ③ شعب الإیمان:269/4.
④ فیض القدیر:305/2. ⑤ العقل لابن أبي الدنيا:59.

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حیا سب سے ہلکے درجے کا تقویٰ ہے۔ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا نہیں کرسکتا جب تک اس میں حیا پیدا نہ ہو۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بحث و مناظرہ چھوڑ دو کیونکہ اس میں بھلائی بہت کم ہے۔''[2]

نیز فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ تمھارے لیے نیک دشمن برے اور بگڑے ہوئے دوست سے بہتر ہے کیونکہ نیک دشمن کو اس کا ایمان تجھے نقصان اور ایذا دینے سے روکے گا جبکہ برے اور بداطوار دوست کو تیری عزت و بے عزتی کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔'' نیز فرمایا: ''جس شخص نے قرآن کریم پڑھا، اس سے بھی قیامت کے دن وہی کچھ پوچھا جائے گا جو انبیاء سے پوچھا جائے گا ماسوا تبلیغ رسالت کے۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تجھ پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیر خواہی لازم ہے کیونکہ تو اس عمل سے زیادہ افضل عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں کرے گا۔''[4]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس نے لوگوں کے سامنے کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو عمدہ اور مزین بنا کر پیش کیا جبکہ اللہ تعالیٰ اس میں اس کے برعکس پاتا ہے تو اللہ اسے بدزیب اور بھدا بنا دیتا ہے۔''[5]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس چیز کے بغیر تجھے چارۂ کار نہیں، اسے حاصل کرنے کی جستجو کرنا دنیا کی محبت میں داخل نہیں۔''[6]

نیز فرمایا: ''اگر میری رات جاہل کی رات جیسی اور میرا دن بے وقوف کے دن جیسا ہو تو میں اس علم کا کیا کروں گا (اور اس کا مجھے کیا فائدہ ہے) جسے میں نے لکھا ہے؟!''[7]

① فیض القدیر: 488/1. ② حلیة الأولیاء: 281/7. ③ حلیة الأولیاء: 281/7.
④ حلیة الأولیاء: 294/7. ⑤ صفة الصفوة: 232/2. ⑥ صفة الصفوة: 232/2.
⑦ صفة الصفوة: 232/2.

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کامل نعمت میں سے ایک یہ ہے کہ ساری زندگی صحت، امن اور مسرت وخوشی میں بسر ہو۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''دنیا ساری کی ساری غم ہے، لہٰذا اس میں جتنی مسرت اور خوشی مل جائے وہ نفع ہے۔''[2]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس حقیقی سرمایہ نہ ہو، اسے امانت کو حقیقی سرمایہ بنا لینا چاہیے۔''[3]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرفات میں ایک بدو کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''مختلف زبانوں میں آوازوں نے شور مچا رکھا ہے اور وہ تجھ سے اپنی اپنی حاجات اور ضروریات کا سوال کر رہی ہیں۔ میں تیرے سامنے اپنی ایک ہی حاجت پیش کرتا ہوں کہ آزمائش کے وقت جب اہل دنیا مجھے بھول جائیں گے، اس وقت تو مجھے یاد رکھنا۔''[4]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''صبر کرنا اور موت کا منتظر رہنا زہد ہے۔'' نیز فرمایا: ''اگر علم تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچائے تو وہ تجھے نقصان دے گا۔''[5]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: ''اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اگر علم یہ فائدہ نہ دے کہ اس پر عمل کیا جائے تو وہ بندے پر حجت بن کر اسے نقصان پہنچائے گا۔''[6]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ کا غضب ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے دنیا سے لاتعلق ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کا حاجت مند بنا دیتا ہے۔''[7]

① المستطرف: 73/2. ② المستطرف: 152/2. ③ شعب الإيمان: 327/4.
④ شعب الإيمان: 500/3. ⑤ سير أعلام النبلاء: 462/8. ⑥ اقتضاء العلم العمل: 55.
⑦ سير أعلام النبلاء: 473/8.

سفیان رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾

''اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمھیں مزید دوں گا۔''[1]

کے بارے میں کہتے ہیں: ''اگر تم نے میری نعمت کا شکر ادا کیا تو میں اپنی اطاعت میں تمھیں بڑھا دوں گا جو تمھیں میری جنت میں لے جائے گی۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''گفتگو اور کلام میں کسی آدمی کی عقل کو مت دیکھو بلکہ معاملات سرانجام دینے میں اس کی عقل دیکھو۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کسی بستی میں آتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بستی کے برے لوگوں کے بارے میں پوچھتے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بستی کے بہترین اور نیکو کار لوگوں کے متعلق پوچھتے۔ یحییٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: ''آپ برے لوگوں کے پاس کیوں قیام کرتے ہیں؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں طبیب ہوں اور مریضوں کا علاج کرتا ہوں۔''[4]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں تمھیں دنیا کی نمکین ترین (دلفریب) چیز کی صرف اس لیے تعلیم دیتا ہوں تاکہ تم جان لو نہ کہ اس لیے تعلیم دیتا ہوں کہ تم اس پر ریجھ جاؤ۔ تم اسے خراب نہ کرو کیونکہ جب کوئی چیز خراب ہو جائے تو نمک کے ساتھ اسے ٹھیک کر لیا جاتا ہے اور اگر نمک خراب ہو جائے تو پھر اسے کوئی چیز صحیح نہیں کر سکتی۔ تم ان لوگوں سے، جنھیں تم پڑھاتے ہو، صرف اسی قدر اجرت لو جس قدر اجرت میں تم سے لیتا ہوں۔''[5]

[1] إبراهيم 7:14.
[2] شعب الإيمان: 126/4.
[3] العقل لابن أبي الدنيا: 51.
[4] حلية الأولياء: 274/7.
[5] حلية الأولياء: 274/7.

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم کتاب اللہ کے محفوظ برتن اور علم کے چشمے بنو اور اللہ تعالیٰ سے ایک ایک دن کی ضرورت کے مطابق رزق مانگو۔ تمھارے لیے رزق کا بکثرت نہ ہونا تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''[1]

نیز فرمایا: ''کسی نعمت حاصل کرنے والے کو ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ملی۔''[2]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ تین چیزوں کے ساتھ ابن آدم کی حیثیت نہ گھٹاتا تو کوئی چیز بھی اس پر قدرت نہ پا سکتی تھی۔ یقیناً یہ تینوں چیزیں اس میں پائی جاتی ہیں اور ابن آدم اسی وجہ سے فقر، بیماری اور موت کی طرف کود پڑنے والا ہے۔''[3]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وہ منزل اور اقامت گاہ بدترین ہے جہاں بندہ کوئی گناہ کرے، پھر توبہ کیے بغیر وہاں سے چلا جائے۔''[4]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھے، بلاشبہ اس نے تکبر کیا۔ اور تکبر ہی وہ چیز ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے ابلیس کو روکا۔''[5]

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: بلاشبہ سب سے پہلے جس کو موت آئی ہے وہ ابلیس ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے میری نافرمانی کی ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرتا ہے، میں اسے مردوں میں شمار کرتا ہوں۔''[6]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لوگ اس وقت تک حقیقت کو نہیں پہچان سکتے حتی کہ وہ اس بات کا اعتراف کرنا پسند کریں کہ وہ حقیقت کو نہیں پہچانتے۔''[7]

① حلیة الأولیاء: 274/7. ② حلیة الأولیاء: 305/7. ③ حلیة الأولیاء: 277/7.
④ حلیة الأولیاء: 278/7. ⑤ صفة الصفوة: 232/2. ⑥ صفة الصفوة: 233/2.
⑦ صفة الصفوة: 233/2.

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ حق کے راستوں پر چلو اور ان پر چلنے والوں کی قلت سے مت گھبراؤ۔''[1]

ابن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ دن تین طرح کے ہیں۔ گزشتہ کل: بڑا حکمت والا اور تربیت کرنے والا دن ہے، اس نے اپنی حکمت ظاہر کر دی ہے اور اسے تیرے لیے باقی رکھا ہے۔ آج کا دن: وہ الوداع کہنے والا دوست ہے۔ وہ طویل عرصے سے چھپا ہوا تھا۔ اب وہ تیرے پاس آ گیا ہے جبکہ تو اس کے پاس نہیں گیا اور وہ بہت جلد تجھ سے روانہ ہونے والا ہے۔ آنے والا کل: تو نہیں جانتا کہ تو اس دن (زمین پر بسنے والوں میں سے ہوگا یا نہیں۔''[2]

ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امور ترک کر دیے اس سے افضل کسی کوشش کرنے والے نے کبھی کوشش کی نہ کسی عبادت گزار نے کبھی عبادت کی ہے۔''[3]
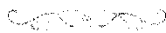
[1] صفة الصفوة: 233/2.
[2] صفة الصفوة: 235/2.
[3] صفة الصفوة: 235/2.

شعروادب کا بلند پایہ ذوق

سفیان رحمہ اللہ اشعار سے محبت کرتے، انھیں بطور تمثیل پیش کرتے اور دوسروں سے شعر سننا پسند کرتے تھے۔ یہاں شعر سے مراد وہ شعر ہیں جو روح کو تسکین دیتے، دل کو جھنجھوڑتے اور جذبات کو تحریک دیتے ہیں تاکہ وہ از سر نو اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنا شروع کر دے۔

محمد بن میمون خیاط بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ یہ شعر بطور عبرت پڑھا کرتے تھے:

أَلَيْسَ وَرَائِي إِنْ تَرَاخَتْ مَنِيَّتِي
لُزُومَ الْعَصَا تَحْنُو عَلَيْهَا الْأَصَابِعُ

أُخَبِرُ أَخْبَارَ الْقُرُونِ الَّتِي مَضَتْ
أَدِبُّ كَأَنِّي كُلَّمَا قُمْتُ رَاكِعُ

''اگر میری موت نے تاخیر کی تو کیا میرے سامنے وہ وقت نہ آئے گا جس میں میں نے مڑی ہوئی انگلیوں کے ساتھ لاٹھی کو تھاما ہوا ہوگا؟ میں لوگوں کو گزشتہ زمانے کی خبریں بتاؤں گا جبکہ میں رینگ رینگ کر چلوں گا اور میری حالت یہ ہوگی کہ جب بھی میں کھڑا ہوں گا تو پیٹھ جھکنے کی وجہ سے گویا میں حالت رکوع میں ہوں گا۔''[1]

[1] العمر و الشيب لا بن أبي الدنيا: 74.

ابن ابوعمر بیان کرتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے تو لوگوں نے فضل بن ربیع اوراس کی چالاکی وہوشیاری کا تذکرہ کیا تو سفیان رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھنا شروع کردیا:

كَمْ مِّنْ قَوِيٍّ قَوِيٍّ فِي تَقَلُّبِهِ
مُهَذَّبُ الرَّأْيِ عَنْهُ الرِّزْقُ مُنْحَرِفُ

وَكَمْ ضَعِيفٍ ضَعِيفِ الْعَقْلِ مُخْتَلَطٌ
كَأَنَّهُ مِنْ خَلِيجِ الْبَحْرِ يَغْتَرِفُ

''کتنے ہی طاقتور ایسے ہیں جو معاملات سرانجام دینے میں بڑے قوی اور بڑی شائستہ اورنقائص سے پاک رائے کے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ بے رزق ہوتے ہیں اور کتنے ہی کمزور، ضعیف عقل کے مالک اور وہم کا شکار رہنے والے ایسے ہیں گویا وہ سمندر کی خلیج سے سیراب ہورہے ہیں۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''غوروفکر ایک نور ہے جو تیرے دل میں داخل ہوجاتا ہے۔'' بسا اوقات بطور مثال یہ شعر بھی پڑھتے:

إِذَا الْمَرْءُ كَانَتْ لَهُ فِكْرَةٌ
فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ عِبْرَةٌ

''جب آدمی غوروفکر کی دولت سے بہرہ ور ہوتو ہر چیز میں اس کے لیے کوئی نہ کوئی سبق اور عبرت ہوتی ہے۔''[2]

① حلية الأولياء: 275/7. ② تفسير ابن كثير: 580/1.

ابو ربیع کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

قَدْ كُنْتُ حَذَّرْتُكَ آلَ الْمُصْطَلَقِ
وَقُلْتُ يَا هٰذَا أَطِعْنِي وَانْطَلِقِ

إِنَّكَ إِنْ كَلَّفْتَنِي مَا لَمْ أَطِقْ
سَاءَكَ مَا سَرَّكَ مِنِّي مِنْ خُلُقِ

''میں نے تجھے آل مصطلق سے ڈرایا تھا اور یہ کہا تھا: اے آدمی! میری پیروی کر اور چل۔ اگر تو مجھے ایسی چیز کا ذمہ دار بنائے گا جس کی میں طاقت نہیں رکھتا تو جو میری عادات آپ کو اچھی لگتی تھیں، وہ بری لگیں گی۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ دنیا کی مذمت میں بطور تمثیل یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے:

دُنْيَا تُسَاقُ لَهَا الْعِبَادُ ذَمِيمَةً
شَيَّبَتْ بِأَكْرَهَ مِنْ نَّقِيعِ الْحَنْظَلِ

وَبَنَاتُ دَهْرٍ لَا تَزَالُ صُرُوفُهُ
فِيهَا وَقَائِعُ مِثْلُ وَقْعِ الْجَنْدَلِ

''دنیا کی طرف بندوں کو ہانکا جاتا ہے، حالانکہ وہ نہایت قابل مذمت ہے جو اندرائن کے نتھرے ہوئے پانی سے بھی زیادہ تلخ تر اور قبیح صورت میں بوڑھا کر دیتی ہے۔ مصائب زمانہ ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں اور اس میں دومۃ الجندل کے واقعے جیسے متعدد واقعات پائے جاتے ہیں۔''[2]

[1] الجامع لأخلاق الراوي:1/215.   [2] ثمار القلوب:1/594.

نیز آپ نے فرمایا: ''غوروفکر کرنا رحمت کی چابی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آدمی غوروفکر کرتا ہے تو توبہ کرلیتا ہے؟''[1]

حکیم بن ابجر مکی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

إِذَا مَا رَأَيْتَ الْمَرْءَ يَقْتَادُهُ الْهَوٰى

فَقَدْ ثَكِلَتْهُ عِنْدَ ذَاكَ ثَوَاكِلُهُ

وَقَدْ أَشْمَتَ الْأَعْدَاءَ جَهْلًا بِنَفْسِهِ

وَقَدْ وَجَدَتْ فِيهِ مَقَالًا عَوَاذِلُهُ

وَلَنْ يَنْزَعَ النَّفْسُ اللَّحُوحُ عَنِ الْهَوٰى

مِنَ النَّاسِ الْأَوَافِرِ الْعَقْلِ كَامِلُهُ

''جب تو کسی آدمی کو دیکھے کہ خواہشات اس کی قیادت کر رہی ہیں تو اس وقت رونے والیوں کو اس پر رونا چاہیے، یقیناً اس نے اپنے نفس کی جہالت کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو خوش کردیا ہے اور ملامت گروں نے اس کے متعلق باتیں کہنے کا موقع پالیا ہے (اب اس کے لیے گناہوں اور خواہشات سے رجوع کرنا ناممکن محسوس ہوتا ہے کیونکہ) بڑی وافر اور کامل عقل رکھنے والے اور گناہوں پر مصر رہنے والے انسان اپنی خواہشات سے جان نہیں چھڑا سکتے۔''[2]

سئید بن داود بیان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے اعراض کیا۔ وہ آدمی گھوم کر دوسری

[1] حلية الأولياء: 305/7.

[2] حلية الأولياء: 275/7.

جانب سے آیا تو آپ نے دوبارہ اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا:

وَمَا يَلْبَثُ الْأَقْوَامُ أَنْ يَّتَفَرَّقُوا

إِذَا لَمْ يُؤَلَّفْ رُوحُ شَكْلٍ إِلٰى شَكْلِ

اِبْنِ لِي وَكُنْ مِّثْلِي أَوِ ابْتَغِ صَاحِبًا

كَمِثْلِكَ إِنِّي أَبْتَغِي صَاحِبًا مِّثْلِي

''لوگ (مرنے یا اختلاف کی وجہ سے) جلدی جلدی جدا ہو جاتے ہیں اس وقت تک جب تک کہ ایک بدن کی روح دوسرے بدن کی روح کے ساتھ محبت نہیں کرتی، تم میرے ہو جاؤ یا میرے جیسے ہو جاؤ یا اپنے جیسا کوئی ساتھی تلاش کرو بے شک میں بھی اپنے جیسا ساتھی ڈھونڈ لیتا ہوں۔''[1]

حبان بن نافع بیان کرتے ہیں کہ جب سفیان رحمہ اللہ زیادہ عمر کے ہو گئے تو آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

يُعَمَّرُ وَاحِدٌ فَيُغِرُّ قَوْمًا

وَيُنْسِي مَنْ يَّمُوتُ مِنَ الصِّغَارِ

''کسی آدمی کو لمبی عمر دی جاتی ہے تو وہ قوم کو بہکاتا اور دھوکا دیتا ہے اور بچپن میں فوت ہو جانے والوں کو بھلا دیتا ہے۔''[2]

ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ کے قریب سے ابن جامع ریشم کے کپڑے گھسیٹتے ہوئے گزرا تو آپ نے اپنے کسی ساتھی سے کہا: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس قریشی آدمی کو کسی خلیفہ سے مال ملا ہے۔ اس نے یہ مال کیسے حاصل کیا ہے؟'' لوگوں

[1] حلية الأولياء: 7/277. [2] حلية الأولياء: 7/277.

نے کہا: ''گانے کے ذریعے سے۔'' آپ نے کہا: ''تم میں سے کسے اس نظم کے کچھ شعر آتے ہیں؟'' اس پر آپ کے ایک شاگرد نے ترنم کے ساتھ یہ شعر پڑھے:

وَأَصْحَبُ بِاللَّيْلِ أَهْلَ الطَّوَافِ

وَأَرْفَعُ مِنْ مِّئْزَرِي الْمُسْبِلِ

''اور میں رات سے طواف کرنے والوں کی صحبت اختیار کر لیتا ہوں اور اپنے لٹکے ہوئے تہبند کو اوپر اٹھا لیتا ہوں۔''

آپ نے فرمایا: ''خوب! مزید!'' پھر اس نے یہ شعر پڑھا:

وَأَسْجُدُ بِاللَّيْلِ حَتَّى الصَّبَاحِ

وَأَتْلُو مِنَ الْمُحْكَمِ الْمُنْزَلِ

''اور میں رات سے صبح تک سجدے میں رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ محکم کتاب کی تلاوت کرتا ہوں۔''

آپ نے فرمایا: ''خوب! مزید!'' اب اس نے یہ شعر پڑھا:

عَسَى فَارِجُ الْكَرْبِ عَنْ يُّوسُفٍ

يُسَخِّرُ لِي رَبَّةَ الْمَحْمَلِ

''یوسف علیہ السلام سے ان کی تکالیف دور کرنے والے (اللہ) سے امید ہے کہ میرے لیے ایک پالکی والی مسخر کر دے گا۔''

سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس شعر کو ترک کر دو۔''[1]

مشرف بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ زخمی ہوئے تو آپ کچھ غمگین

[1] الأغاني: 308/6.

تھے۔آپ نے فرمایا:''کیا کوئی آدمی ہے جوکوئی شعر پڑھے یا حدیث بیان کرے؟''
لوگوں کے پچھلی جانب سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اور کہا: اے ابومحمد! کیا میں شعر سناؤں؟
آپ نے فرمایا:''ہاں! تم سناؤ۔''تب اس نے یہ شعر پڑھے:

فَوَاكَبِدِي حَتّٰى مَتٰى أَنَا مُوجَعٌ
لِفَقْدِ حَبِيبٍ أَوْ تَعَذُّرِ إِفْضَالِ

فَمَا الْعَيْشُ إِلَّا أَنْ نَّجُودَ بِنَائِلٍ
وَإِلَّا لِقَاءَ الْأَخِ ذِي الْخُلُقِ الْعَالِي

''ہائے میرا جگر! کب تک میں دردمند رہوں گا، اپنے محبوب کے گم ہونے یا اس کی طرف سے احسانات نہ ہونے کی وجہ سے۔ زندگی تو ہر موجود شے کی سخاوت کا نام ہے اور زندگی (تو) اعلیٰ اخلاق کے مالک بھائی کی ملاقات کا نام ہے۔''

یہ سن کر ابن عیینہ رحمہ اللہ کا غم اور تکلیف دور ہوگئی اور دیر تک آپ ان کی مجلس میں بیٹھے رہے۔[1]

محمد بن مسعر کہتے ہیں کہ ہم ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس تھے تو لوگ آپس میں ایک دوسرے کوابونواس کے شعر سنانے لگے۔ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا:''مجھے بھی کوئی شعر سناؤ۔''لوگوں نے یہ شعر سنائے:

مَا هَوًى إِلَّا لَهُ سَبَبٌ
يَبْتَدِي مِنْهُ وَيَنْشَعِبُ

① أدب الإملاء: 72.

فَتَنَتْ قَلْبِي مُحَبَّبَةٌ
وَجْهُهَا بِالْحُسْنِ مُنْتَقِبُ
تَرَكَتْ وَالْحُسْنُ تَأْخُذُهُ
تَنْتَقِي مِنْهُ وَتَنْتَخِبُ
فَاكْتَسَتْ مِنْهُ طَرَائِقَةً
وَاسْتَزَادَتْ بَعْضَ مَا تَهِبُ

''ہر محبت کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے جس سے اس محبت کی ابتدا ہوتی ہے اور وہ شاخ در شاخ پروان چڑھتی رہتی ہے۔ محبت نے میرے دل کو پیار کے فتنے میں ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے چہرے نے حُسن کا نقاب اوڑھ رکھا ہے۔ میں نے محبت کو چھوڑ دیا ہے جبکہ حسن نے اسے پکڑا ہوا ہے جسے وہ اختیار اور انتخاب کرتا ہے۔ اس محبت نے حسن کے مختلف طریقے اپنا لیے ہیں اور اس محبت نے اپنے حسن کے عطیے میں اضافہ کر دیا ہے۔''

یہ سن کر ابن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے اس محبت کو پیدا کیا۔''[1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شُبرمہ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا اور میں ان اشعار سے عمدہ شعر نہیں جانتا، وہ کہتا ہے:

أُولٰئِكَ قَوْمٌ إِنْ بَنَوْا أَحْسَنُوا الْبِنَا
وَإِنْ عَاهَدُوا أَوْفَوا وَإِنْ عَقَدُوا شَدُّوا

[1] تاریخ بغداد: 438/7.

وَإِنْ كَانَ النَّعْمَاءُ فِيهِمْ جَزَوْا بِهَا
وَإِنْ أُنْعِمُوا لَا كَدَّرُوهَا وَلَا كَدُّوْا

وَإِنْ قَالَ مَوْلَاهُمْ عَلٰى جُلِّ حَادِثٍ
مِنَ الْأَمْرِ رُدُّوا فَضْلَ أَحْلَامِكُمْ رَدُّوا

''وہ قوم ایسی ہے کہ اگر وہ کوئی عمارت وغیرہ بنائیں تو بہت عمدہ بناتے ہیں اور اگرکوئی معاہدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں اوراگر وہ کوئی عزم کریں تو پختہ کرتے ہیں۔ اگران میں مال و دولت اور آسودگی ہوتو وہ اس کے ساتھ دوسروں کے احسان کا بدلہ دیتے ہیں اوراگر ان پر انعام کیا جائے تو وہ اسے گندہ نہیں کرتے اور نہ سبب مشقت سمجھتے ہیں۔ اگران کا سردار کسی بڑے اہم حادثے کے پیش آنے پران سے کہے کہ اپنے ممتاز نوجوانوں کو اس حادثے میں آگے لاؤ تو وہ انھیں اس حادثے کی طرف دھکیل دیں گے۔''[1]

سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو بیت اللہ کا طواف کررہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:

يَارَبِّ حَسْبِي بُنَيَّاتِي حَسْبِي
أَذْهَبْنَ مُخِّي وَأَكَلْنَ كَسْبِي

إِنْ زِدْتَنِي أُخْرٰى قَطَعَتْ قَلْبِي

''اے میرے رب! کافی ہیں میری بیٹیاں کافی ہیں، وہ میرا دماغ لے گئی

[1] الحلم لابن أبي الدنيا:55.

ہیں اور میری کمائی کھا گئی ہیں۔ اگر تو نے مجھے اور بیٹی دی تو وہ میرا دل کاٹ لے گی۔''

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اس کا یہ شعر سنا تو اس سے پوچھا: ''تیری کتنی بیٹیاں ہیں؟'' اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! چار بیٹیاں ہیں۔'' تب عمر رحمہ اللہ نے اسے ہر روز دو درہم دینے کا حکم جاری کر دیا۔[1]

[1] العيال لابن أبي الدنيا: 259.

سفیان بن عیینہ کی منظوم مدح

عظیم شاعر ابن عیینہ رحمہ اللہ کی مدح میں کہتا ہے:

سِيرِي نَجَاءً وَّقَاكِ اللّٰهُ مِنْ عَطَبٍ
حَتّٰى تُلَاقِي بَعْدَ الْبَيْتِ سُفْيَانَا

شَيْخُ الْأَنَامِ وَمَنْ جَلَّتْ مَنَاقِبُهُ
لَاقَى الرِّجَالَ وَحَازَ الْعِلْمَ أَزْمَانَا

حَوٰى بَيَانًا وَّفَهْمًا عَالِيًا عَجَبًا
إِذَا يَنُصُّ حَدِيثًا نَصَّ بُرْهَانًا

تَرَى الْكُهُولَ جَمِيعًا عِنْدَ مَشْهَدِهِ
مُسْتَنْصِتِينَ وَشِيْخَانًا وَّشُبَّانًا

يَضُمُّ عَمْرًا إِلَى الزُّهْرِيِّ يُسْنِدُهُ
وَبَعْدَ عَمْرٍو إِلَى الزُّهْرِيِّ صَفْوَانَا

وَعَبْدَةٌ وَعُبَيْدَ اللهِ ضَمَّهُمَا
وَابْنَ السَّبِيعِيِّ أَيْضًا وَّابْنَ جَدْعَانَا

فَعَنْهُمْ عَنْ رَّسُولِ اللهِ يُوسِعُنَا

عِلْمًا وَّحُكْمًا وَّتَأْوِيلًا وَّتِبْيَانَا

''اے میری سواری! جان بچا کر (یا درمیانی چال) چلتی جا، اللہ تجھے گرنے سے بچائے رکھے حتی کہ تو بیت اللہ کی زیارت کے بعد سفیان رحمہ اللہ سے ملاقات کرلے۔ آپ (سفیان) لوگوں کے سردار ہیں جس کے فضائل و مناقب پھیلے ہوئے ہیں آپ نے بہت سے اہل علم لوگوں سے حصول علم کیا ہے اور طویل زمانے تک آپ نے علم اکٹھا کیا ہے۔ آپ نے اپنے اندر حیرت انگیز انداز بیان اور عظیم الشان فہم سمیٹ لیا ہے۔ جب آپ کسی حدیث کا متن بیان کرتے ہیں تو گویا آپ ایک عمدہ برہان بیان کرتے ہیں۔ تو دیکھے گا کہ جب وہ حاضر ہوتے ہیں تو بوڑھے، عمر رسیدہ، ادھیڑ عمر اور نوجوان سبھی خاموش رہتے ہیں۔ آپ عمرو بن دینار کو زہری سے سند بیان کرتے ہوئے ملاتے ہیں اور عمرو کے بعد زہری سے صفوان کو ملاتے ہیں، نیز آپ عبدۃ اور عبیداللہ کو اور اسی طرح ابن سبیعی اور ابن جدعان کو زہری سے روایت کرتے ہوئے ملاتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کر کے علم وفقہ، حکمت، تاویل وتفسیر اور شرح و بیان تک ہمارا دائرۂ معرفت وسیع کرتے ہیں۔''[1]

[1] سیر أعلام النبلاء: 8/474.

ابن عیینہ کی وفات

سفیان رحمہ اللہ نے 91 سال کی عمر میں 198 ھ میں وفات پائی۔

محمد بن ابی عمر بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جمادی الآخرہ کے آخری دن 198 ھ میں فوت ہوئے۔[1]

آپ یکم رجب 198 ھ بروز ہفتہ حجون میں دفن ہوئے اور آپ اس وقت 91 سال کے تھے۔

حمیدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں 107 ھ میں پیدا ہوا تھا۔ حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سفیان رحمہ اللہ نے جمادی الاولیٰ کے آخری دن 198 ھ میں وفات پائی۔''[2]

① تاریخ بغداد: 184/9. ② صفة الصفوة: 237/2.

خوابوں میں دیکھا جانا

اس امت کے صالحین اور نیکوکار علماء پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھیں خوابوں میں دیکھا جاتا ہے اور یہ چیز نصرت الٰہی، کامیابی اور دنیا و آخرت میں ان کے عمدہ احوال پر دلالت کرتی ہے۔

ایوب بن عتبہ کی بیوی کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو دیکھا تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ میری طرف سے میرے بھائی ایوب کو جزائے خیر عطا فرمائے، وہ بڑی کثرت سے میری زیارت کرتے ہیں اور وہ آج بھی میرے پاس تھے۔'' ایوب رحمہ اللہ نے بتایا: ''ہاں! میں نے آج ایک جنازے میں شرکت کی تھی اور میں آپ کی قبر پر بھی گیا تھا۔''[1]

[1] فیض القدیر: 398/2.

سفیان رحمہ اللہ کی وفات پر مرثیہ گوئی کا بیان

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں بہت زیادہ مرثیے کہے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک اصمعی کا مرثیہ ہے، وہ کہتے ہیں:

لِيَبْكِ سُفْيَانَ بَاغِي سُنَّةٍ دَرَسَتْ

وَمُسْتَبِينُ أَثَارَاتٍ وَآثَارِ

وَمُبْتَغِي قُرْبَ إِسْنَادٍ وَمَوْعِظَةٍ

وَوَاقِفِيُّونَ مِنْ طَارٍ وَمِنْ سَارِي

أَمْسَتْ مَنَازِلُهُ وَحْشًا مُعَطَّلَةً

مِنْ قَاطِنِينَ وَحُجَّاجٍ وَعُمَّارِ

مَنْ لِلْحَدِيثِ عَنِ الزُّهْرِيِّ يُسْنِدُهُ

وَلِلْأَحَادِيثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارِ

مَا قَامَ مِنْ بَعْدِهِ مَنْ قَالَ حَدَّثَنَا

الزُّهْرِيُّ فِي أَهْلِ بَدْوٍ أَوْ بِأَحْضَارِ

وَقَدْ أَرَاهُ قَرِيبًا مِّنْ ثَلَاثِ مِنًى
قَدْ حَفَّ مَجْلِسَهُ مِنْ كُلِّ أَقْطَارِ

بَنُو الْمَحَابِرِ وَالْأَقْلَامِ مُرْهَفَةً
وَسِمَاسِمَاتٍ فَرَاهَا كُلُّ نَجَّارِ

''ہر مٹی ہوئی اور باقی ماندہ سُنت کے متلاشی، پہلوں کے علم اوران کے نشانات کو ظاہر کرنے والے، عالی اسناد کے طالب، پندو نصائح کے متلاشی اور حدیث سے واقفیت رکھنے والے اور صبح و شام علم کی خاطر چلنے والوں کو چاہیے کہ وہ سفیان پر روئیں۔ اس کے سارے گھر اس کے رہائشیوں سے اور حج وعمرہ کرنے والوں سے خالی ہو گئے۔ اب کون زہری سے اور عمرو بن دینار سے مسند روایات بیان کرے گا؟ ان کے بعد دیہات یا شہر میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو کھڑا ہو کر کہے کہ ''ہمیں امام زہری نے یہ حدیث سُنائی ہے۔'' میں نے انھیں موسم حج میں منیٰ کے تین دنوں میں دیکھا کہ ان کی مجلس میں مختلف علاقوں سے دواتوں اور بڑھئی کی گھڑی ہوئی باریک تیز رو قلموں والے حاضر ہیں۔''[1]

ابن مناذر نے مکہ مکرمہ میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے جنازے پر مرثیہ گوئی کرتے ہوئے کہا:

مَنْ كَانَ يَبْكِي وَرِعًا عَالِمًا
فَلْيَبْكِ لِلْإِسْلَامِ سُفْيَانَا

[1] سير أعلام النبلاء: 8/475,474، و المحدث الفاصل، ص: 227,226.

رَاحُوا بِسُفْيَانَ عَلَى نَعْشِهِ
وَالْعِلْمِ مَكْسُوَّيْنِ أَكْفَانَا

لَا يُبْعِدَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ هَالِكٍ
أَوْرَثَنَا غَمًّا وَّأَحْزَانًا

نَجْلُو مِنَ الْحِكْمَةِ أَنْوَارَهَا
مَا تَشْتَهِي الْأَنْفُسُ أَلْوَانًا

يَا وَاحِدَ الْأُمَّةِ فِي عِلْمِهَا
لَقِيتَ مَنْ ذِي الْعَرْشِ رِضْوَانًا

''جو شخص کسی متقی عالم پر روتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسلام کے لیے سفیان پر روئے۔ وہ سفیان کے بدن (نعش) کو لے گئے اور علم کو بھی اس حال میں کہ دونوں کو کفن میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ اے ساتھی! اللہ تجھے مرحوم سفیان سے کبھی دور نہ کرے، انھوں نے ہمیں حزن و ملال اور غم کا روگ لگا دیا ہے۔ ہم حکمت (سفیان) اور اس کے وہ انوار واضح کرتے ہیں جنھیں لوگ مختلف قسموں میں پسند کرتے ہیں۔ اے امت کی نمایاں علمی منفرد شخصیت! عرش والا آپ سے خوش ہو جائے۔''[1]

[1] الجرح والتعديل:1/54.

حرف آخر

میرے محبوب بھائی! اپنے دل کو شکوک وشبہات اور ملاوٹوں سے پاک کرلے کیونکہ محبت الٰہی پاکیزہ دل ہی کو قبول کرتی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ زمین کا انتخاب کرتا ہے، اسے پانی دیتا اور سیراب کرتا ہے، پھر اس میں ہل چلا کر اسے تیار کرتا ہے۔ اس کی مٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ وہ اس میں جو پتھر بھی دیکھتا ہے، اسے باہر پھینک دیتا ہے اور جب بھی وہ زمین کو نقصان دینے والی چیز دیکھتا ہے تو اسے دور کر دیتا ہے، پھر اس میں بیج ڈالتا ہے اور پھر کسی بھی نقصان دہ چیزوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے محبت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل سے شرک کے کانٹے کاٹ پھینکتا ہے اور اسے ریا اور شک کی گندگیوں سے پاک کر دیتا ہے، پھر اسے توبہ اور رجوع کے پانی سے سیراب کرتا ہے اور خوف اور اخلاص کے جھاڑن سے اس کی صفائی کر دیتا ہے۔ پس تقویٰ میں اس کا ظاہر اور باطن برابر ہو جاتا ہے، پھر وہ اس میں ہدایت کا بیج ڈالتا ہے تو یہ بیج محبت کے دانوں کا پھل دیتا ہے۔ اس وقت معرفت الٰہی بندے کا ظاہری وطن اور پاکیزہ غذا بن جاتی ہے جو قابل ستائش ہے۔ اس وقت دل کا جوہر پرسکون ہو جاتا ہے اور اس کے دل کے گوشے گوشے میں اخلاص کی فرمانروائی قائم ہو جاتی ہے۔ پس اس کی آنکھوں میں ہدایت کی ایسی برکات سرایت کر جاتی ہیں جو اُسے محبوب کے سوا ہر شے سے بے نیاز کر دیتی ہیں، اس کے محبوب ومطلوب

کے سوا ہر شے کی محبت کو زائل کر دیتی ہیں اور اس کی زبان کو یاوہ گوئی سے اور اس کے پاؤں کو بُری طرف جانے سے فوراً روک دیتی ہیں۔

پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے علم اس پاکیزہ نفس کا باغیچہ، بردباری اور حلم اس کا ہم نشین، خوف اس کا قید خانہ، امید اس کا میدان، خلوت اس کا باغ، قناعت اس کا خزانہ، یقین اس کا سرمایہ، زہد اس کی سواری، غور و فکر اور تدبر اس کی خوراک اور انس اس کی مٹھائی بن جاتا ہے۔ یہ پاکیزہ نفس ہر وقت اپنی آخرت کو سدھارنے اور حقیقی آرزو کو پورا کرنے کے لیے اپنے اعمال کو وسیلہ بناتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی منزلِ مقصود پر نظر رکھتا ہے۔ اگر اس کے محافظ اس کے اعمال اوپر لے جائیں تو اس کا اعمال نامہ صاف شفاف ہوتا ہے۔ اگر اس پاکیزہ نفس پر کوئی آزمائش آئے تو وہ اس پر صبر کرنے والا اور متقی ہوتا ہے۔ اگر اسے موت آ جائے تو وہ اس دھوکے کی زندگی (دنیا) سے بے غم اور بے فکر ہو جاتا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جسے قیامت کے دن یوں پکارا جائے گا:

﴿ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ ﴾

”اے مطمئن روح! تو اپنے رب کی طرف چل اس حال میں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔“[1]

اے میرے محبوب بھائی! آگے بڑھو اور اپنے سلف صالحین کے احوال کے بارے میں غور و فکر کرو کہ انھوں نے حصول علم میں کیسے محنت اور جدوجہد کی اور نفع حاصل کرنے کے لیے انھوں نے کس قدر مشقت برداشت کی۔ اگر ان پر رات آ جاتی تو وہ نہایت معزز و محترم بادشاہ، توبہ قبول کرنے والے اور لغزشیں معاف کرنے والے اللہ کے سامنے اپنی مناجات پیش کرنے کے لیے ذوق و شوق سے ایک گھڑی کے قیام میں اس

[1] الفجر 89:27، 28.

کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ اگر ان پر دن آجاتا تو وہ اطاعتِ الٰہی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔

یہ سلف صالحین کی سیرتوں پر مشتمل اوراق ہیں۔ اگر تم انھیں زندہ دیکھ لیتے، ان کے ساتھ بیٹھنے کا موقع تمھیں ملتا اور اللہ تعالیٰ تمھیں ان کا علم اور ان کا وعظ سنا دیتا تو پھر تمھارا کیا حال ہوتا! لیکن اس بات کو چھوڑو۔ میں اور تم اب خواہشات میں رہتے ہیں۔ ان سیکنڈوں اور گھنٹوں کے ختم ہونے سے پہلے پہلے کوشش اور محنت کر لو، مستعدی دکھاؤ اور اللہ کو راضی کر لو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں ان کے ساتھ ملا دے، ہماری کوتاہیوں کی تلافی کر دے اور ہماری کمزوریوں کو دور کر دے۔ بلاشبہ وہ ارحم الراحمین ہے۔

امام سُفیان بن عُیینہ رحمہ اللہ

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ایک سربرآوردہ تبع تابعی، نابغۂ روزگار محدث اور استاذِ حدیث تھے جنھوں نے تابعین اور اتباع تبع تابعین کے مابین رابطے کا فریضہ سرانجام دیا اور علم حدیث کی تعلیم اور اس کے فروغ میں اپنی زندگی بِتا دی۔ انھوں نے ایک عرصہ مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ میں درس حدیث دیا اور ان سے سیکڑوں شاگردوں نے کسبِ فیض کیا جس سے محدثین کو تدوین حدیث میں بہت مدد ملی۔ عربی میں الإمام سُفیان بن عُیَینہ صلاح الدین علی عبدالموجود کی معرکہ آرا تصنیف ہے۔ دارالسلام انٹرنیشنل نے سیر وسوانح اسلاف شائع کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، اس سلسلے کی یہ پہلی کتاب ہے جسے اُردو قالب میں پیش کیا جا رہا ہے۔

سیرت امام سفیان بن عیینہ کے مطالعے سے آپ اس عظیم محدث کے کردار و عمل، علم حدیث کی تدریس اور فروغ میں ان کی روشن خدمات، قرآن و حدیث کے سلسلے میں ان کے تفسیری و تشریحی اقوال، ان کی درس حدیث کی مجلسوں کے احوال، عقیدہ و منہج کی پختگی، حسب و نسب اور جرح و تعدیل میں ان کی قابلِ رشک معلومات، دوران سفر میں انھیں پیش آمدہ حیرت انگیز واقعات، ان کے جید اساتذہ اور لائق و فائق شاگردوں کا ذکرِ جمیل اور حدیث اور محدثین سے ان کی محبت سے آگاہ ہوں گے۔ علاوہ ازیں ان کی فقہی آراء، علم وراثت میں ان کا درک، ان کے اخلاق و عادات، عجز و انکسار، زہد و ورع، عبادت و ریاضت، حکمرانوں کے متعلق ان کا رویہ، عقیدہ خلق قرآن کا مدلل ردّ اور ان کے اقوال زریں آپ کی رہنمائی کریں گے۔

یہ رہنما کتاب خود پڑھیے اور دوسروں کو اس کے مطالعے کی ترغیب دیجیے، ان شاء اللہ دنیا اور آخرت کی بہت سی بھلائیاں آپ کے حصے میں آئیں گی!

ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ISBN: 978-603-500-025-3
9 786035 000253